جنت بھی جانا ہے پر نماز کا شوق نہیں　　موت کا خوف ہے لیکن گناہوں پر روک نہیں

جماعتِ اولیٰ کی تاکیدات

اور

جماعتِ ثانیہ کے مفسدات

حضرت مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

وناظم دار العلوم رشیدیہ حیدرآباد

ناشر

دار العلوم رشیدیہ

زیر انتظام: رشیدیہ ایجوکیشنل چیریٹیبل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ

موت کا خوف ہے لیکن گناہوں پر روک نہیں جنت بھی جانا ہے پر نماز کا شوق نہیں

جماعتِ اولیٰ کی تاکیدات

اور

جماعت ثانیہ کے مفسدات

ترتیب

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناظم [illegible] حیدرآباد

فہرس

تکبیرِ اولیٰ قرآن وحدیث کی روشنی میں

ترکِ جماعت کی مذمت اور وعیدیں

نماز باجماعت کے متعلق علمائے امت کا موقف

جماعتِ ثانیہ حقیقت کے آئینہ میں

جماعت ثانیہ کی جائز شکلیں

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوبکر جابر صاحب قاسمی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

منکر کی اصلاح اس طور پر نہیں ہونا چاہیے کہ دوسرا منکر پیدا ہو جائے، تردید میں اعتدال نایاب جنس ہے، وسعتِ علمی سے وسعتِ قلبی پیدا ہوتی ہے، مسئلہ کے تمام پہلو سامنے نہ ہونے کی وجہ سے یعنی کم علمی سے نظریاتی تشدد وتعصب پنپتا رہتا ہے، موجودہ زمانے میں باجماعت نماز کی ادائیگی میں بڑی کوتاہی واقع ہو رہی ہے، سطحیت پر مبنی سہولت پسندی والی آراء سے انسان مزید ترک جماعت پر جری ہوتا جا رہا ہے، عزیمت کا تذکرہ ہی کیا؟

اس کتاب میں فاضل مصنف حفظہ اللہ نے تمام مذاہب ومسالک کی آراء ونقول کے استیعاب کے ساتھ قرآن وحدیث اور واقعات سلف کا قیمتی ذخیرہ جمع کر دیا ہے، جماعت اولی کی اہمیت کو ذکر کرتے ہوئے جماعت ثانیہ کی جائز شکلوں کو بھی باحوالہ نقل کر کے اعتدال کا ثبوت دیا، موصوف کی تمام ہی کتابیں متعلقہ عنوان پر کافی وافی مواد لیے ہوئے شائع ہو رہی ہیں، جی جان سے دعا کرتا ہوں کہ رب کریم انہیں صحت وعافیت کے ساتھ مقبول کام کے وسائل وافراد مسخّر فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

ابوبکر جابر قاسمی

۷ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ

۱۰ ستمبر ۲۰۲۴ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی تبریز عالم حلیمی قاسمی صاحب

استاذ دارالعلوم حیدرآباد

باجماعت نماز اسلام کی اہم ترین عبادت اور شعائر دین میں سے ہے، اسی وجہ سے شریعت میں جماعت کے اہتمام والتزام کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جاتی ہے، یہ جماعت مسلمانوں کی دینی، اخلاقی اور معاشرتی صلاح میں بے انتہا ممد ومعاون ہے، جن مسلمانوں کی زندگیوں میں باجماعت نماز کا اہتمام والتزام موجود ہوتا ہے ان کی زندگیاں دین ودنیا کے اعتبار سے نظم وضبط کا نمونہ ہوتی ہیں، چنانچہ اسلامی تاریخ میں ایسے بے شمار اشخاص وافراد پیدا ہوئے ہیں جو اہتمام جماعت کے حوالہ سے اسوہ اور نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ساتھ ہی یہ بھی ایک ایمانی حقیقت ہے کہ نماز باجماعت کی حلاوت اسے ہی محسوس ہوتی ہے جس کا ایمانی ذائقہ سلامت اور اس کا قلب قلب سلیم کا مصداق ہو، ورنہ ایمانی عقل وشعور میں کمی یا کمزوری اور احسانی قوت ذائقہ میں فساد کی وجہ سے جماعت کی حقیقت وحیثیت سمجھنا بہت مشکل ہے۔

اہتمام جماعت مسلمانوں کی اجتماعیت کا مظہر بھی ہے، بایں وجہ نبی کریم کے زمانہ مبارک اور خلفائے اربعہ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں مساجد میں صرف ایک ہی مرتبہ جماعت کا معمول تھا، پہلی جماعت کے بعد پھر جماعت کرنے کا طریقہ اور رواج نہیں تھا، کیونکہ دوسری جماعت کی اجازت یا اسے رواج دینے میں یہ قباحت ضرور پائی جائیگی کہ پہلی جماعت میں نمازیوں کی حاضری میں سستی پیدا ہوگی، جس کی وجہ سے ایک طرف تو

جماعت اولی کا دائرہ چھوٹا ہوتا جائے گا اور دوسری طرف جماعت کی اہمیت ختم ہوتی چلی جائی گی، جس کی وجہ سے اسلامی اجتماعیت انتشار کا شکار ضرور ہوتی۔

یہ شرعی حقیقت ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی دنیاداری، دینداری پر غالب آتی ہے اور روحانیت کے بجائے، مادیت مطمح نظر ہو جاتی ہے تو دین کے ہر شعبے میں انحطاط اور زوال کا اثر نظر آنے لگتا ہے، آج ہمارا ملک اور علاقہ کچھ اسی طرح کی صورت حال سے دو چار ہے، جس کے اثر سے جماعت بلکہ نماز جیسی اہم ترین عبادت بھی محفوظ نہ رہ سکی، چنانچہ مساجد کی رونقیں جمعہ اور عیدین تک محدود ہوتی جارہی ہیں اور تنہا نماز پڑھنے یا مسبوق ہونے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔

اسی کے ساتھ ایک نئی صورت اور صورت حال یہ پیدا ہوئی، کہ ایک طرف ہمارے کچھ احباب ہر مسجد میں جماعت فوت ہونے کی صورت میں جماعت ثانیہ پر نہ صرف یہ کہ اصرار کرنے لگے؛ بلکہ بعض دفعہ مساجد کی انتظامیہ سے الجھنے بھی لگے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں میں ایک قسم کا انتشار پیدا ہوگیا، دوسری طرف فقہ حنفی پر عمل کرنے والے افراد نے جماعت ثانیہ کو مطلقا ناجائز قرار دیا، اس دوطرفہ شدت کی وجہ سے یہ مسئلہ افراط وتفریط کا شکار ہوگیا۔

ہماری اسلامی تاریخ اصلاحی کاموں اور کارناموں سے بھری پڑی ہے، چنانچہ ہر دور میں اہل دل اور اہل درد کی طرف سے اصلاح اعمال واحوال کا کام ہوتا رہا ہے، جس کے نتیجہ میں دینی بیداری پیدا ہوئی ہے اور راہ اعتدال پر چلنا آسان ہوا ہے۔

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی صاحب کی نئی تصنیف وترتیب : جماعت اولی کی تاکید اور جماعت ثانیہ کے مفسدات اسی تاریخِ اصلاحِ امت کی ایک خوبصورت کڑی ہے، پیش نظر کتاب میں : اسلام میں اجتماعیت، باجماعت نماز کا مقام، تکبیر اولی کی فضیلت، ترکِ جماعت کی مذمت، اسلاف اور نماز باجماعت کا اہتمام جماعت ثانیہ کی حقیقت وحیثیت اور جماعت ثانیہ کی جائز شکلیں جیسے اہم عنوانات پر دردمندی کے ساتھ مدلل اور مفصل گفتگو کی گئی

ہے، اس کتاب کا وہ جزء جو جماعت ثانیہ سے متعلق ہے، بطور خاص بہت اہم ہے، اس میں ائمہ اربعہ کی تحقیقات وتصریحات اورا کابرامت کے فتاوی جات کی روشنی میں معتدل موقف کی ترجمانی کی گئی ہے، امید ہے کہ اس سے صحیح رخ اور درست سمت متعین کرنے میں آسانی ہوگی۔ فاضل مرتب نے ''صید خاطر'' کے عنوان سے جو ابتدائیہ لکھا ہے وہ بھی پڑھنا چاہیے، اس سے کتاب کی نوعیت وضرورت سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اردو زبان میں اس موضوع پر جو کچھ کام ہوا ہے، یہ اس میں زیادہ جامع اور بہتر ہے، چونکہ یہ کتاب مختلف کتابوں سے ماخوذ ہے اور جا بجا ان کتابوں کے اقتباسات اور حوالہ جات لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے؛ اس لیے کتاب کی ضخامت ڈھائی سوصفحات سے متجاوز ہے۔ خدا کرے یہ کتاب تکبیر اولی اور جماعت اولی کی اہمیت نیز جماعت ثانیہ کے مفسدات سمجھنے میں معاون ومددگار ثابت ہو۔

اس کتاب کے مرتب: مشہور عالم دین مفتی احمد اللہ نثار قاسمی صاحب ہیں، مفتی صاحب تصنیف و تالیف کے حوالہ سے علمی حلقوں میں اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں، صلاحیت و صالحیت اورمزاج میں شرافت کی وجہ سے علماء اورعوام دونوں میں مقبول ہیں، آپ جواں سال، جواں علم اور جواں حوصلہ شخصیت کے مالک ہیں، آپ کا قلم ''رواں پیہم دواں'' کا مصداق ہے، ضرورت اور وقت کے تقاضوں پر خوب لکھتے ہیں، اب تک زائد از پچاس کتابیں زیورطبع سے آراستہ ہوکر اہل علم سے سندِ اعتبار واعتماد حاصل کر چکی ہیں۔

دارالعلوم رشید یہ حیدرآباد کی نظامت کے ساتھ قلم وقرطاس کی جلوہ نمائی یقیناً باعثِ رشک اورقابل تقلید ہے، آپ کے خطابات اوران کے چھوٹے چھوٹے کلپ اورتراشے بھی خوب سنے جاتے ہیں، کیونکہ وہ حساس اورضروری موضوعات کی نمائندگی کرتے ہیں۔

راقم الحروف اس موقع پر مفتی احمد اللہ نثار قاسمی صاحب اوران کے معاون مفتی سید سلمان اوٹنوری صاحب کوان کی اس علمی اوراصلاحی خدمت پر بصمیم قلب مبارک باد پیش کرتا

ہے، خدا کرے مفتی صاحب کی سعادت مندی کا یہ سفر وسیلۂ ظفر کا مصداق ہو، آپ کا علمی و قلمی سلسلہ دراز تر ہو، اور آپ کی جملہ تصنیفات کے ساتھ یہ تصنیف بھی امت مسلمہ کے لیے مفید اور نافع ثابت ہو۔

محمد تبریز عالم حلیمی قاسمی

خادم تدریس : دارالعلوم حیدرآباد

۲ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ

مطابق اکتوبر ۲۰۲۴ء بروز اتوار

صید خاطر

اسلام میں نماز کی جس قدر اہمیت ہے، اسی قدر جماعت کی بھی اہمیت ہے،سلفِ صالحین کا معمول تھا کہ جب امام کے پیچھے نماز ادا کرتے تو امام سے متصل ہی نیت باندھ لیتے ،امام کی تکبیر کے بعد تاخیر کرنا اللہ عزوجل کی تعظیم کے خلاف سمجھتے،تاخیر سے تکبیر کہنے میں تہاون لازم آتا ہے،یہ جلدی حصولِ ثواب ہی کی خاطر نہ ہوتی تھی بلکہ تعظیم الٰہی مقصود رہتی تھی۔

*محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں ''میں دنیا میں دو باتوں کا خواہشمند ہوں ، پہلی بات: نیک دوست جو میری غلطی پر مجھے درست کرے،دوسری بات: میں جب تک زندہ رہوں میری مسجد کی جماعت نہ چھوٹے۔

*مسجد کی جماعت کی خاطر سلفِ صالحین اپنے مکانات مسجد کے قریب بنانا پسند کرتے تھے،خالی وقت مسجد میں گذرے گا،کیونکہ مسجد پرہیزگاروں کا گھر ہے،جن لوگوں کا زیادہ وقت مسجد میں گذرے گا ان کے لئے پل صراط کا عبور بھی آسان ہوگا۔

*ابوصادق ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مسجد میں بیٹھنا لازم پکڑو، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ انبیاء علیھیم السلام کے بیٹھنے کی جگہیں مسجدیں ہی تھیں''۔

* مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں: اگر بول و براز کی حاجت نہ ہوتی تو میں مسجد سے باہر قدم بھی نہ رکھتا۔اللہ تعالی مسجد آباد رکھنے والوں ،قرآن کی تلاوت کرنے والوں اور مسلمانوں کے معصوم بچوں کی وجہ سے اللہ کا غصّہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

*سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں ''آپ کو جنازہ میں شامل ہو کر ثواب پانا زیادہ پسند ہے یا مسجد میں بیٹھنا؟ فرمایا مسجد میں بیٹھنا! کیونکہ میں جب تک مسجد میں رہوں گا فرشتے میرے

لئے استغفار کرتے رہیں گے، یہ مجھے دو تین قیراط ثواب سے بھی زیادہ پسند ہے۔(۱)

امت مسلمہ میں جہاں نماز میں کوتاہی ہے وہیں نمازیوں میں جماعت کے اہتمام سے متعلق بھی کوتاہی پائی جاتی ہے، بالعموم مسلمانوں میں تکبیرِ اولی اور صفِ اولی کی اہمیت ختم ہوتے جارہی ہے، چالیس دن تو کجا چار وقت کی نماز بھی تکبیر اولی اور صفِ اولی میں ہونی دشوار ہے، کہیں بے موقع بھی جماعت سے نماز ادا کرنے کا اصرار تو کہیں محلّہ کی جماعت ترک کر کے اپنی اپنی جماعت سے نماز ادا کر کے امت میں تفریق پیدا کرنے کی شرارت ، عمداً مسجد کی جماعت میں شامل نہ ہونا، یا مسجد آکر بھی جماعت میں شامل نہ ہونا، کہیں مسجد کے امام کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کا منگھڑت نظریہ قائم کر کے جماعت اور امام کی تحقیر پر جاہلانہ فخر کرنا۔

اس کتاب کو ترتیب دینے میں پروفسر ڈاکٹر فضل الہی صاحب کی کتاب ’’نماز باجماعت کی اہمیت‘‘ سے خصوصاً استفادہ کیا گیا، کافی بہترین کتاب اس موضوع پر محسوس ہوئی، جماعت ثانیہ پر فقہی لحاظ سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی کتاب ’’القطوف الدانیہ فی تحقیق الجماعۃ الثانیہ‘‘ فارسی زبان میں لکھی گئی، جس کا ترجمہ حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ نے فرمایا جو جواہر الفقہ میں شامل ہے، قدیم اردو زبان ہونے کی وجہ سے بغور وبار بار کے مطالعہ پر فقہی ذوق رکھنے والے احباب کے لئے بہترین علمی سرمایہ ہے۔

علاوہ ازیں عربی میں ’’المیزان الشعرانیہ‘‘ المعروف بہ’’المیزان الکبری‘‘ شیخ عبد الوہاب شعرنی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت مقبول کتاب ہے، جس میں اس موضوع پر کافی تفصیلی بحث مذکور ہے۔اسی طرح ’’القول المبین فی اخطاء المصلین‘‘ ماضی قریب میں لکھی گئی بہت جامع کتاب ہے، اس میں جماعتِ ثانیہ پر بہت بلیغ طریقہ سے تنبیہ کی گئی ہے، حضرت مفتی سعید صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رحمۃ اللہ والواسعہ سے نماز باجماعت کی حکمتوں سے متعلق استفادہ ہوا، حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ ’’جماعت اولی کی

(۱)اقوالِ سلف ۱۳۸ :

تاکیدات اور جماعتِ ثانیہ کے مفسدات'' سے بھی استفادہ ہوا، حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم کے مقالہ سے بھی استفادہ ہوا، ان حضرات کے رسالے جامع ومانع مختصر ومفید ہیں، بہت نفع بخش ہیں، اہل علم کے لئے ہی نہیں بلکہ عوام کے لئے بھی مفید تر ہیں۔

مذکورہ مآخذ کے علاوہ دیگر کتابوں اور کتبِ فتاوی کی روشنی میں ضروری درجہ کا مواد جمع کیا گیا جو اہلِ علم وعلم دوست احباب کے لئے مفید ہوسکتا ہے، کتاب میں آٹھ ابواب قائم کئے گئے ہیں، ہر باب سے متعلق ضروری مواد شامل ہے۔

بندہ مفتی ابوبکر جابر قاسمی صاحب دامت برکاتہم کا شکرگذار ہے کہ مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے معاونت ومساعدت ہوتی رہتی ہے، جزاھم اللہ احسن الجزاء، نیز عاجز مفتی تبریز عالم حلیمی قاسمی صاحب کا بھی صمیم قلب سے گزار ہے کہ ادنیٰ سی درخواست پر بہت اہمیت کے ساتھ اہم کلمات سے نوازا اور ہمت افزائی فرمائی، اللہ مفتی صاحب کو جزائے خیر دے۔

کتاب کو ترتیب دینے میں عزیزم مفتی سید سلمان صاحب اوٹنوری سلمہ اور مولوی عبدالہادی صاحب قاسمی سلمہ کی معاونت بھی شامل رہی، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم سب کو باجماعت نماز کا اہتمام نصیب کرنے کے ساتھ جماعتِ ثانیہ کے منکر سے محفوظ رکھے۔

رسالہ کو قبولیت عامہ وتامہ نصیب کرتے ہوئے افادۂ عام اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

احمد اللہ نثار قاسمی

خادم دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد

2025/02/02

۳رشعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی صدائے حق

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یا آپ کی طرف منسوب حکمت بھرے اشعار تقریباً ۸۰ رسال پہلے کہے تھے آج کے دور میں یہ ہمیں اپنی تصویر دکھانے کے لئے کافی ہیں:

٭کل مذہب پوچھ کر بخش دی تھی جان میری ٭
٭ آج فرقہ پوچھ کر اس نے ہی لے لی جان میری ٭

٭ مت کرو رفع یدین پر اتنی بحث مسلمانو ٭
٭نماز تو ان کی بھی ہو جاتی ہے جن کے ہاتھ نہیں ہوتے ٭

٭تم ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے پر بحث میں لگے رہو ٭
٭ اور دشمن تمہارے ہاتھ کاٹنے کی سازش میں لگے ہیں ٭

٭ زندگی کے فریب میں ہم نے ہزاروں سجدے قضا کر ڈالے ٭
٭ ہمارے جنّت کے سردار نے تو تیروں کی برسات میں بھی نماز قضا نہیں کی ٭

٭سجدہ عشق ہو تو عبادت میں مزہ آتا ہے ٭
٭ خالی سجدوں میں تو دنیا ہی بسا کرتی ہے ٭

٭لوگ کہتے ہیں کہ بس فرض ادا کرنا ہے ٭
٭ ایسا لگتا ہے کوئی قرض لیا ہو رب سے ٭

* تیرے سجدے کہیں تجھے کافر نہ کر دیں *
* تو جھکتا کہیں اور ہے اور سوچتا کہیں اور ہے *

* کوئی جنّت کا طالب ہے تو کوئی غم سے پریشان ہے *
* ضرورت سجدہ کرواتی ہے عبادت کون کرتا ہے *

* کیا ہوا تیرے ماتھے پر ہے تو سجدے کا نشاں *
* کوئی ایسا سجدہ بھی کر جو چھوڑ جاؤ زمیں پر نشاں *

* نماز چودہ سوسالوں سے انتظار میں ہے *
* کہ مجھے صحابہ کی طرح ادا کرے کوئی *
* اک خدا ہی تو ہے جو سجدوں میں مان جاتا ہے *
* ورنہ یہ انسان تو جان لے کر بھی راضی نہیں ہوتا *

* دے دی اذاں مسجدوں میں حی الصلوہ حی الفلاح *
* اور لکھ دیا باہر تخت پر اندر نہ آئے فلاں اور فلاں *

* خوف ہوتا ہے شیطان کو بھی آج کے مسلمان کو دیکھ کر *
* نماز بھی پڑھتا ہے تو مسجد کا نام دیکھ کر *
* مسلمانوں کے ہر فرقے نے ایک دوسرے کو کافر کہا *
* اک کافر ہی ہے جو اس نے ہم سب کو مسلمان کہا *

اسلام میں اجتماعیت کی اہمیت

اسلام کا طرۂ امتیاز

دنیا کا ہر مذہب و ہر حکمرانکی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہمارے اندر اجتماعیت پیدا ہو؛ لیکن کسی کے پاس ایسا دستور نہیں جس پر اجتماعیت کی بنیاد قائم ہو سکے، صرف اسلام ایک ایسا دین ہے، جس نے دنیا کے سامنے ایسا دستور پیش کیا ہے جو سراسر اجتماعیت پر مبنی ہے، اجتماعیت کو مسلمانوں کے قلوب میں راسخ کرنے کیلئے متعدد اجتماعی عبادات مشروع کئے گے؛ تاکہ اہل اسلام اجتماعیت کے شعور سے کسی لمحہ غافل نہ ہوں۔

انسان کو اجتماعیت کی ضرورت

انسان ایک سماجی مخلوق ہے اور اس کی ضروریات دوسروں سے اس قدر مربوط ہیں کہ وہ تنہا زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا؛ لہٰذا اجتماعیت اسکی ایک فطری ضرورت ہے۔

جماعت کی اہمیت کے پیش نظر سفر کی حالت میں بھی اس کو لازم پکڑنے کی بات کہی گئی ہے، جماعت اگر قائم ہو تو اس سے الگ ہونے کی سخت مذمت کی گئی ہے؛ بلکہ ایسے شخص کو جسکی گردن پر کسی امام یا امیر سے بیعت کا قلادہ نہ ہو اور اسی حالت میں اسکی موت ہو جائے تو اسے جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے، اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ میں اجتماعیت کو واجبات دین میں شمار کیا گیا ہے۔

کتاب وسنت اور اجتماعیت

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں جماعت اور اجتماعیت کی تاکید کی گئی ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ”یَدُ

اللہِ مَعَ الجَمَاعَة"۔(۱)

حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ کہتے ہیں کہ: لوگوں کی عادت تھی کہ سفر کے دوران جب کہیں پڑاؤ ڈالتے تو ادھر ادھر پھیل جاتے اور اپنی اپنی پسند کی مختلف جگہیں ٹھہرنے کیلئے منتخب کر لیتے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بار یہ صورتِ حال دیکھی تو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ''تمہارا اس طرح مختلف گھاٹیوں اور میدانوں میں منتشر ہو رہنا صرف شیطان کی وجہ سے ہے''

إنَّ تفرُّقكُمْ فِي هَذِهِ الشِّعابِ وَالأَوْدِية إِنَّما ذلكُمْ من الشَّيْطَان۔(۲)

اس تنبیہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ''لوگ پھر کبھی اس طرح منتشر نہ ہوئے اور جب کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو ایک دوسرے سے بالکل لگ کر ٹھہرتے، حتیٰ کہ خیال ہوتا اگر انھیں ڈھکا جائے تو ایک ہی کپڑے کے نیچے سب آجائیں گے۔

اسلام کے ہر پہلو میں اجتماعیت

بغیر کسی جماعتی نظم کے پورا سفر کر ڈالنا تو درکنار، اس کے دوران چند گھنٹوں کا کوئی پڑاؤ بھی اگر اپنے اپنے طور پر کرلیا جائے اور اتنی سی دیر کی بھی زندگی شانِ اجتماعیت سے آراستہ دکھائی نہ دے سکے تو یہ بات بھی اسلام کو قطعی گوارا نہیں اور اسے وہ شیطان کی پیروی قرار دیتا ہے، اجتماعی زندگی کو چھوڑ کر تنہائی کی زندگی گزارنے میں چاہے جو بھی دینی اور دنیوی فوائد ہوں؛ لیکن اجتماعیت سے کٹے رہنے کی اجازت نہیں ہے: کیونکہ دینی اور دنیوی فوائد خواہ کتنے ہی عظیم کیوں نہ ہوں مگر ان فائدوں کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہیں جو ایک منظم

---

(۱) سنن الترمذی، باب ما جاء فی لزوم الجماعت، حدیث ۲۱۶۶: امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن اور غریب ہے، اس طریق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ سے اس روایت کو ہم نہیں جانتے۔

(۲) سنن ابی داود: باب ما یؤمر من انضمام العسکر و سعته، حدیث ۲۶۲۸: حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے، علامہ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔

اسلامی معاشرے کے اندر ایک مسلمان کو حاصل ہو سکتے ہیں۔

اجتماعیت بہتر ہے اکیلے رہنے سے

ایک صحابیؓ کسی گھاٹی سے گزر رہے تھے، وہاں انھیں میٹھے پانی کا ایک چشمہ نظر آیا جس نے انھیں اپنا گرویدہ بنالیا، دل نے کہا کاش میں آبادی چھوڑ کر یہیں آبستا، اس خواہش کو لے کر نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا ''نہیں ایسا نہ کرو، کیونکہ اللہ کی راہ میں تمہارا کھڑا رہنا گھر کے اندر پڑھی جانے والی تمہاری ستر برس کی نمازوں سے بھی افضل ہے''۔

قَالَ: لَا تَفْعَلْ، فَإِنَّ مُقَامَ أَحَدِكُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ سَبْعِينَ عَامًا۔ (۱)

جس جماعتی زندگی کا حکم اسلام نے دیا ہے وہ کوئی ڈھیلی ڈھالی جماعتی زندگی نہیں ہے جس کی شیرازہ بندی صرف اخلاقی رشتوں سے ہوئی ہو؛ بلکہ ایسی متحد و منظم اور منضبط جماعتی زندگی ہے جس کو سمع اور طاعت کے آہنی تاروں سے بھی پوری طرح کس دیا گیا ہو۔ پھر یہی نہیں کہ ''جماعت'' کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہنے اور جماعتی زندگی بسر کرنے کا یہ ایک لازمی حکم ہے؛ بلکہ یہ ایسا لازمی حکم ہے جس کی خلاف ورزی میں نہ ایمان کی خیر ہے نہ اسلام سے رشتہ برقرار رہ سکتا ہے، جو شخص ''الجماعۃ'' سے بالشت بھر بھی الگ ہو رہا ہو، کوئی شک نہیں کہ اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال پھینکا''۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اللهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ: السَّمْعُ، وَالطَّاعَةُ، وَالْجِهَادُ، وَالْهِجْرَةُ، وَالْجَمَاعَةُ، فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ

(۱) سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغدو والرواح فی سبیل اللہ، حدیث: ۱۶۵۰، امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن ہے۔

يَرْجِعَ۔(۱)

اسلامی اجتماعیت کے مقاصد

علمائے اسلام اور فقہائے عظام نے اسلامی اجتماعیت کا مقصد دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست بتایا ہے

"الامامة موضوعه لخلافة النبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا" (۲)

بعض علماء نے اس کا مقصد عام دینی و دنیاوی مصالح کا حصول، مفاسد کا دفعیہ، احکام الٰہی کے مطابق فیصلے کرنا اور امت کی شیرازہ بندی قرار دیا ہے۔

عام دینی و دنیاوی مصالح کا حصول اسلامی اجتماعیت یا خلافت کا اولین مقصد ہے؛ اس لئے امام پر لازم ہوگا کہ وہ عیدین اور جمعہ کی نماز قائم کرے، لوگوں کے معاملات کی نگرانی کرے، عدالتیں قائم کرے، مظلوم کی فریاد رسی کرے اور اگر کوئی لاوارث ہے تو اس کی سرپرستی کرے، اس طرح دین کے اکثر احکام تقاضا کرتے ہیں کہ اجتماعیت قائم ہو، اس کے بغیر آدھی شریعت متروک ہوجاتی ہے اور صرف آدھی شریعت پر عمل ممکن رہ جاتا ہے۔

☆ اس دنیا میں صرف اچھائیاں نہیں بلکہ یہاں مفاسد بھی ہیں جن کا ازالہ اور دفعیہ انفرادی ضرورت کے ساتھ اجتماعی ضرورت بھی ہے، فتنہ و فساد کا انسداد، سرحدوں کی حفاظت اور دشمنوں کا مقابلہ اجتماعیت کے بغیر ممکن نہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے مختلف احکام نازل کیے ہیں، ان کا تعلق فرد سے بھی ہے اور معاشرہ سے بھی۔ اجتماعی احکام کا نفاذ ایک نظم کے بغیر ممکن نہیں؛ لہٰذا اسلامی اجتماعیت کا ایک مقصد

---

(۲) سنن الترمذی، باب ما جاء فی مثل الصلاة والصيام والصدقة، حديث: ۲۸۶۳، امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے

(۲) الأحكام السلطانية للماوردی: ۱/۱۵، دار الحديث، القاهرة۔

یہ قرار پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا جائے اور انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وہ نافذ ہوں۔(۱)

محدث العصر حضرت بنوری رحمۃ اللہ نے یہ وقیع مقالہ رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے منعقد کی گئی کانفرنس ''مؤتمر رسالۃ المسجد'' کے لیے عربی زبان میں تحریر فرمایا تھا، یہ کانفرنس رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۵ء میں پانچ روز جاری رہی، موضوع کی مناسبت سے حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اس مقالہ میں مسجد کی اہمیت وفضیلت کے ساتھ ساتھ امام وخطیب کی ذمہ داری کو بھی اُجاگر فرمایا۔ عنوان کی اہمیت کے پیش نظر اس مقالہ کا اُردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

الحمد للہ الذی جعل المساجدَ لاعلاء کلمةِ اللہ وإقامةِ التوحید، والصلاةُ والسلامُ علٰی سیدنا محمدٍ خاتَمِ النبیین الذی بنٰی المساجدَ أساساً لفلاحٍ وخیرٍ و إرشادِ العبید، وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ الذین شَیَّدُوْا معالمَ التوحید، ورفعوا رأیاتِ مجدِ الإسلام، فخاب کلُّ جبارٍ عنید، أمّا بعد:

شریعتِ اسلامیہ کا یہ حسن ہے کہ اس کا پیش کردہ ہر نظام جس مرتب انداز پر اُستوار ہے، وہ خوبی وکمال کی اتنی نوعیتیں اپنے اندر سمویا ہوا ہے کہ انسانی عقل اس کے پیش کردہ نظام سے بہتر اور مکمل نظام کا تصور بھی نہیں کرسکتی، پس پنجگانہ نمازیں جو اُمت پر روزانہ فرض ہیں، بلاشبہ ایسی عبادت ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لیے ہے، ان نمازوں کے مکمل ثمرات اور عمدہ برکات عظیم اجروثواب کی صورت میں تو جنت میں ہوں گے، جہاں کی نعمتیں بے مثل وبے نظیر ہیں، ہر نماز کے لیے اذان جیسے عظیم الشان مسنون عمل کے ذریعے لوگوں کو جمع کرنے کا حسین طریقہ مقرر کیا گیا، پھر ان نمازوں کے لیے خاص جگہیں ہیں، جن کا نام مساجد

(۱) اسلام میں اجتماعیت کی اہمیت، مقاصد اور بنیادیں، بدھ 26 دسمبر)، ***مولانا جرجیس کریمی۔ بنگلور

رکھا گیا، یومیہ پانچ مرتبہ لوگوں کے اس طرح جمع ہونے سے جہاں امتِ مسلمہ کے روحانی اجتماع کا باعث بنا، وہیں اس کے ذریعے باہمی تعارف، الفت و محبت، اور افرادِ امت کو ایک دوسرے سے قریب ہونے کا موقع بھی فراہم کیا گیا۔

پھر محلہ کی مسجد میں ہونے والے اس پنج وقتہ اجتماع کے دائرے کو جامع مسجد کے ذریعے مزید وسعت دی گئی، شکرانے اور خوشی کے دو تہواروں یعنی عید الفطر اور عید الاضحی کے لیے کھلے میدان میں باجماعت نماز کا اجتماع مقرر کر کے اس دائرے کو مزید کشادہ کیا گیا، اور پھر ان تمام اجتماعات سے بڑھ کر حج بیت اللہ کا اجتماع مقرر کیا گیا، اگر امتِ مسلمہ کی جانب سے کماحقہ قدر دانی ہو تو شریعت کا عطا کردہ ہر نظام مسلمانوں میں دینی، اجتماعی اور ثقافتی روح بیدار کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور اہل اسلام کو قدر دانی پر آمادہ کرنا چنداں مشکل نہیں، یہ مقصد ترغیب و ترہیب، وعظ و نصیحت اور قدر دانی کرنے والوں کے اجر عظیم کا بار بار تذکرہ کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے، اور اس طرح شوق دلا کر اگر لوگوں کو عمل پر آمادہ کیا جائے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ جو شخص ان حقائق کو اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہو اور بلند کردار کا طالب ہو، وہ اُسے جاننے کے بعد بھی احکام اسلام کی پاسداری نہ کرے۔ جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی کے لیے ان بابرکت مساجد کا نظام وہ نظام ہے کہ انسانی عقل اس سے ارفع اور بہتر نظام کو سوچ ہی نہیں سکتی ہیں۔

توحید، رسالت، آخرت اور نماز کی طرف دعوت

ایک شخص ایک سے زائد مرتبہ اللہ کی عظمت و جلالت اور اللہ کی توحید بیان کرتا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اعلان کرتا ہے، پھر لوگوں کو نماز کی دعوت دیتا ہے جو ہر قسم کی ہدایت اور بھلائی کا منبع ہے، پھر اسی طرح اخروی کامیابی کی دعوت بھی دیتا ہے، اور بقول علامہ راغب اصفہانی ؒ کے ”جس کامیابی کی بقاء کو فنا کا، جہاں کی مالداری کو فقر کا، اور جہاں ملنے والی عزت کو ذلت کا کوئی اندیشہ نہیں، وہاں کا علم ہر جہل سے مبرا ہے۔“

"بقاء بلا فناء، وغنی بلا فقر، وعزّ بلا ذلّ، وعلم بلا جھل"(۱)
اس پر مزید اضافہ کیجئے کہ وہاں کی راحت میں تھکان کا گزر نہیں۔ اس جامع اور انوکھی دعوت کو دیکھئے، پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس آواز کو مسلمانوں کے گوش گزار کرنے کے لیے منار اور منبر جیسے وسائل کا انتخاب کیا گیا، جن میں آج کی سائنسی پیش رفت کے بعد لاؤڈ اسپیکر اور مائیک کا بھی اضافہ ہو چکا ہے۔ اس اہمیت کے ساتھ مسجد میں آنے کی دعوت خود ایک عجیب شان رکھتی ہے۔

اسلام میں اجتماعیت کی تعلیم

اسلام نے نہ صرف ایک، سچا، وسیع اور گہرا اور موثر عقیدہ وفکر امت کو دیا بلکہ اس کو متحد ہو کر اپنانے اور اس فکر اور عقیدہ کی بنیاد پر آپس میں شدید محبت کرنے کا حکم دیا ارشاد باری ہے۔ "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"(۲)
اے ایمان والو! تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور الگ الگ نہ رہو اور فرمایا:
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃ"(۳) بے شک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں میں ایسے عملی تفصیلی احکام دیے جو امت کو آپس میں جوڑ کر جسم واحد بنا دیتے ہیں اور ایک بہت ہی منظم، متحد اور فعال اجتماعیت میں تبدیل کر دیتے ہیں، آیئے اسلامی احکام میں اجتماعیت کی اہمیت کا مطالعہ کریں۔

عبادات کے ذریعہ اجتماعیت کی تعلیم وتربیت

اللہ کو یاد کرنے کے لئے اجتماعیت کی ضرورت سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے

---

(۱) المفردات فی غریب القرآن، مادہ: فلح، ص: ۳۸۵، المطبعۃ المیمنیۃ، مصر
(۲) آل عمران: ۱۰۳
(۳) حجرات: ۱۰

کیوں کی عبادت تو تنہائی اور یکسوئی چاہتی ہے لیکن اسلام میں اجتماعیت کو کس درجہ اہمیت دی گئی ہے کہ اس کی ساری عبادات میں انتہائی اہمیت کے ساتھ اجتماعی آداب سمو دیئے گئے ہیں۔

نماز میں اجتماعیت

حکم ہے کہ نماز کے وقت ساری دنیا میں ہر مسلمان کا رُخ ایک خاص مقام (کعبہ) کی طرف ہونا چاہیئے،''وَحَیْثُ مَا کُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ'' (۱)

تم جہاں بھی ہو اپنے چہروں کو اس (کعبہ) کی جانب پھیر دو، بلکہ کسی کا مسلمان تسلیم کیا جانا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے ارشاد نبوی ہے:

مَنْ صَلَّى صَلاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ۔ (۲)

''جس نے ہماری نماز ادا کی، ہمارے قبلہ کا رخ کیا اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھایا تو بس وہ مسلمان ہے'' نماز کے لئے قبلہ رخ ہونے کو لازم کر دیا گیا، حالاں کہ جس اللہ کی یاد کے لئے نماز ہے وہ ہر جگہ اور ہر طرف ہے، فرمایا: ''فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ'' پس تم جدھر بھی رُخ کرو وہاں اللہ کی ذات ہے۔

نماز با جماعت کا ثواب تنہا نماز کے مقابلہ میں ستائیس گنا زیادہ بتایا گیا، نماز کی یہ جماعت و اجتماعیت اتنی ضروری ہے کہ رحم و کرم اور شفقت و محبت کے پیکر نبی کریم ﷺ نے بلا عذر نماز باجماعت سے غیر حاضر رہنے والے لوگوں کے بارے میں یہ فرمایا کہ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ حکم دوں، لکڑیوں کے ڈھیر جمع کر کے ان کے گھروں کو ان کے سمیت جلا کر پھونک دوں۔''

(۱) بقرہ ۱۴۴:

(۲) صحیح البخاری، باب فضل استقبال القبلۃ، حدیث: ۳۹۱

لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنْهَا، فَآمُرَ بِهِمْ فَيُحَرِّقُوا عَلَيْهِمْ، بِحُزَمِ الْحَطَبِ بُيُوتَهُمْ۔"(۱)

یہ بھی ضروری ہے کہ سب لوگ صفیں باندھ کر کندھا ملا کر کھڑے ہوں اور صفیں تیر کی طرح سیدھی ہوں، پھر سب سے زیادہ اہل شخص پوری جماعت کا امام ہو، وہ سب سے آگے کھڑا ہو اور سب لوگ اس کی اقتداء میں یہ فرض ادا کریں، پیروی ایسی کامل ہو کہ پوری جماعت کی ایک ایک حرکت امام کے تابع ہو، جس وقت وہ قرأت کر رہا ہو پوری خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ جماعت سماعت کرے، نماز کی ادائیگی میں اگر وہ کسی بھول چوک کا شکار ہو تو بھی اقتداء سے علیحدگی اختیار کر لینے کی گنجائش نہیں ہے، ہاں سبحان اللہ کہہ کر متنبہ کیا جائے، ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا تو آپ نے تنبیہ فرمائی، عِبادَ اللهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ۔ (۲)۔

اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو ضرور ہی درست اور سیدھی رکھو ورنہ اللہ تمہارے رُخ ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا۔ "لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ۔"

(۳) ایک موقع پر فرمایا "جو شخص نماز کی کسی صف کو جوڑے گا اللہ اسے جوڑیگا اور جو کسی صف کو کاٹے گا تو اللہ اسے کاٹ دے گا۔

وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ (۴)۔

ارشاد نبوی ہے: جب تم میں سے کسی شخص نے امام سے پہلے اپنا سر اٹھا لیا ہے کیا اُسے اس وقت اس بات کا ڈر نہیں رہتا کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے گا۔ "أَمَا يَخْشَى

---

(۱) صحیح مسلم، باب فضل الجماعة وبيان التشديد فى التخلف عنها، حديث: ۶۵۱

(۲) صحیح مسلم، باب تسوية الصفوف وإقامتها، حديث: ۲۱۷۵

(۳) صحیح مسلم، باب تسوية الصفوف وإقامتها، حديث: ۶۳۴

(۴) سنن ابو داؤد، باب تسوية الصفوف، حديث: ۶۶۶

الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ, أَنْ يُحَوِّلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ؟"(۱)

ایک امام کی اقتداء کا یہ حکم عام محلہ واری نوعیت کا ہے، ہفتہ میں ایک بار جمعہ کے دن بستی کے تمام باشندوں کو ایک جگہ ایک امام کی اقتداء کا حکم ہے، جمعہ کی یہ اجتماعیت اتنی اہم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو جمعہ کی نماز چھوڑنے سے باز آجانا چاہیے ورنہ ایسا ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کرلگا اور پھر وہ حق سے غافل ہوکر رہ جائیں گے۔ پھر اس سے بڑے مجمع کو عید کے دن شہر سے باہر کھلے میدان میں مل کر نماز عید ادا کرنا ہے۔

"لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ, أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ, ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ"(۲)

نماز میں جو کچھ پڑھنا ہے اس میں کثرت سے جمع کے صیغے ہیں مثلاً ایاک نعبد ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہے"ایاک نستعین" ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں "اھدنا الصراط المستقیم" میں سیدھی راہ چلا، ربنا لک الحمد: اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے لیے ہی ہے"السلام علینا و علی عباداللہ الصالحین" سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے سارے نیک بندوں پر وغیرہ، یعنی ظاہری طور پر جس طرح صف بستہ ہیں ذہنی طور پر بھی وحدت کا اور ایک ہونے کا احساس رکھنے کا حکم ہے، پوری نماز میں جبکہ مسلمان اپنے پورے وجود سے اللہ کی طرف کھنچا ہوتا ہے، اس وقت بھی اسے جماعت کا ایک حصہ ہونے کو یاد رکھنے کی مشق کروائی جارہی ہے، دعائیں بھی وہ اکیلے خود کے لیے نہیں کرتا سب کیلئے کرتا ہے گویا وہ خشکی کا اکیلا مسافر نہیں ہے بلکہ کشتی کا مسافر ہے جو سارے کشتی والوں کے ساتھ مل کر ہی منزل پر قدم رکھ سکتا ہے۔

نماز کی اصل غرض اللہ کے دربار کی حاضری اور اس کا ذکر ہے، اور اس کا ذکر جان و دل کی عاجزی ہے، اس مقصد کے لئے تنہائی کا گوشہ زیادہ مناسب تھا نہ کہ اجتماع عام، مجمع عام

(۱) مسلم، باب النهي عن سبق الامام بركوع أو سجود ونحوهما، حديث: ۴۲۷

(۲) المسلم، باب التغليظ في ترك الجمعة، حديث: ۸۶۵

میں نماز کے اصل مقصد کے حاصل ہونے میں دشواریاں پیدا ہونے کا امکان ہے، اس کے باوجود باجماعت نماز کے حکم سے معلوم ہوا کہ منظم اجتماعیت کا شعور بیدار رکھنا خود بھی اقامت نماز کا ذیلی مقصد ہے، نماز باطن کو حق کی حضوری عطا کرتی ہے تو ظاہر کو اجتماعیت کے آداب سے مزین اور نظم واتحاد کی قوتوں سے مالا مال کرتی ہے۔

''مورخین کا بیان ہے'' مشہور ایران سپہ سالار رستم جب میدان جنگ میں مسلمانوں کو نماز کے لئے اکٹھے ہوتے دیکھتا تو کہہ اٹھتا ''اکل عمر کبدی یعلم الکلاب الاداب'' (۱) عمرؓ میرا کلیجہ کھائے جا رہا ہے، وہ کتوں کو آداب سکھا رہا ہے۔

زکوٰۃ میں اجتماعیت

زکوٰۃ کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ'' (۲) اللہ نے ان مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جاتی ہے اور ان کے ضرورت مندوں پر لوٹا دی جاتی ہے، یہ نہیں فرمایا کہ مال دار مسلمان خود ہی زکوٰۃ نکال کر غریبوں کو دے دیا کریں، ''لی جاتی ہے اور دی جاتی ہے'' کے فقرے سے معلوم ہوا کہ یہ کام اجتماعی طور پر کیا جائے گا، دور نبوی اور دور خلافت راشدہ میں زکوٰۃ کا نظام اجتماعی تھا، اگر کسی نے اجتماعی نظام کا انکار کیا تو اس کے خلاف حضرت ابو بکرؓ نے تلوار کھینچ لی، فرمایا: خدا کی قسم! اگر ان لوگوں نے اونٹ باندھنے کی ایک رسی کو بھی جسے وہ نبی ﷺ کے حوالے کیا کرتے تھے، میرے حوالے کرنے سے روک رکھا تو میں اس کے لئے ان سے جنگ کروں گا۔ (۳) زکوٰۃ کی بھی اصل نفس کا تزکیہ ہے

---

(۱) تاریخ ابن خلدون، الفصل الثامن والعشرون فی أن العرب أبعد الأمم عن سیاسة الملک: ۱۹۰/۱، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة: ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸م۔

(۲) صحیح البخاری: حدیث،

(۳) صحیح البخاري، باب وجوب الزکاة، حدیث: ۱۳۹۵

"تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِمْ بِهَا" (۱) آپ اس (زکوۃ) کے ذریعہ ان کو پاک صاف کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہے) اور اگر زکوۃ دینے والا خود اپنے ہاتھوں سے زکوۃ چھپا کر دیتا تو اس میں زیادہ خلوص وللہیت اور تزکیہ ہوتا لیکن اسلام نے اس میں بھی اپنی اجتماعیت پسندی کا مظاہرہ کیا۔

روزہ میں اجتماعیت

روزہ ایسی عبادت ہے جس میں کچھ کیا نہیں جاتا کہ اسے دیکھا جاسکے بلکہ خاص کاموں سے رُکا جاتا ہے، اس کو اجتماعیت کے شعور کی ترقی کا ذریعہ بنانا دشوار ہے لیکن شریعت نے اس کو بھی اجتماعیت کا معلم بنادیا، حکم ہے کہ تمام مسلمان ایک متعین مہینے میں روزے رکھیں ایک ہی وقت سحری اور افطار کریں، ان احکام کے نتیجہ میں رمضان میں پورا اسلامی معاشرہ ایک منظم تربیتی کیمپ بن جاتا ہے، مسلسل ایک ماہ تک یکساں ذہنی فضا اور یکساں ظاہری حالت طاری رہتی ہے، جس سے سب کے اندر یہ احساس ابھرتا ہے کہ ہم سب ایک مشن کے علم بردار اور ایک ہی کے راہ راہی ہیں، بے شک یہ اسلام کی اجتماعیت سے کامل محبت کی دلیل ہے۔

حج میں اجتماعیت

حج کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا نثار بندہ اس کے گھر حاضری دے وہاں اللہ کی مرضی پر قربان ہوجانے کی جو یادگاریں ہیں ان سے فداکاری کا سبق لے اور ایک نئے جوش سے بندگی کے میدان میں لوٹے، یہاں بھی اجتماعیت کا رنگ رکھا گیا ہے، حج میں میدان عرفات کی حاضری اصل رکن ہے، یہاں دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے مختلف نسلوں، قوموں، زبانوں اور رنگوں کے لاکھوں مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں، سب کیلئے حج کا وقت ایک ہی ہے،

---

(۱) التوبة: ۱۰۳

سب کا ایک امیر حج ہوتا ہے یہ امیر پورے مجمع کو خطاب کرتا ہے، یہاں بھی غور کیا جائے تو حج کے مقصد کے لئے تنہائی کا سکون زیادہ مناسب تھا لیکن شریعت کہتی ہے حج اجتماع کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

معاشرت میں اجتماعیت

معاشرتی احکام کی اہمیت اسلام میں عبادات سے کچھ کم نہیں ہے، معاشرت میں اجتماعیت پر زور اور بھی زیادہ دکھائی دیتا ہے، معاشرہ میں سب سے چھوٹی اکائی انسان کا گھر ہے، اسلام نے گھر بسانے کا سختی سے حکم دیا ہے، میاں بیوی کے حقوق اور ذمہ داریاں صاف طور پر متعین کردیئے گئے اور ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ بذات خود اس معاملہ کی نگرانی فرمائے گا کہ دونوں کس حد تک اپنا فرض نبھاتے ہیں، اولاد کی رغبت رکھنے، زیادہ اولاد جنم دینے والی عورتوں سے نکاح کرنے اور اولاد کی اہمیت کے ساتھ پرورش اور تربیت کرنے کے سلسلہ میں تفصیلی ہدایات دی گئیں، گھر سے آگے بڑھئے تو خاندان کی اکائی ہے، اسلام نے رشتہ داروں کے حقوق بتائے اور صلہ رحمی کرنے کی خصوصی ترغیب دی، صلہ رحمی پر روزی میں برکت اور عمر میں برکت کی بشارت سنائی گئی اور رشتہ داروں سے قطع تعلق پر سخت وعیدیں سنائی گئیں، خاندانی معاملات میں پیش آنے والے امور پر مفصل احکام بتائے گئے پڑوسیوں کے حقوق بتائے گئے اور سماج کے مختلف طبقات میں عدل وانصاف کے اصول مقرر فرمائے گئے عصبیت کے بغیر اپنے خاندان اور قبیلے کا دفاع کرنے والے کو بہتر مسلمان قرار دیا گیا۔

تمام مسلمانوں کو معاشرتی حقوق اور اخوت کے آداب سکھائے گئے، جن سے ایک محبت، اپنائیت اور مہربانی اور تعاون کے جذبات سے معمور معاشرہ تیار ہوتا ہے، اور امت ایک جسم کی طرح متحد ہوجاتی ہے اور اخوت کو توڑنے والی ساری برائیوں سے روکا گیا اور ان کا علاج کیا گیا۔

اسلامی اخوت کو بالکل ابتدائی سطح سے مضبوط کرنے کے لئے اللہ کے لئے آپس میں دوستی کرنے کو غیر معمولی فضائل اور اس کے آداب اللہ کے رسول ﷺ نے امت کو سکھائے، مسلمانوں کو محض ایک اخلاقی اور ڈھیلے ڈھالے اتحاد کی آپ نے تعلیم نہیں دی بلکہ بہت ہی مستحکم اور منظم اجتماعیت کی تشکیل فرمائی۔

مضبوط اجتماعیت

اسلام نے فرد کو اگرچہ بڑی اور بنیادی اہمیت دی ہے، اسلام کا ابتدائی اور حقیقی مخاطب فرد ہی ہے، احکام الٰہی پر چلنا انفرادی ذمہ داری ہے اور کل قیامت میں جوابدہی اکیلے ہی کرنا ہے لیکن یہ بھی واضح کیا کہ فرد کی کامیابی کا راستہ ایک منظم اجتماعی منجدھار سے ہو کر ہی گزرتا ہے اور جنتی انسان معاشرے میں رگڑ ے کھا کر ہی تیار ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے :وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"(۱) اے ایمان والو: تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور الگ الگ نہ رہو۔

یہ آپس میں جڑا رہنا کس معیار کا ہو، ارشاد فرمایا:۔

"عَلَيْكُمْ بِالجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالفُرْقَةَ"(۲)

جماعت سے جڑے رہنا تم پر لازم ہے اور انتشار سے اور علاحدگی سے پوری طرح بچو، ارشاد نبوی ہے۔

"وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اللهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ، السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالجِهَادُ وَالهِجْرَةُ وَالجَمَاعَةُ"(۳)

---

(۱) آل عمران ۱۰۳ :

(۲) سنن الترمذی، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، حدیث :۲۱۶۵

(۳) سنن الترمذی، باب ما جاء فی مثلا الصلاۃ و الصیام، حدیث :۲۸۶۳، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح اور غریب کہا ہے

میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں" جماعتی زندگی کا، (احکام امیر کے) سننے اور اطاعت کرنے کا اور ہجرت اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا"، یعنی صرف اخلاقی رشتہ رکھنا نہیں بلکہ سننے اور ماننے کے مضبوط رشتے سے بندھی منظم ومنضبط زندگی گزارنے کا حکم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا : جو جماعتی زندگی نہ گذارے اس کے ایمان کی خیر نہیں، ارشاد نبوی ہے :

"فَمَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيدَ شِبْرٍ، فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ رَأْسِهِ"(۱)

جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہوا، کوئی شک نہیں کہ اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال پھینکا، آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا :

"مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ، وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"(۲)

جو کوئی امام مسلمین کی اطاعت سے نکلا اور جماعت سے الگ ہوا اور اسی حال میں مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

جو اجتماعی نظم میں رکاوٹ اسے بالکل برداشت نہیں کیا جائے گا، ارشاد ہے:

فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعٌ، فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ"۔(۳)

جو شخص اس جماعت کو جب کہ وہ متحد ہو منتشر کرنا چاہے اسے (بالآخر) تلوار سے مار دو خواہ کوئی بھی ہو، حضور اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد جب حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر امت

(۱) المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حدیث ۴۰۴ :، اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے، اس کے رجال ثقہ اور صحیح کے رجال ہیں، سوائے علی بن اسحاق سلمی کے وہ بھی ثقہ ہیں، اس کو طبرانی مختصراً روایت کیا ہے)۔

(۲) صحيح مسلم، باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن وتحذير الدعاة إلى الكفر، حديث : ۱۸۴۸)۔

(۳) صحيح مسلم، باب حكم من فرق أمر المسلمين، حديث : ۱۸۵۲

جمع ہو رہی تھی، قبیلۂ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی جانب سے کچھ سرگرمیاں ہوئی تھیں، تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے کہ جنات نے انہیں قتل کیا اور کسی منادی کی یہ آواز آئی کہ:

"نَحْنُ قَتَلْنَا سَيِّدَ الْخَزْرَجِ ... سَعْدَ بْنَ عُبَادَهْ، رَمَيْنَاهُ بِسَهْمَيْنِ ... فَلَمْ يُخْطِئْ فُؤَادَهْ" (۱)

ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کیا، ہم نے ان پر ایسا تیر چلایا جو ان کے دل کو نشانہ بنانے سے نہیں چوکا، حضرت عمر بن خطاب ؓ نے اپنے بعد خلافت کے اہل دس افراد کو نامزد فرمایا اور وصیت کی کہ ان میں مشورہ سے کسی کو خلیفہ بنایا جائے، کسی ایک پر اتفاق کے بعد ان میں کوئی اتفاق نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے، غور کے لائق بات یہ ہے کہ آپ خود ان کا مقام بتا رہے ہیں کہ یہ پوری امت کے امیر بن سکتے ہیں لیکن ایسی بلند شخصیت والا بھی اگر اختلاف کرے تو بلا جھجک اسے قتل کر دینے کی وصیت کر رہے ہیں، یہ ہے اسلام میں اجتماعیت کی اور انتشار سے بچنے کی اہمیت۔

مسلمانوں کے اجتماعی نظم یعنی ریاست کی حفاظت میں کوئی جان کی بازی لگائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن اور رات سرحدوں کی حفاظت ایک مہینے کے مسلسل روزوں اور نمازوں سے بھی افضل ہے اور اگر اس دوران کسی کی وفات ہو جائے تو اس کا نیک عمل جو وہ زندگی میں کرتا تھا برابر انجام پاتا ہوا شمار کیا جائے گا اور اسے اس کا رزق ملتا رہے گا۔

"رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ، وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللهِ أُجِيرَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَجَرَى عَلَيْهِ صَالِحُ عَمَلِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"۔ (۲)

اجتماعی نظم کی اطاعت کو ایمان کی ایک ضروری علامت بتایا گیا ہے، ارشاد نبوی ہے۔

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، سعد بن عبادۃ الانصاری، حدیث ۵۳۶۰: اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور ابن سیرین کی سعد بن عبادۃ سے ملاقات نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد، باب کیف الجلوس للحاجۃ، حدیث ۱۰۱۸:)۔

(۲) المعجم الاوساط، من اسمه علي، حديث 4049 :

"وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي"۔(۱)

جس نے امیر کی فرماں برداری کی اس نے میری فرماں برداری کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی، امیر اگرچہ برائیوں میں لت پت ہو، رعایا پر ظلم کر رہا ہو، اس کی بیعت ترک کرنے کی اجازت نہیں دی گئی حالاں کہ ایسی حرکتیں اسلام کی نگاہ میں انتہائی مبغوض ہیں، امام نوویؒ نے اس طرح کی حدیثوں پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا، یہ حدیثیں اس بات کی ترغیب میں ہیں کہ اولو الامر کے احکام ہر حال میں سنے اور مانے جائیں، اور ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد برقرار ہے، کیوں کہ اختلاف ان کے لئے دینی اور دنیوی حالات کے بگاڑ کا سبب بنے گا

"قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنَاهُ تَجِبُ طَاعَةُ وُلَاةِ الْأُمُورِ فِيمَا يَشُقُّ وَ تَكْرَهُهُ النُّفُوسُ وَغَيْرِهِ مِمَّا لَيْسَ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ كَانَتْ لِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَ"۔(۲)

اسلام حکومتی دائرے کے باہر کی زندگی بھی کسی نہ کسی طرح کے اجتماعی نظم کے ساتھ بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ ﷺ ہر جماعت ہر قبیلہ اور افراد کے ہر مجموعہ پر ایک سربراہ اور نقیب متعین فرماتے جو ہر طرح کے معاملات میں ان افراد کا نگران اور ذمہ دار ہوا کرتا تھا، عقبہ ثانیہ کی بیعت کے موقع پر بنی اسرائیل کے نقباء کی انصار میں سے بارہ نقیب منتخب کروائے، امام بخاریؒ نے قبیلۂ ہوازن کے تذکرہ میں لکھا کہ آپ ﷺ نے وفد سے فرمایا اپنے امیر اور ذمہ دار کو بھیجو کہ وہ تمہارا معاملہ یہاں پیش کرے

"إِنِّي لَا أَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ

---

(۱) صحیح مسلم، باب وجوب طاعۃ الأمراء فی غیر معصیۃ، حدیث: ۱۸۳۵۔

(۲) المنهاج شرح صحیح مسلم، وجوب طاعۃ الأمراء فی المعصیۃ ۱۲/۲۲۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۲ھ۔

إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ"۔(۱)

امام ابوداوؒد نے امارت وقیادت کے مسائل کے تحت ایک باب "باب فی العرفاء" کے عنوان سے قائم کیا ہے، الاصابہ میں ہے کہ حضرت ابوعزیر نے اسلام قبول کیا تو آپ نے ان کو اپنی قوم کا سربراہ مقرر فرمادیا، حضرت رافع بن خدیج مدینہ میں اپنی قوم کے ذمہ دار اور امیر تھے قبیلہ بنونجار کے امیر ونقیب اسعد بن زرارہؓ کا انتقال ہوگیا اور اہل قبیلہ نے نقیب مقرر کرنے کے لئے حضور ﷺ سے درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارا نقیب وامیر ہوں "أنا نقيبكم"۔(۲)

دین اسلام کی ہر چیز تنظیمی شعور کو ابھارتی ہے اور کائنات میں بھی یہی روح کارفرما ہے مثلاً: جنات اور فرشتوں کے رئیس مقرر ہیں، ان کی کچھ ذمہ داریاں مقرر ہیں اور کچھ حدود وآداب متعین ہیں، اجتماعی عمل میں کام، حقوق اور ذمہ داریاں طئے ہوتی ہیں اور ان کی تکمیل ہوتبھی اجتماعی نظام انتشار اور بگاڑ سے محفوظ رہتا ہے اور کم وقت میں زیادہ کام ہوتا ہے اس کے علاوہ صالح زندگی کی تعمیر میں کسی کی رہنمائی اور نگرانی کا بڑا اثر ہوتا ہے، اس سے فرد کی بھی اصلاح ہوتی ہے اور پورے سماج کی روحانی اور اخلاقی تعمیر بھی ہوتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ"(۳) جب تم میں سے تین آدمی بھی سفر کے لئے نکلیں تو چاہیے کہ ایک کو اپنا امیر بنالیں، آپ ﷺ نے تنہا رہنے سے منع فرمایا، حضرت سعید بن مسیبؒ کا قول ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: شیطان ایک اور دو افراد کے پیچھے لگ جاتا ہے لیکن جب تین افراد ہوں تو انہیں پریشان نہیں پاتا (مالک)، حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ کہتے ہیں کہ لوگوں کی عادت تھی کہ سفر میں پڑاوَ ڈالتے تو ادھر اُدھر پھیل جاتے اور اپنی پسند کی مختلف

---

(۱) صحیح البخاری، باب العرفاء للناس، حدث: ۷۱۷۶۔

(۲) التراتیب الاداریة، باب النقباء، حدیث: ۲۰۶/۱، دار الارقم، بیروت

(۳) ابوداد، باب فی القوم یسافرون یؤمرون أحدهم، حدیث: ۸۰۹۳۔

جگہیں منتخب کرلیتے، آپ ﷺ نے دیکھا تو تنبیہ فرمائی : ارشاد فرمایا:

"إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هَذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ، إِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ"۔(۱)

اس کے بعد صحابہؓ بالکل الگ الگ ہو کر ٹھرتے یہاں تک کہ اگر ان کو ڈھانک دیا جائے تو ایک ہی کپڑے کے نیچے سب آجائیں گے، معلوم ہوا پورا سفر تو بڑی بات ہے چند گھنٹوں کا پڑاؤ بھی اپنے طور پر کرلیا جائے اور اجتماعیت باقی رکھی نہ جائے تو اسلام کو یہ قطعی گوارہ نہیں ہے، اسے وہ شیطان کی پیروی قرار دیتا ہے، علامہ شوکانیؒ ایسی حدیثوں کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ جہاں کہیں بھی تین سے زیادہ مسلمان ہوں ان کے لئے شریعت کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے میں سے ایک شخص کو اپنا امیر منتخب کرلیں کیونکہ اس طرح باہمی اختلافات سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

اور جب تین افراد کو جماعت کا حکم ہے خواہ ہو وہ کسی جنگل میں ہوں یا ایک ساتھ سفر کررہے ہوں، تو اس سے بڑی تعداد کے مسلمانوں کے لئے جو کسی گاؤں یا شہر میں ایک ساتھ رہتے ہوں نماز باجماعت بدرجہ اُولیٰ مشروع ہوگی۔

وَفِيهَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ يُشْرَعُ لِكُلِّ عَدَدٍ بَلَغَ ثَلَاثَةً فَصَاعِدًا أَنْ يُؤَمِّرُوا عَلَيْهِمْ أَحَدَهُمْ لِأَنَّ فِي ذَلِكَ السَّلَامَةَ مِنَ الْخِلَافِ الَّذِي يُؤَدِّي إِلَى التَّلَافِ، فَمَعَ عَدَمِ التَّأْمِيرِ يَسْتَبِدُّ كُلُّ وَاحِدٍ بِرَأْيِهِ وَيَفْعَلُ مَا يُطَابِقُ هَوَاهُ فَيَهْلِكُونَ، وَمَعَ التَّأْمِيرِ يَقِلُّ الِاخْتِلَافُ وَتَجْتَمِعُ الْكَلِمَةُ، وَإِذَا شُرِعَ هَذَا لِثَلَاثَةٍ يَكُونُونَ فِي فَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ أَوْ يُسَافِرُونَ فَشَرْعِيَّتُهُ لِعَدَدٍ أَكْثَرَ يَسْكُنُونَ الْقُرَى وَالْأَمْصَارَ وَيَحْتَاجُونَ لِدَفْعِ التَّظَالُمِ وَفَصْلِ التَّخَاصُمِ

(۱) ابو داد، باب ما یؤمر من انضمام العسکر، حدیث: ۲۶۲۸

أَوْلَى وَأَحْرَى"(۱)

اجتماعیت کی اہمیت کیوں ہے؟

اجتماعیت اسلام کو ایسی پسندیدہ ہے جیسے مچھلی کو پانی پسند ہوتا ہے، ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لئے ہے کہ ایمانی زندگی کی حفاظت اجتماعیت ہی سے ہوسکتی ہے، ارشاد نبوی ہے: "فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ"(۲) کیوں کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاپاتا ہے جو دور نکل جاتی ہے ارشاد ہے۔

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ، وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ"(۳)

جماعت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو اور پھوٹ کے قریب بھی نہ جاؤ، کیوں کہ شیطان اکیلے شخص کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ دو سے زیادہ سے دور ہوتا ہے، ملی اجتماعیت ایسی پناہ گاہ ہے جس کے اندر گھس کر کسی مومن کا شکار کرنا آسان نہیں ہوا کرتا، اس بات کی وضاحت کے لئے پورا دینی نظام اور ملت کی پوری تاریخ موجود ہے۔

اسلام کے احکام زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان سب پر عمل کرنے کے لئے پورے سماج اور اجتماعیت کی تائید اور موافقت ضروری ہے، اگر اجتماعیت کو وجود میں نہ لایا جائے تو دین کے ایک بڑے حصے پر عمل ناممکن ہو جاتا ہے، اور ہر اجتماعی اسلامی عمل کے مقابلہ میں جب غیر اسلامی طریقوں پر عمل سماج میں ہوتا ہے تو معاشرے

---

(۱) نیل الاوطار، وجوب نصب ولایۃ القضاء، والإمارۃ: ۲۹۴/۸، دار الحدیث، مصر، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳م

(۲) سنن النسائی، التشدید فی ترک الجماعۃ، حدیث ۸۴۷: علامہ نووی خلاصۃ الاحکام میں فرماتے ہیں اس کو ابوداود اور نسائی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۳) سنن الترمذی، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، حدیث ۲۱۶۵: امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث اور غریب ہے

میں باطل کو پسند کرنے والے اسباب پھیل جاتے ہیں، وہاں معروف کا چرچا اور منکر سے بیزاری کا ماحول نہیں رہتا، اسلامی احکام، اسلامی صفات واخلاق کے لئے وہاں کی فضا ساز گار نہیں ہوتی، ایسی حالت میں قدرتی طور پر ایک عام مسلمان کے لئے نیک بننا بہت مشکل و برا بننا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

اس کے مقابلے میں اگر اسلامی اجتماعیت قائم ہو تو اسلامی اعمال اور اخلاق وافکار کی پروش ہوتی ہے، بندگی واطاعت کا ٹھیک ٹھیک حق ادا کیا جاسکتا ہے اور قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے :یدُ اللہ علی الجماعة"(۱)

جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے

اتحاد واجتماعیت سے امت کو طاقت اور شوکت حاصل ہوتی ہے، جس کی وجہ سے دوسری اقوام کے سامنے اسلام کا کامل نمونہ پیش کرنا، بے انصافی اور ظلم کو قوت کے ساتھ روکنا اور اسلام کی دعوت ساری رکاوٹوں کو توڑ کر تمام انسانوں تک پہنچانا امت کے لئے آسان ہو جا تا ہے جو امت کا مقصد وجود ہے، نبیوں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد اب امت کا کام اللہ کا پیغام سب تک پہنچانا ہے۔ (۲)

(۱) سنن النسائی، من فارق الجماعة، حدیث ۴۰۲۰ : یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ حسن درجے کی ہے۔

(۲) ماخوذ از: تعمیر امت، حضرت مولانا شفیع الدین صاحب نقشبندی دامت برکاتہم

باجماعت نماز کا مقام اہمیت وفضیلت

جماعت کا معنی

جماعت لغوی طور پر ”جمع“ سے مشتق ہے اور ”جمع“ کہتے ہیں الگ الگ چیزوں کو جوڑنا اور کئی چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا کرنا؛ جیسا کہ کہا جاتا ہے ”لوگوں نے بلایا اور سب اکٹھا ہو گئے“ اس کو لغوی اعتبار سے جماعت کہا جاتا ہے، کہ لوگ کسی ایک مقصد کے تحت جمع ہو جائیں، انسانوں کے علاوہ جانوروں اور نباتات کے اجتماع کو بھی جماعت کہا جاسکتا ہے۔(۱)

فقہا کی اصطلاح میں ایک امام کے پیچھے اجتماعی طور پر نماز کی ادائیگی کا نام جماعت ہے۔(۲)

نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام بخاریؒ نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے:

”میں اپنی قوم کے ایک گروہ کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیس رات ٹھہرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مہربان اور نرم دل تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارا اپنے گھر والوں کے لیے اشتیاق دیکھا، تو فرمایا:

”اِرْجِعُوا، فَكُونُوا فِيهِمْ، وَعَلِّمُوهُمْ، وَصَلُّوا۔ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ“۔(۳)

”تم لوٹ جاؤ اور انہیں میں رہو، انہیں تعلیم دینا اور نماز پڑھنا۔ جب نماز کا وقت آئے، تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان دے اور تم میں سے سب سے بڑی عمر والا تمہاری

---

(۱) بدائع الصنائع، فصل فی بیان مایفعل بعدفوات الجماعة: ۱/۱۵۶، دار الکتب العلمیة، بیروت

(۲) قاموس الفقہ، جماعت ۳: ۱۶/، زمزم پبلشرز

(۳) صحیح البخاری، باب من قال: لیؤذن فی السفر مؤذن واحد، حدیث: ۶۲۸

امامت کروائے۔"

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے نماز کا وقت آنے پر اذان اور امامت کا حکم دیا۔ امامت کا حکم دینے کا مقصود یہی ہے، کہ نمازِ باجماعت ادا کی جائے، اور یہ محلہ کی پہلی جماعت میں ہوتا ہے جماعت ثانیہ میں اذان نہیں ہوتی۔

آنحضرت ﷺ کا کسی بات کے لیے حکم دینا، اس کے واجب ہونے پر ہی دلالت کرتا ہے، امام ابن قیمؒ اس حدیث سے باجماعت نماز کے واجب ہونے پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَوَجْهُ الِاسْتِدْلَالِ بِهِ أَنَّهُ أَمَرَ بِالْجَمَاعَةِ، وَأَمْرُهُ يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوبِ" (۱)

"اور اس سے وجہ استدلال یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے جماعت کا حکم دیا اور آنحضرت ﷺ کا حکم دینا وجوب پر دلالت کرتا ہے"۔

نماز باجماعت کے متعلق حکمِ نبوی ﷺ کے حوالے سے دو باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ نے باجماعت نماز قائم کرنے کا حکم صرف اسی وقت نہیں دیا، کہ جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہو؛ تین اشخاص کے موجود ہونے پر بھی اس کا حکم دیا، امام مسلمؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب وہ تین ہوں، تو ان میں سے ایک ان کی امامت کروائے اور ان میں امامت کا سب سے زیادہ مستحق سب سے زیادہ ہے (قرآنِ کریم) پڑھنے والا ہے۔"

"إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ، وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ"۔ (۲)

حضرت ﷺ نے تین اشخاص موجود ہونے پر ہی نہیں، بلکہ صرف دو اشخاص موجود ہونے کی صورت میں بھی باجماعت نماز کا حکم دیا ہے۔

ب: باجماعت نماز کی فرضیت کی مزید تاکید اس بات سے ہوتی ہے، کہ آنحضرت ﷺ

---

(۱) الصلاة وأحكام تاركها، ابن القيم: ۱/۱۰٦، مكتبة الثقافة بالمدينة المنورة۔

(۲) صحيح مسلم، باب من أحق بالإمامة، حديث: ٦٧٢

نے سفر کا ارادہ کرنے والے دو اشخاص کو با جماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ امام بخاریؒ نے حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

''سفر کا ارادہ کرنے والے دو اشخاص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم دونوں نکلو، تو اذان کہو، پھر اقامت کہو، پھر تم دونوں میں سے بڑی عمر والا تمہاری امامت کروائے''۔

''إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا''۔(۱)

نماز باجماعت کی اہمیت

شریعت میں باجماعت نماز ادا کرنے کی بڑی فضیلت اور بڑی سخت تاکید آئی ہے ''وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ''(۲) نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو یعنی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو ''ای صلوا مع المصلين يعني المسلمين''(۳) اور بعض روایات میں ہے کہ یہود نماز تو پڑھتے تھے؛ لیکن رکوع نہیں کرتے تھے، تو انھیں حکم دیا گیا کہ اللہ کے لئے نماز پڑھو اور رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع کرو، اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہود نماز تو پڑھتے تھے؛ لیکن جماعت سے نہیں پڑھتے تھے/ بلکہ تنہا پڑھتے تھے اور یہ نماز اپنے رب کے لئے نہیں ہوتی تھی، تو اللہ تعالی نے انہیں حکم دیا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور صحابہؓ کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرو

''قيل الهيود كانوا يصلون ولا يركعون، فامروا ان يصلوا لله ويركعون فيها على ما يفعل المسلمون ،وقيل انهم كانوا يصلون وحدانا لغير الله، فامروا با لصلاة مع النبى ﷺ

---

(۱)صحيح البخارى، باب الأذان للمسافر، حديث : ۶۳۰

(۲)سورہ بقرہ ۴۳ :۲

(۳)تفسير الماتريدى : ۴۴۸/۱، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى:۱۴۲۶ھ- ۲۰۰۵م۔

واصحابه بالجماعة وفيه امر بحضور الجماعة"۔(۱)

امت محمدیہ ﷺ کے لیے اہم عبادت

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم حضرت محمد ﷺ کی امت کے لئے نماز باجماعت سے زیادہ کوئی اور اہم چیز میرے علم میں نہیں ہے

"والله ما اعرف من امر محمد ﷺ شيئا الا انهم يصلون جميعا"(۲)

مسجد کی طرف اٹھنے والے قدموں کے نشانات کا تحریر کیا جانا

امام مسلمؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے (کہ) انہوں نے بیان کیا: بنو سلمہ، انصار کا ایک مشہور قبیلہ ہے، (سلمہ) لام کے زیر کے ساتھ ہے، عرب میں اس کے علاوہ کسی اور قبیلہ کا نام لام کے زیر کے ساتھ نہیں (۳) انھوں نے مسجد (نبوی) کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔

انہوں نے بیان کیا: "اور (مسجد کے قریب میں) جگہیں خالی تھیں۔ نبی کریم ﷺ وہ کو یہ (خبر) پہنچی، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "يابني سلمه: دياركم تكتب آثاركم"
"اے بنو سلمہ: اپنے گھروں (ہی) میں رہو۔ تمہارے (قدموں کے) نشانات قلم بند ہوتے ہیں۔"

سوانہوں نے کہا: "ماكان يسرنا انا كنّا تحولنا"(۴) "ہمیں یہ پسند نہ تھا، کہ ہم

---

(۱) تفسیر الماتریدی: ۱/۴۴۸، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى: ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵م۔

(۲) صحيح البخاري، باب فضل صلوة الفجر في جماعة، حديث ۶۵۰

(۳) "وبنو سلمة بكسر اللام قبيلة معروفة من الأنصار رضي الله عنهم" شرح النووی (المنہاج): فضل الصلاة المكتوبة في جماعة ۵: ۱۶۹/، دار احياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۲ ھ

(۴) صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل كثرة الخطا الى المساجد، رقم الحديث ۲۸۔(۶۶۵)

منتقل ہو چکے ہوتے۔"

امام نوویؒ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: "معناه: الزموا دیارکم، فانکم اذا لزمتموها کتبت آثارکم وخطاکم الکثیرة الی المسجد" (۱)

اس سے مراد یہ ہے: اپنے گھروں میں ہی رہو؛ کیوں کہ ان میں رہنے کی صورت میں مسجد کی طرف اٹھنے والے تمہارے (قدموں کے) بہت سے نشانات لکھے جاتے ہیں۔"

مسجد کی طرف چلنے کا ثواب لکھنے میں مقرب فرشتوں کا تکرار

نماز باجماعت کی خاطر آنے کے فضائل میں سے ایک بات یہ ہیکہ مقرب فرشتے اس غرض سے [پیدل چلے آنے] کے عمل کو احاطۂ تحریر میں لانے اور اسکی رپورٹ بارگاہ رب العالمین میں پیش کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے میں آپس میں تکرار کرتے ہیں۔

امام ترمذیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أتاني ربي تبارك وتعالى في أحسن صورة"۔ "آج شب میرے رب میرے پاس بہترین صورت میں تشریف لائے۔"

انہوں (یعنی راوی) نے کہا: "احسبه قال: "فی المنام" میرا خیال یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : "نیند (یعنی خواب) میں۔" (پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا) انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے ارشاد فرمایا: "يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟" اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کو معلوم ہیکہ برگزیدہ فرشتے کس چیز میں جھگڑتے ہیں؟"

میں نے کہا:

"نَعَمْ، فِي الْكَفَّارَاتِ، وَالْكَفَّارَاتُ الْمُكْثُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، وَالْمَشْيُ عَلَى الْأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ، وَإِسْبَاغُ

---

(۱) شرح النووی (المنهاج)۔، فضل الصلاة المکتوبة فی جماعة: ۱۶۹/۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة: ۱۳۹۲ھ

الوُضُوءِ فِي المَكَارِهِ۔"

(۱)"جی (ہاں) کفارات میں اور کفارات (یہ ہیں) نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا، پیدل چل کر باجماعت نماز کی طرف جانا اور نہ چاہنے کے باوجود مکمل وضو کرنا۔"

باجماعت نماز کے لئے پیدل جانے کی قدر ومنزلت اجاگر کرنے کے لئے یہ بات بہت کافی ہے کہ برگزیدہ فرشتے اس عمل کے تحریر کرنے اور بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے میں سبقت کے خاطر جھگڑتے ہیں۔

مسجد پیدل چلنے کا عمل دارین میں باعافیت ہونے کا سبب ہے

سابقہ حدیث ہی میں ہے: "وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَمَاتَ بِخَيْرٍ" (حدیث کی تخریج سابقہ حاشیہ میں ملاحظہ فرمالیں) "اور جس نے یہ (یعنی حدیث میں ذکر کردہ تین اعمال) کئے، وہ عافیت سے زندگی بسر کرے گا اور اسے خیریت سے موت آئے گی۔" موت وحیات کا باعافیت ہونا کس قدر عظیم الشان انعام ہے۔

مسجد پیدل چلنا گناہوں کے مٹنے اور بلندئ درجات کا سبب ہے

سابقہ حدیث میں یہ بھی ہے: "وَكَانَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔" (حدیث کی تخریج سابقہ حاشیہ میں ملاحظہ فرمالیں) "وہ اپنی ماں کے اسے جنم دینے کے دن کی طرح اپنے گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔"

باجماعت نماز سے واپسی پر گناہوں کا مٹنا اور درجات کا بلند ہونا

گناہوں کا مٹنا اور درجات کا بلند ہونا، صرف مسجد کی طرف جانے پر ہی نہیں، بلکہ واپس آنے پر بھی یہی ثواب ملتا ہے۔ حضرات ائمہ، ابن حبان اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن

---

(۱) جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ ص، ۵/ ۳۴۵۔ ۷۵

عمروؓ سے روایت نقل کی ہے،کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ رَاحَ إِلَى مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ فَخطْوَةٌ تَمْحُو سَيِّئَةً، وَخَطْوَةٌ تُكْتَبُ لَهُ حَسَنَةٌ، ذَاهِبًا وَرَاجِعًا“(۱) ”جو شخص جماعت والی مسجد کی طرف جائے،تو (اس کا) ایک قدم گناہ مٹاتا ہے اور (دوسرے) قدم کیوجہ سے نیکی لکھی جاتی ہے جاتے ہوئے (بھی) اور واپس آتے ہوئے (بھی)“

فرض نماز کی خاطر نکلنے والے حاجی کے مانند اجر پائے گا

امام احمدؒ اور امام ابوداوٗدؒ نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت نقل کی ہے،کہ انہوں نے بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ“(۲) اپنے اچھی طرح پاک صاف ہوکر فرض نماز کے لئے روانہ ہونے والے کا اجر احرام باندھ کر حج کرنے والے شخص کے اجر کی مانند ہے۔“

آنحضرت ﷺ کے ارشاد [کاجر الحاج المحرم] ”احرام والے حاجی کے اجر کے مانند ہے“ کی شرح میں علامہ زین العرب رقم طراز ہیں: ”قَالَ زَيْنُ الْعَرَبِ أَيْ كَامِلُ أَجْرِهِ۔“(۳) ”اس (حج) کا پورا ثواب۔“

---

(۱) مسند احمد،عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ،حدیث ۶۵۹۹:۔علامہ ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں: اس کو امام احمد طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے،طبرانی کے رجال صحیح کے رجال ہیں،امام کے رجال میں ابن لہیعہ ہے، مجمع الزوائد،باب المشی إلی المساجد،حدیث ۲۰۷۲:۔)

(۲) '(مسند ابوداوٗد،باماجاء فی فضل المشی إلی المساجد،حدیث ۵۵۸:۔علامہ نووی نے خلاصۃ الأحکام ۱/۳۱۳،باب فضل المشی إلی المساجد میں کہا ہے: اس روایت کو ابوداوٗد نے روایت کیا ہے،اس کی سند حسن یا صحیح ہے۔

(۳) عون المعبود شرح سنن ابی داؤد،باب ماجاء فی فضل المشی إلی المساجد: ۲/۱۸۵،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الثانیۃ،۱۴۱۵ھ۔

اللہ اکبر! پاک صاف ہو کر فرض نماز کی خاطر مسجد جانے کا ثواب کتنا عظیم الشان اور زیادہ ہے! توفیق الٰہی سے اس کی وجہ سے ہر روز پانچ، ہفتے میں پینتیس، مہینے میں ایک سو پچاس اور ایک سال میں ایک ہزار سات سو پچھتر بار حج کرنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے، اگر اس قدر عظیم المرتبت اور اتنا زیادہ ثواب صرف جانے پر ہے، تو سنت کے مطابق نماز باجماعت ادا کرنے پر اجر کیسا اور کتنا ہوگا؟ اللھم ربنا لاتحرمنا منه انک انت السمیع المجیب (اے اللہ! ہمارے رب! ہمیں اس (ثواب) سے محروم نہ فرما۔ یقیناً آپ ہی خوب سننے والے اور فریادوں کو پورا کرنے والے ہیں۔)

مسجد کی طرف ہر آنے جانے پر جنت میں مہمانی کی تیاری

امام بخاری ؒ اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ إِلَيْهِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ۔"(۱) "جو شخص مسجد کی طرف آئے جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر آنے یا پلٹنے پر اس کے لیے جنت میں ایک مہمانی تیار فرماتے ہیں۔

نون اور زاء دونوں کے پیش کے ساتھ اور اس سے مراد وہ جگہ ہے، جو مسجد کی طرف جانے یا وہاں سے پلٹنے کے صلے میں اللہ تعالیٰ تیار کرتے ہیں، اس معنیٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام بن حبان نے درجِ ذیل عنوان تحریر کیا ہے: ذکر اعداد اللہ المنزل فی الجنة للغادی و الرائح الی الصلوة"(۲)

[نماز کی طرف جانے اور اس سے واپس آنے والے کی خاطر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گھر تیار کرنے کا ذکر]

اللہ اکبر! مسجد کی طرف نماز کیلئے آنے جانے کا صلہ کتنا زیادہ اور کس قدر عظیم ہے! ہر

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل من غدا إلی المسجد و من راح، ۶۶۲

(۲) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الصلوة، باب الامامة و الجماعة، ۵/۳۸۵

جانے اور وہاں سے آنے پر جنت میں ایک گھر یا ایک ضیافت کا تیار ہونا، اس طرح ہر روز دس، ہر مہینے کم وپیش تین سو اور ہر سال میں تقریباً تین ہزار پانچ سو پچاس جنت کی ضیافتیں یا جنت کے محلات تیار کئے جائیں۔

پھر ان ضیافتوں یا محلات کی عمدگی، اچھائی ونفاست کیسی ہوگی، کہ ان کے تیار کرنے والے خود خالق کائنات اللہ عزوجل ہے۔

اللھم لاتحرمنامنھا، ولااولادنا، واخواننا، واخواتناو لادھم والمسلمین والمسلمات اجمعین، آمین یاحیی یاقیوم۔

نماز باجماعت سے اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا

امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:
میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’إِنَّ اللہَ لَيَعْجَبُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْجَمِيعِ ‘‘ (۱) ’’بے شک اللہ تعالیٰ باجماعت نماز سے خوش ہوتے ہیں‘‘۔

فائدہ: وہ شخص کتنے عظیم بخت والا ہے، جسے اپنے رب کریم کو راضی کرنے والے عمل کی توفیق میسر ہو۔

کامل وضو کے ساتھ نمازِ باجماعت ادا کرنے پر گناہ معاف

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

’’مَنْ تَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ أَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ

(۱) مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حدیث ۵۱۲۲: علامہ ہیثمی فرماتے ہیں، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد، باب انتظار الصلاۃ، حدیث ۲۱۴۱۔

غَفَرَ اللہُ لَہُ ذُنُوبَہُ"۔(۱)

جس شخص نے نماز کے لئے وضو کیا، تو کامل وضو بنایا، پھر فرض نماز کی خاطر چلا اور اسے لوگوں کے ساتھ یا جماعت کے ساتھ یا مسجد میں ادا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف فرمادیا۔

تکبیر تحریمہ کے ساتھ چالیس دن نماز

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ صَلَّى لِلّٰهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًافِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الأُولىٰ كُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ، بَرَاءَةٌمِنَ النَّارِوَبَرَاءَةٌمِنَ النِّفَاقِ"(۲)

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے (یعنی اخلاص سے تکبیر تحریمہ پانے ہوئے چالیس دن باجماعت نماز ادا کی تو اس کے لیے نجات کے دو پروانے تحریر کیے جاتے ہیں، (دوزخ کی) آگ سے آزادی کا پروانہ اور نفاق سے براءت کا پروانہ۔ "من صلي لله، أي خالصا: أربعين يوما أي وليلة"۔(۳)

حدیث کی شرح میں علامہ طیبی رقم طراز ہیں: اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں منافق کے اعمال سے محفوظ رکھتے ہیں اور مخلص لوگوں کے کاموں کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں دوزخ میں منافق کو دیئے جانے والے عذاب سے بچالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے

---

(۱) (صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، والصلاة عقبه، حدیث: ۲۳۲

(۲) جامع ترمذی، ابواب الصلوات، باب فی فضل التکبیرۃ الاولی، الحدیث ۲۴۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، جس کے رجال ثقہ ہیں، تخريج أحاديث إحياء علوم الدين: ۱/۳۳۴، دار العاصمة للنشر، الرياض، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۷م

(۳) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۳: ۸۸۰/، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۲م)

گواہی دیں گے کہ یقیناً وہ منافق نہیں، کیوں کہ منافق لوگ تو نماز کے لیے اٹھتے ہوئے سست ہوتے ہیں اور اس کی کیفیت تو ان کے برعکس ہے۔

"يؤمنه في الدنيا أن يعمل عمل المنافق، ويوفقه لعمل أهل الإخلاص، وفي الآخرة يؤمنه بما يعذب به المنافق من النار أو ليشهد له أنه غير منافق، فإن المنافقين إذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى، وحال هذا بخلافهم" (۱)

ستائیس درجہ افضل

جماعت کے ساتھ پڑھی گئی نماز تنہاء پڑھی گئی نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے

"صَلَاةُ الجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً"۔ (۲)

جماعت کی نماز پڑھنے پر مغفرت

سعید ابن مسیبؒ کہتے ہیں: ایک انصاری کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے کہا: میں تم لوگوں کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں اور اسے صرف ثواب کی نیت سے بیان کر رہا ہوں، میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کیلئے نکلے تو وہ جب بھی اپنا قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالی اس کیلئے ایک نیکی لکھتا ہے: اور جب بھی اپنا بایاں قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالی اس کی برائی مٹا دیتا ہے؛ لہذا تم میں سے جس کا جی چاہے مسجد کے قریب رہے اور جس کا جی چاہے مسجد سے دور رہے، اگر وہ مسجد میں آیا اور اس نے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی تو اسے بخش دیا جائے گا اور اگر وہ مسجد اس وقت آیا جب کہ (جماعت شروع ہو چکی تھی اور) کچھ رکعتیں لوگوں نے پڑھ لی

---

(۱) الكاشف عن حقائق السنن، شرح مشكاة للطيبي، باب ما على المأموم من المتابعة ۴: ۱۱۶۵/، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۱۷: ھ۔ ۱۹۹۷م)

(۲) صحیح بخاری، باب فضل صلوۃ الجماعۃ، حدیث ۶۴۰: صحیح مسلم، باب۔۔۔حدیث ۶۵۰: سنن ترمذی، باب۔۔۔حدیث ۲۱۵:

تھیں اور کچھ باقی تھیں پھر اس نے جماعت کے ساتھ جتنی رکعتیں پائیں پڑھی اور جو رہ گئی تھیں بعد میں پوری کی تو وہ بھی اسی طرح (اجر وثواب کا مستحق) ہوگا، اور اگر وہ مسجد میں اس وقت پہنچا جب کہ نماز ختم ہو چکی تھی اور اس نے اکیلے پوری نماز پڑھی تو وہ بھی اسی طرح ہوگا۔

”عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: حَضَرَ رَجُلا مِنَ الأَنْصَارِ الْمَوْتُ فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا مَا أُحَدِّثُكُمُوهُ إِلا احْتِسَابًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلاةِ، لَمْ يَرْفَعْ قَدَمَهُ الْيُمْنَى إِلا كَتَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ حَسَنَةً، وَلَمْ يَضَعْ قَدَمَهُ الْيُسْرَى إِلا حَطَّ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ سَيِّئَةً، فَلْيُقَرِّبْ أَحَدُكُمْ أَوْ لِيُبَعِّدْ، فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى فِي جَمَاعَةٍ غُفِرَ لَهُ، فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا بَعْضًا وَبَقِيَ بَعْضٌ صَلَّى مَا أَدْرَكَ وَأَتَمَّ مَا بَقِيَ كَانَ كَذَلِكَ فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا فَأَتَمَّ الصَّلاةَ كَانَ كَذَلِكَ (۱)

باجماعت نماز آدھی رات عبادت کا ثواب

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے ادا کرے تو اسے آدھی رات عبادت کا ثواب حاصل ہوگا، اور جو شخص فجر کی نماز جماعت سے ادا کرے گا اسے بقیہ آدھی رات کا ثواب ملے گا:

”مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ“ (۲)

(۱) سنن ابوداؤد: باب ماجاء فی الهدی فی المشی إلی الصلاۃ، حدیث ۵۶۳:، البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔)
(۲) سنن الترمذی: ، باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعة، حدیث ۲۲۱، خلاصۃ الاحکام، باب بیان فضلها والحدیث علیها، حدیث ۲۲۳۵: ، میں علامہ نووی نے فرماتے ہیں: اس کو امام ترمذی کہتے ہیں: یہ روایت حسن اور صحیح ہے۔)

پچیس درجہ زیادہ ثواب

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ : آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایاکہ : آدمی کا اپنے گھر یا بازار میں (اکیلے) نماز پڑھ لے نے سے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا پچیس درجہ زیادہ ثواب کاباعث ہے

"صَلاَةُ الرَّجُلِ فِي الجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلاَتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَفِي سُوقِهِ، خَمْسًا وَعِشْرِينَ ضِعْفًا" (۱)

سب سے پسندیدہ نماز

حضرت قباث بن اشیم لیثیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا : دو آدمیوں کی جماعت کی نماز اللہ تعالی کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ نماز سے پسندیدہ ہے ،اور چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی علیحدہ نماز سے پسندیدہ ہے،اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز سو(۱۰۰) آدمیوں کی تنہا پڑھی گئی نماز سے پسندیدہ ہے،

"قال رسول الله ﷺ :صَلَاةُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ أَزْكَى عِنْدَ اللهِ مِنْ صَلَاةِ أَرْبَعَةٍ تَتْرَى، وَصَلَاةُ أَرْبَعَةٍ يَؤُمُّهُمْ أَحَدُهُمْ أَزْكَى عِنْدُ اللهِ مِنْ صَلَاةِ ثَمَانِيَةٍ تَتْرَى، وَصَلَاةُ ثَمَانِيَةٍ يَؤُمُّهُمْ أَحَدُهُمْ أَزْكَى عِنْدَ اللهِ مِنْ صَلَاةِ مِائَةٍ تَتْرَى" (۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ نماز وہ ہے جس کی

---

(۱) صحيح البخاري، باب فضل صلوۃ الجماعۃ، حدیث: ۶۴۷:

(۲) المعجم الكبير للطبرانی، قباث بن اشیم اللیثی، وھو قباث بن أشيم، حدیث ۷۳: علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو بزار اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور طبرانی کے رجال ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد، باب فی صلاۃ العشاء الآخرۃ فی جماعۃ، حدیث: ۲۱۴۲

جماعت میں زیادہ افراد شامل ہوں۔

فائدہ یادرہے کہ اس حدیث میں جماعت کی اہمیت بتانا ہے نہ کہ مسجد کی جماعت اولیٰ کی اہمیت ختم کرکے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنانے کی ترغیب نہیں، ورنہ اس حدیث کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کبھی عمل نہیں کیا گیا کہ مسجد کی جماعت ترک کرکے دو دو چار چار صحابہ اپنی اپنی جماعت بنا کر نماز ادا کر رہیں ہوں۔

۸۔جو جتنا دور سے مسجد چل کر جماعت میں شریک ہوگا اس کا اجر اتنا ہی زیادہ ہوگا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مسجد سے جتنا دور ہوگا اتنا ہی اس کا ثواب زیادہ ہوگا۔

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ الأَبْعَدُ فَالأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرً“(۱)

جماعت کا انتظار کرنے پر فرشتوں کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی با جماعت نماز اس کے گھر یا بازار کی نماز سے پچیس درجہ بڑھ کر ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ تم میں سے کوئی جب اچھی طرح وضو کرکے مسجد آئے اور نماز کے علاوہ کوئی اور چیز اس کے پیش نظر نہ رہی ہو تو وہ جو بھی قدم اٹھائے گا اس کے بدلے میں اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف ہوگا، یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے، پھر جب وہ مسجد میں پہنچ گیا تو نماز ہی میں رہا جب تک کہ نماز اسے روکے رہی، اور فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک وہ اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے، فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ!

---

(۱) سنن ابی داود باب ما جاء فی فضل المشی إلی الصلاۃ، حدیث ۵۵۶:، امام حاکم مستدرک: من کتاب ال إمامة وصلاة الجماعة، حدیث ۷۵۲:، میں فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے، اس کے راوی مدنی ہیں، علامہ ہیثمی نے ان کی تائید کی ہے (۔

اسے بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم فرما، اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما، (اور یہ دعا برابر کرتے رہتے ہیں) جب تک کہ اس مجلس میں (جہاں وہ بیٹھا ہے) کسی کو تکلیف نہ دے یا وضو نہ توڑ دے۔

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: صَلاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلاتِهِ فِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِك بِأَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ لا يُرِيدُ إِلا الصَّلاةَ وَلايَنْهَزُهُ إِلا الصَّلاةُ ثُمَّ لَمْ يَخطُ خُطْوَةً إِلا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ بِهَا عَنْهُ خَطِيئَةٌ حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلاةُ هِيَ تَحْبِسُهُ وَالْمَلائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ يَقُولُونَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ، أَوْ يُحْدِثْ فِيه“ (۱)

۱۰۔امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ’بے شک اللہ تعالیٰ باجماعت نماز سے خوش ہوتے ہیں‘۔ ”ان اللہ لیعجب من الصلاۃ فی الجمیع“(۲)

نماز باجماعت کی فرضیت

قرآن مجید کی آیت ’ورکعوا مع الراکعین“ کے تحت حافظ ابن جوزیؒ نے قلم بند کیا

---

(۱) (سنن ابوداود: باب ماجاء فی المشی إلی الصلاۃ، حدیث ۵۵۹:، البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۲) مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حدیث ۵۱۲۲ :، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد، باب انتظار الصلاۃ، حدیث :۲۱۴۱

ہے: "ای صلوا مع المصلین" (۱) یعنی تم نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کرو۔

ب: قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے: یعنی ان (نمازیوں) کی جماعت میں (تم نماز ادا کرو)۔ "ای فی جماعتھم" (۲)

ج: علامہ ابوبکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ حنفی باجماعت نماز کے وجوب کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

"اما الکتاب فقولہ تعالیٰ: {وارکعوا مع الراکعین} امر اللہ تعالیٰ بالرکوع مع الراکعین، وذلک یکون فی حال المشارکۃ فی الرکوع، فکان امرا باقامۃ الصلاۃ بالجماعۃ، ومطلق الامر لوجوب العمل" (۳)

قرآن کریم (کے نماز باجماعت کے وجوب کے دلائل میں) سے ارشاد باری تعالیٰ:

ترجمہ: اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم دیا ہے اور نماز کی تعمیل (رکوع کرنے والوں کے ساتھ) رکوع میں شمولیت سے ہوتی ہے۔ اس طرح یہ باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے اور قرینے یا رکاوٹ سے خالی (صیغہ) امر عمل کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابن منذر لکھتے ہیں: "ولما امر اللہ عزوجل بالجماعۃ فی حال الخوف دل علی ان ذلک فی حال الامن اوجب"۔ (۴)

---

(۱) زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی: ۶۱/۱، دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی: ۱۴۲۲ھ

(۲) تفسیر البیضاوی، سورۃ البقرۃ: ۷۷/۱، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی: ۱۴۱۸ھ

(۳) بدائع الصنائع، فصل بیان من تجب علیہ الجماعۃ: ۱۵۵/۱، دار الکتب العلمیۃ، بروت، الطبعۃ الثانیۃ: ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶م، الصلاۃ وأحکام تارکھا ابن القیم: ۱۰۲/۱، مکتبۃ الثقافۃ بالمدینۃ المنورۃ

(۴) الأوسط فی السنن والاجماع والاختلاف للمنذری، ذکر تخوف النفاق علی تارک شھود العشاء: ۱۳۴/۴، دار طیبۃ الریاض، السعودیۃ

اللہ تعالیٰ کا حالت خوف میں نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حالتِ امن میں اس کا واجب ہونا مزید بڑھ جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس آیتِ شریفہ سے ایک اور پہلو سے باجماعت نماز کی فرضیت پر استدلال کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

انه سن صلاةالخوف جماعة ،وسوغ فيها مالا يجوز لغير عذر كاستدبار القبلة،والعمل الكثير،فانه لايجوز لغيرعذر بالاتفاق ،وكذلك مفارقةالامام قبل السلام عندالجمهور، وكذلك التخلف عن متابعة لا مام ، كمايتاخرالصف المؤخر بعدركوعه مع الامام اذاكان العدو امامهم۔

"قالوا:وهذه الامورتبطل الصلاةلوفعلت بغيرعذر،فلولم تكن الجماعة واجبةً،بل مستحبةًلكان قدالتزم فعل محظور مبطل للصلاة، وتركت المتابعة الواجبةفى الصلاةلاجل فعل مستحب،مع انه قدكان من الممكن ان يصلوا وحداناً صلاةتامةً،فعلم انهاواجبة"(۱)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نمازِ خوف باجماعت ادا کرنے کا طریقہ سکھلایا اور ایسے کاموں کی اجازت دی، جن کا بلاعذر کرنا درست نہیں، جیسے کہ نماز میں قبلہ کی طرف پشت کرنا، عمل کثیر؛ کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے، کہ بلاعذر ایسا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح جمہور کے نزدیک سلام سے پہلے امام سے الگ ہونا اسی طرح امام کی متابعت سے گریز کرنا جیسے کہ دشمن کے سامنے ہونے کی صورت میں پچھلی صف والوں کا امام کے ساتھ رکوع کے بعد پیچھے ہٹنا۔

علماء نے بیان کیا: ان کاموں کے بلاعذر کرنے سے نماز باطل ہو جاتی اگر جماعت

---

(۱) مجموع الفتاوى، لابن تيمية، آدلة من قالوا بالوجوب :۲۲۷/۲۳،مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف المدينة النبوية،المملكة العربية السعودية،عام النشر :۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵م۔

واجب کی بجائے مستحب ہوتی، تو اس پر نماز فاسد کرنے والا ممنوعہ کام کرنا لازم آتا، ایک مستحب کام کی خاطر امام کی متابعت جو کہ واجب ہے، کا ترک کرنا لازم آتا ہے؛ حالانکہ یہ ممکن تھا کہ وہ انفرادی طور پر پوری نماز ادا کر لیتے، اس سے معلوم ہوا کہ بلا شبہ وہ یعنی جماعت واجب ہے۔

اسی کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ رقم طراز ہیں: اور جماعت کو واجب کہنے والے کا اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کس قدر خوبصورت ہے کہ نماز کے بہت سے اعمال سے جماعت کی وجہ سے چشم پوشی کی گئی اگر وہ واجب نہ ہوتی تو ایسا کرنا درست نہ ہوتا۔

"وما أحسن ما استدل به من ذهب إلى وجوب الجماعة من هذه الآية الكريمة حيث اغتفرت افعال كثيرة لاجل الجماعة، فلو لا انها واجبة ما ساغ ذلك"(۱) "وانه لم يرخص لهم في تركها حال الخوف"(۲)

آیت سے طریقۂ استدلال

مذکورہ آیت شریفہ سے استدلال متعدد پہلوؤں سے ہے۔

پہلی بات: اللہ تعالیٰ کا باجماعت نماز کا حکم دینا، پھر اپنے ارشادِ گرامی "وطائفة اخرى لم يصلوا فليصلوا معك" کے ساتھ دوسرے گروہ کے لیے اس حکم کا اعادہ فرمانا۔

اس میں دلیل ہے کہ جماعت فرض عین ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے گروہ کے اسے ادا کرنے سے دوسرے گروہ سے اسے ساقط نہیں کیا، مزید برآں اگر جماعت سنت ہوتی تو اسے ساقط کرنے کے لیے سب سے بڑا عذر خوف تھا اور اگر فرض کفایہ ہوتی تو پہلے گروہ کے ادا کرنے سے ساقط ہو جاتی۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، سورة النساء: ۳۵۴/۲، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ۔

(۲) الصلاة، وأحكام تاركها، لابن القيم: ۱۰۰/۱، مكتبة الثقافة بالمدينة المنورة۔

آیت میں اس کے فرض ہونے کی دلیل تین اعتبارات سے ہیں:

اللہ تعالی کا پہلے اس کا حکم دینا، پھر دوسری مرتبہ اسی کا حکم دینا، حالت خوف میں اسے چھوڑنے کی انہیں اجازت نہ دینا، شیخ ابن باز نے فتاوی علماء البلد الحرام ص ۱۷۳ پر اس آیت کریمہ سے باجماعت نماز کی فرضیت پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے: ''جب اللہ سبحانہ نے حالت جنگ میں نماز باجماعت کو واجب کیا ہے تو حالت امن میں اس کا وجوب کیسا ہوگا؟ اگر کسی کو جماعت کے ساتھ نماز چھوڑنے کی رخصت ہوتی تو دشمن کے مقابلے میں صف آراء لوگوں کو ہوتی جن پر کسی بھی وقت دشمن حملہ آور ہوسکتا تھا۔ جب ان کے لیے اجازت حاصل نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ باجماعت نماز ادا کرنا سب سے زیادہ ضروری واجبات میں سے ہے اور کسی کے لیے بھی اس سے پیچھے رہنا جائز نہیں۔

''فاوجب سبحانه اداءالصلاةفى الجماعة فى الحرب فيكف بحال السلم؟ ولو كا احديسامح فى ترك الصلاةفى جماعةلكان المصافون للعدو المهد دون بهجومه عليهم اولى بان يسمع لهم فى ترك الجماعة۔فلمالم يقع ذلك علم ان اداءالصلاةفى جماعة من اهم الواجبات،وانه لايجوز لاحدالتخلف عنه''(۱)

نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام بخاریؒ نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے:

''میں اپنی قوم کے ایک گروہ کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیس رات ٹھہرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مہربان اور نرم دل

---

(۱) مجموع فتاوى ابن باز، التهاون بأداء صلاة الجماعة منكر عظيم: ۱۵/۱۲، رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء بالمملكة العربية السعودية۔

تھے، جب آحضرت ﷺ نے ہمارا اپنے گھر والوں کے لیے اشتیاق دیکھا، تو فرمایا:

"اِرْجِعُوا، فَكُونُوا فِيهِمْ، وَعَلِّمُوهُمْ، وَصَلُّوا۔ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ"۔ (۱)

"تم لوٹ جاؤ اور انہی میں رہو، انہیں تعلیم دینا اور نماز پڑھنا، جب نماز کا وقت آئے، تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان دے اور تم میں سے سب سے بڑی عمر والا تمہاری امامت کروائے۔"

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے نماز کا وقت آنے پر اذان اور امامت کا حکم دیا۔ امامت کا حکم دینے کا مقصود یہی ہے، کہ نمازِ باجماعت ادا کی جائے۔ اور یہ محلہ کی پہلی جماعت میں ہوتا ہے جماعت ثانیہ میں اذان نہیں ہوتی۔

آنحضرت ﷺ کا کسی بات کے لیے حکم دینا، اس کے واجب ہونے پر ہی دلالت کرتا ہے، امام ابن قیمؒ اس حدیث سے باجماعت نماز کے واجب ہونے پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَوَجْهُ الْاِسْتِدْلَالِ بِهِ أَنَّهُ أَمَرَ بِالْجَمَاعَةِ، وَأَمْرُهُ يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوبِ" (۲)

"اور اس سے وجہ استدلال یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے جماعت کا حکم دیا اور آنحضرت ﷺ کا حکم دینا وجوب پر دلالت کرتا ہے"۔

جماعت کا حکم تکثیر افراد کے ساتھ خاص نہیں ہے

نماز باجماعت کے متعلق حکمِ نبوی ﷺ کے حوالے سے دو باتیں:

(ا) آں حضرت ﷺ نے باجماعت نماز قائم کرنے کا حکم صرف اسی وقت نہیں دیا کہ جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہو، بلکہ تین اشخاص کے موجود ہونے پر بھی اس کا حکم دیا۔ امام

---

(۱) صحیح البخاری، باب من قال: لیؤذن فی السفر مؤذن واحد، حدیث: ۶۲۸

(۲) الصلاۃ وأحکام تارکھا، ابن القیم: ۱/۱۰۶، مکتبۃ الثقافۃ بالمدینۃ المنورۃ۔

مسلمؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت نقل کی ہے،(کہ)انہوں نے بیان کیا :
''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''إِذَا كَانُوْ اثَلاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ ،وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ''۔(۱)''جب وہ تین ہوں،توان میں سے ایک ان کی امامت کروائے اوران میں امامت کاسب سے زیادہ مستحق سب سے زیادہ(قرآنِ کریم) پڑھنے والا ہے۔''

آں حضرت ﷺ نے تین اشخاص موجود ہونے پرہی نہیں،بلکہ صرف دواشخاص موجود ہونے کی صورت میں بھی باجماعت نماز کاحکم دیا ہے۔

ب: باجماعت نماز کی فرضیت کی مزید تاکیداس بات سے ہوتی ہے،کہ آنحضرت ﷺ نے سفرکاارادہ کرنے والے دواشخاص کوباجماعت نمازادا کرنے کاحکم دیا۔امام بخاریؒ نے حضرت مالک بن حویرثؓ سے روات نقل کی ہے،(کہ)انہوں نے بیان کیا :''سفرکا ارادہ کرنے والے دواشخاص نبی کرم ﷺ کی خدمت میں حاضرہوئے،تونبی کریم ﷺ نے فرمایا:''إِذَاأَنْتُمَاخَرَجْتُمَافَأَذِّنَا،ثُمَّأَقِيمَا،ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَاأَكْبَرُكُمَا''(۲)

''جب تم دونوں نکلو،تواذان کہو،پھراقامت کہو،پھرتم دونوں میں سے بڑی عمروالا تمہاری امامت کروائے''۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب[الصحیح]میں سے ایک باب کاحسبِ ذیل عنوان لکھا ہے:
[بَابُ اثْنَانِ فَمَافَوْقَهُمَاجَمَاعَةٌ][دویاان سے زیادہ کے جماعت ہونے کے متعلق باب]

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت

باجماعت نماز کی تاکید اس قدر ہے کہ مسجد میں موجود شخص کواذان سننے کے بعد جماعت سے نماز ادا کیے بغیر بلاعذر مسجد سے نکلنے کی اجازت نہیں۔

---

(۱) صحيح مسلم،باب من أحق بالإمامة،حديث :۶۷۲۔

(۲) صحيح البخاری،باب الأذان للمسافر،إذا كانوا جماعة،حديث:۶۳۰۔

ذیل میں مسجد سے نکلنے کی ممانعت کے بارے میں تین روایات اور ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے:

الف: امام احمدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا كُنْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ، فَنُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ، فَلَا يَخْرُجْ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُصَلِّيَ۔“(۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا، کہ جب تم مسجد میں ہو اور نماز کے لیے اذان ہو جائے، تو تم میں سے کوئی نماز ادا کیے بغیر نہ نکلے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نافرمان ہے

ب: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اذان کے بعد نماز ادا کئے بغیر مسجد سے نکلنے والے شخص کے متعلق فرمایا کہ اس نے آنحضرت علیہ السلام کی نافرمانی کی ہے۔ امام مسلمؒ نے ابو شعثاء کے حوالے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

”ہم مسجد میں حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ بیٹھے تھے، کہ مؤذن نے اذان دی اور ایک شخص کھڑا ہوا اور مسجد سے نکلنے کیلئے چل پڑا۔“ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے رہے، یہاں تک کہ وہ مسجد سے باہر نکل گیا تو ابوہریرہ نے فرمایا: ”أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ“ (۲) ”اس نے یقیناً ابوالقاسم علیہ السلام کی نافرمانی کی ہے“

---

(۱) مسند احمد، مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حدیث ۱۰۹۳۴: علامہ منذری فرماتے ہیں: اس کو احمد نے روایت کیا ہے، انہیں کے الفاظ ہیں، اس کی سند صحیح ہے، الترغيب والترهيب للمنذری، كتاب الصلاة، الترغيب من الخروج من المسجد بعد الأذان لغير عذر، حديث: ۴۰۵، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۷ھ

(۲) صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع، باب النهى عن الخروج من المسجد اذا اذّن المؤذن، حديث-۲۵۸ (۶۵۵)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے والا منافق ہے

ج: ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کے بعد مسجد سے نکلنے والے شخص کو منافق قرار دیا ہے، امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”لَا يَسْمَعُ النِّدَاءَ فِي مَسْجِدِي هَذَا ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْهُ، إِلَّا لِحَاجَةٍ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ إِلَّا مُنَافِقٌ“

(۱)”میری اس مسجد سے اذان سن کر بلا ضرورت نکل کر واپس نہ آنے والا منافق ہی ہے۔“

اگر نماز کا باجماعت ادا کرنا فرض نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد اذان مسجد سے نکلنے سے نہ روکتے، حضرت ابو ہریرہ رضی ایسے نکلنے پر [آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرنے کا] فتوی چسپاں نہ کرتے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص کو منافق قرار نہ دیتے۔

امام ابن منذر نے حضرت ابو ہریرہ رض کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ولو كان المرء مخيّرا في ترك الجماعة واتيانها، لم يجز ان يقضى من تخلف عما لا يجب عليه، ان يحضره“(۲)

”اگر باجماعت نماز ادا کرنے اور اسے ترک کرنے کا بندے کو اختیار ہوتا تو ایسے غیر واجب عمل سے پیچھے رہنے والے کے متعلق یہ حکم دینا کہ اسمیں حاضر ہو، درست نہ ہوتا۔“

امام دارمی رح نے عبدالرحمن بن حرملہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص سعید بن مسیب کو حج یا عمرہ کیلئے (روانگی کے موقع پر) الوداع کہنے آیا، تو انہوں نے اسے فرمایا:

---

(۱) المعجم الاوسط، من اسمہ علی، حدیث ۳۸۴۲: علامہ ہیثمی فرماتے ہیں : اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، مجمع الزوائد، باب التأذين للفوائت وترتيبها، حديث : ۱۹۱۴۔

(۲) ألأوسط في السنن والإجماع والاختلاف للمنذري، ذكر تخوف النفاق على تارك شهود العشاء، حديث: ۱۸۹۷، دار طيبة الرياض، السعودية، الطبعة الأولى : ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵م۔

"لاتبرح حتی تصلی ،فان رسول الله ﷺ قال :"لا یخرج بعد النداءمن المسجد الا منافق ،الا رجل اخرجته حاجة وھویرید الرجعةالی المسجد"

"نماز ادا کیے بغیر نہ جانا،بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اذان کے بعد مسجد سے منافق کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں نکلتا۔ہاں،(وہ نکلنے والا منافق نہیں) جوکسی حاجت کی غرض سے واپس آنے کے ارادے سے نکلے۔"فقال :"ان اصحابی بالحرة۔"اس نے جواب دیا: " بیشک میرے ساتھی حرہ میں ہیں۔"

قال :"فخرج "انہوں نے(راوی) نے بیان کیا: "سووہ چلا گیا۔"قال: "فلم یزل سعیدیولع بذکرہ ،حتی اخبر انہ من راحلتہ فانکسرت فخذہ"(۱)

انہوں نے بیان کیا: "سعید بہت اہتمام سے اس کاذکر کرتے رہے،یہاں تک کہ انہیں خبر دی گئی،کہ وہ اپنی سواری سے گرگیاہے اوراس کی ران ٹوٹ گئی ہے۔"

نابینا کو جماعت کا اہتمام کرنے کا حکم

ا:۔امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: "نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوااورعرض کیا: 'یا رسول اللہ ﷺ: إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ" "یارسول اللہ ﷺ: بیشک میرے لئے مسجد میں لانے والا رہنما نہیں ہے۔"

"فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ، فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ، فَرَخَّصَ لَهُ، فَلَمَّا وَلَّى، دَعَاهُ، فَقَالَ: هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟

---

(۱) سنن الدارمی، باب تعجیل عقوبۃ من بلغہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ،فلم یعظمہ ولم یوقرہ، حدیث ۴۴۰: محقق سلیم اسدالدرانی نے اس روایت کو حسن کہاہے۔

قَالَ :نَعَمْ،قَالَ : "فَأَجِبْ".(۱)

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی،تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اجازت دیدی،وہ واپس جانے لگے،تو آنحضرت ﷺ نے انہیں بلا کر فرمایا: کیا تم اذان سنتے ہو؟''انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''سوتم (اسے) قبول کرو(یعنی باجماعت نماز ادا کرنے خاطر مسجد میں حاضر ہوجاؤ)

تفسیر قرطبیؒ میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں :ابوداوٗد فرماتے ہیں :اس حدیث کا مطلب ہے ''لا أجدلک رخصة'' مجھے تمہارے لئے رخصت نظر نہیں آتی۔(۲)

ابن ام مکتومؓ کا واقعہ

ب:امام ابوداوٗد نے حضرت ابن ام مکتوم کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ بیشک انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رخصت طلب کرنے کیلئے عرض کیا :

''یَارَسُولَ اللهِ، إِنّي رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ شَاسِعُ الدَّارِ، وَلِي قَائِدٌ لَا يُلَائِمُنِي فَهَلْ لِي رُخْصَةٌ أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي؟

''یارسول اللہ ﷺ میں بینائی سے محروم ہوں،دور گھر والا شخص ہوں اور میرا راہنما (مسجد آنے جانے میں) میرے ساتھ موافقت نہیں رکھتا تو کیا میرے لئے اپنے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت ہے؟'' آنحضرت ﷺ آنے دریافت فرمایا:''هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ؟''''کیا تم اذاں سنتے ہو''انہوں نے عرض کیا:''جی ہاں۔'' ' آنحضرت ﷺ نے فرمایا؟''''لَا أَجِدُ لَكَ رُخْصَةً۔(۳) ''میں تمہارے لئے بالکل اجازت نہیں پاتا۔''

---

(۱) صحیح مسلم، باب یجب إتیان المسجد علی من سمع النداء، حدیث:۶۵۳۔

(۲)تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ: ۳۴۹/۱،دار الکتب المصریة، القاهرة، الطبعة الثانیة، ۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴م۔

(۳) سنن ابی داود،باب فی التشدید فی ترک الجماعة، حدیث ۵۵۲:،امام نووی لکھتے ہیں : ''ابوداوٗد نے اسے [صحیح یا حسن سند]کے ساتھ روایت کیا ہے۔''(المجموع شرح المهذب للنووی،باب صلاۃ الجماعة : ۱۹۱/۴،دارالفکر،بیروت)

حضرت اُمِ مکتوم رضؓ کے سات اعذار

حضرت ابن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ نے مسجد میں باجماعت نماز چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت کے لیے درجِ ذیل سات عذر پیش کیے:

ا: بینائی سے محرومی۔ ب: گھر کی مسجد سے دُوری۔

ج: باقاعدگی سے ہمراہ لانے والے راہ نما میسّر نہ آنا۔

د: گھر اور مسجد کے درمیان کھجوروں اور دیگر اقسام کے درخت۔

ہ: مدینہ طیبّہ میں کیڑوں اور درندوں کی کثرت۔

و: عمر رسیدہ ہونا۔ ز: ہڈیوں کا کمزور ہونا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ یہ عذر ایسی شفیق اور مہربان شخصیت کے حضور پیش کیے گئے، جن کے بارے میں (ارشادِ ربانی ہے: وما ارسلناک الا رحمة للعالمین)(۱)[اور ہم نے آپ کو سارے جہاں والوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے]۔ اور [آسانی کرنے والے معلم] (ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وَلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا"(۲)[بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔ بنا کر آسان دین کے ساتھ مبعوث فرمایا-

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "انی ارسلت بحنیفیة سمحة"(۳) شیخ شعیب ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اسے [قوی] اور اس کی سند کو حسن] کہا ہے۔(۴)

---

(۱) سورہ الانبیاء/ الآیۃ ۱۰۸

(۲) مسلم :باب یجب إتیان المسجد علی من سمع النداء، حدیث: ۶۵۳

(۳) مسند احمد، مسند عبداللہ بن عباس، حدیث ۲۱۰۸ ؛ علامہ حجر فرماتے ہیں :اس کی سند حسن درجہ کی ہے، تعلیق علی صحیح البخاری ۲/ ۴۳، المکتب الاسلامی، دار عمار، بیروت، عمان، الأردن، الطبعة الأولی ۱۴۰۵ :ہ) المسند جزء من رقم الحدیث ۴۱، ۲۴۸۵۵/ ۳۴۹ عن عائشہؓ)

(۴) ھامش المسند ۴۱/ ۳۴۹

ترجمہ: مجھے (ابراہیمؑ) حنیف کے آسان دین کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے(۱)
وہ شخصیت کہ جائز باتوں میں سے آسان بات منتخب فرماتے (حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں"ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین امرین قط إلاأخذایسرهماما لم یکن ائما"(۲)
جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو چیزوں میں سے ایک چننے کا اختیار دیا گیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ان میں سے آسان چیز انتخاب فرمائی، بشرطیکہ اس میں گناہ کا پہلو نہ ہوتا] اور جنہوں نے امت کو آسانی کرنے اور بشارت دینے کا حکم دیا اور لوگوں پر تنگی اور انہیں متنفر کرنے سے منع فرمایا۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "یسروا، ولاتعسروا، وبشروا، ولاتنفروا"۔(۳) ترجمہ: آسانی کرو اور تنگی نہ کرو، بشارت دو اور متنفر نہ کرو]۔

حضرت اُم مکتومؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب

پیکرِ شفقت اور مجسمۂ رحمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے صحابی کے سات عذر سننے کے بعد فرمائے ہوئے [الفاظ مبارکہ] تین روایات کے مطابق حسبِ ذیل تھے:
"فأَجِبْ"۔ سو تم (باجماعت نماز کے لیے اللہ کی دعوت) قبول کرو۔
ب: "فاتها"۔(۴) سو تم اس (باجماعت نماز) کے لیے آؤ۔
ج: "فحی هلا"۔(۵) [سو تم جلدی آؤ] ۔ان تینوں روایات کے الفاظ میں

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے: "حج وعمرے کی آسانیاں" صفحات ۳۸۔۴۰۔
(۲) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یسروا ولاتعسروا"، حدیث: ۶۱۲۶
(۳) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتخولهم بالموعظة کی لاینفروا، حدیث ۶۹
(۴) (مسند احمد، حدیث عمرو بن ام مکتوم، حدیث ۳۰۷۷: علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: ابوداؤد کے یہاں اس حدیث کا ایک حصہ ہے، اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ مجمع الزوائد، باب التشدید فی ترک الجماعة، حدیث ۲۱۶۵ :۔)
(۵) سنن النسائی، المحافظة علی الصلوات حیث ینادی بهن، حدیث ۸۵۱: امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، علامہ ذہبی نے اس کی تائید کی ہے، المستدرک: آماحادیث عبدالرحمن بن مہدی، حدیث ۹۰۱:)

آنحضرت ﷺ نے اذان سننے پر [صیغہ امر] کے ساتھ باجماعت نماز کے لیے آنے کا حکم دیا ہے، بلکہ تیسری روایت کے الفاظ کے مطابق یہ حکم دو دفعہ دیا ہے۔ [فحیَّ] کا معنی (آؤ) اور [ھلا] سے مراد (جلدی کرو) ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

[صیغہٴ امر] وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ کسی ایمان والے کے لیے آنحضرت ﷺ کا، صیغہٴ امر کے ساتھ فرمایا ہوا حکم سن کر تردّد، چون و چرا، قیل وقال یا تاخیر کی گنجائش کیوں کر باقی رہ سکتی ہے؟

امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے:

”فلو کان لاحد عذر فی التخلف لرخص رسول اللہ ﷺ لشیخ ضعیف البدن، ضریر البصر، شاسع الدار، بینه وبین المسجد نخل وواد“(۱)

اگر کسی شخص کے لیے جماعت سے پیچھے رہنے کا عذر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ایک بوڑھے کمزور بدن والے نابینے مسجد سے دور گھر والے شخص کو کہ جس کے گھر اور مسجد کے درمیان کھجوروں کے درخت اور روادی تھی، اس کی اجازت دے دیتے“۔

شیخ ابن باز لکھتے ہیں: ”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب ایک اندھے شخص کے لیے ترک جماعت کی رخصت نہیں تو بینا کے لیے تو بالا اولی رخصت نہیں۔“(۲)

حضراتِ ائمہ ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن حبان، دارقطنی اور بغوی نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے

---

(۱) الصلاۃ لامام اهل السنة احمد بن حنبل : ص ۸۶

(۲) فتاوی اسلامیہ مترجم۔ ۱/ ۴۷۳

فرمایا: ”مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ، فَلَمْ یَجِبْ، فَلَاصَلَاةَ لَهُ“(۱)

مؤذن کا جواب ضرور دینا چاہیے

امام ترمذی لکھتے ہیں:

”وقدروی عن غیرواحدمن اصحاب النبی ﷺ انهم قالوا: من سمع النداء فلم یُجب فلاصلاة له“

متعدد صحابہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص اذان سن کر (باجماعت نماز کے لیے) نہ آیا تو اس کی نماز نہیں۔(۲) ظاہر ہے اذان کے بعد جو جماعت ہوتی ہے وہ جماعت اولی ہے نہ کہ جماعت ثانیہ۔

امام ابن شیبہ اور امام ابن منذر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”من سمع النداء فلم یأته لم تجاوز صلاته رأسه الا بالعذر“(۳)

جس شخص نے اذان سنی پھر باجماعت نماز کے لیے نہ آیا تو اس کی نماز اس کے سر کے اوپر نہیں اٹھی سوائے عذر کے۔(یعنی بوجۂ عذر جماعت کے بغیر ادا کی ہوئی نماز کی قبولیت متوقع ہے۔)

نوٹ: مذکورہ تمام فضائل وتاکیدات مسجد کی جماعت اولیٰ سے متعلق میں یا جماعت ثانیہ سے متعلق؟ ظاہر ہے آپ ﷺ کے زمانہ میں جماعت ثانیہ وثالیہ ورابعہ کی عمومی اجازت تھی تو اتنا تاکید وتنبیہ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ عقلمندوں کے لئے غور کرنے کا بڑا مقام ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجۃ، باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعۃ، حدیث ۷۹۳ : ،امام حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے،علامہ ذہبی نے اس کی تائید کی ہے،المستدرک، أما احادیث عبدالرحمن بن مہدی، ۸۹۳۔)

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فیمن سمع النداء، حدیث: ۲۱۷۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، باب من قال إذا سمع المنادی فلیجب، حدیث ۳۴۷۰:۔

باجماعت نماز کے فوائد

مہلک رسومات سے حفاظت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں رقم فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ کہ: رسم و رواج کے مہلکات سے بچنے کے لئے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو ایسی عام رسم اور عام مزاج بنالیا جائے جو علی الاعلان ہر شخص کے سامنے خواہ سمجھدار ہو یا نہ سمجھ ہو ادا کی جائے، اس کے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہوں، اس پر مسابقت اور تفاخر کیا جائے، جو ایسی عام اور ضروریات زندگی میں اسطرح داخل ہو جائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے، تاکہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے مؤید ہو جائے، اور وہ رسم و رواج جو درحقیت نقصان کا سبب تھا وہی حق کی طرف کھینچے والا بن جائے، چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مہتم بالشان اور دلیل و حجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں، اس لئے ضروری ہوا کہ آپس میں اسکے رواج کو خوب عام کیا جائے اور اس کے لئے خاص طور سے اجتماع کیا جائے اور آپس میں اتفاق سے اسکو ادا کیا جائے۔

إعلم أنه لا شيئ أنفع من غائلة الرسوم من أن يُجعل شيئ من الطاعات رسماً فاشياًء يؤدى على رؤوس الخامل و النبيه، ويستوى فيه الحاضر و الباد، ويجرى فيه التفاخر و التباهى، حتى تدخل فى الارتفاقات الضرورية التى لا يمكن لهم أن يتركوها ولا أن يهملوها لتصير مؤيداً لعبادةاللّٰہ، و السنة تدعو إلى الحق، ويكون الذى يخاف منه الضرر هو الذى يجلبهم إلى الحق۔(۱)

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ۲:/ ۳۹، دار الجیل، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۶ :۔ ۲۰۰۵م

عبادت کی ترغیب

۲۔ نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے درجہ میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب وتنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تیسرے درجہ میں بہت ناکارہ اور ضعیف الاعتقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت پر زور نہ دیا جائے تو سستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں اس وجہ سے مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں؛ تاکہ جو لوگ ترک عبادت کے عادی ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز ہوجائیں اور رغبت کرنیوالوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا فرق ہوجائے۔

وأیضاً فالملّة تجمع ناساً علماء یُقتدا بهم، وناساً یحتاجون فی تحصیل إحسانهم إلی دعوة حثیثة، وناساً ضعفاء البنیة لو لم یُکلّفوا أن یؤدوا علی أعین الناس تهاونوا فیها، فلا أنفع ولا أوفق بالمصلحة فی حق هؤلاء جمیعاً أن یطیعوا اللّٰه علی أعین الناس، لیتمیّز فاعلها من تارکها، وراغبها من الزاهد فیها (۱)

حصولِ دین کا شوق

۳۔ نماز با جماعت کے ذریعہ علماء وجہلاء کا میل ہوگا تو ناواقف لوگ علماء کی اتباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہوجائے اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اس پگھلی ہوئی چاندی کی طرح سے ہوجائے جو کسی ماہر کے سامنے رکھی جائے جس سے جائز و ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہوجائے، جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ۲: ۳۹/۲، دارالجیل، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۶ : ۔ ۲۰۰۵م

روکا جائے۔

”ویُقتدا بعالمها، ویُعلم جاهلها، وتکون طاعة اللّٰہ فیهم کسبیکة تُعرض علی طائف الناس، یُنکر منها المنکر، ویُعرف منها المعروف، ویُری غشها وخالصها“۔(۱)

دین اسلام کی شوکت

۴۔اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے اس کی رحمت کے طلب کرنیوالے اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں، برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھی ہے، نیز امت محمدیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو اور دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہو سب کے سب عوام وخواص شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اسلام کا سب سے بڑا شعار اور سب سے بالاتر عبادت (نماز) ادا نہ کریں۔ان وجوہ سے شریعت جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی، ان کے اظہار واعلان کی ترغیبیں اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں اور چوں کہ اظہار واجتماع ایک تو صرف محلہ اور قبیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا، اور محلہ کا اجتماع ہر وقت آسان ہے، تمام شہر کا ہر وقت مشکل ہے کہ اس میں تنگی ہے، اس لئے محلہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا، اور جماعت کی نماز اسکے لئے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور جمعہ کی نماز اس کے لئے تجویز ہوئی۔

”مراد اللہ من نصب هذه الامة ان تکون کلمة اللہ هی العلیا، وان لا یکون فی الارض دین اعلیٰ من الاسلام، ولا یتصور

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ۲/ ۳۹، دار الجیل، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۶ ھ: ۔۲۰۰۵م

ذلک الا بان یکون سنتهم ان یجتمع خاصتهم وعا متهم وحاضرهم و با دهم وصغير هم و كبير هم لما هو أعظم شعائره وأشهر طاعاته، فلهذه المعانى انصرفت العنا ية التشريعية الى شرع الجمعة والجماعات۔(۱)

باہمی الفت ومحبت

۵۔مومن کا ایک دوسرے کے ساتھ لگاؤ اور ربط کا مستقل ہونا یہ اسلام کے عظیم مقاصد میں شامل ہے اور یہ عظیم مقصد نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں پورے طور پہ تکمیل کو پا جاتا ہے؛ اس لئے کہ جو جماعت کے ساتھ نماز کو ادا کرتے ہیں ان کو دن بھر میں پانچ مرتبہ اپنے اسلامی بھائیوں سے ملاقات ہوتی ہیں اور احوال زندگی سے متعارف کرانے کا موقع فراہم ہوتا ہے اور اپنے غم وخوشی سنانے کا موقع ملتا ہے اور دن بھر میں پانچ مرتبہ پڑوسیوں اور نمازیوں سے ملنے اور حال پوچھنے کا اتفاق ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ سلام کرنے سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور روابط وتعلقات مستحکم ہوتے ہیں۔

مساواتِ اسلامی کا نمونہ

۶۔مساوات کا پیدا کرنا اسلام کے عظیم مقاصد میں شامل ہے جو کہ باجماعت نماز کے اندر مقتدیوں کے درمیان مساوات کا بہترین مظاہرہ ہے، وہ یوں کہ اسلام کے اندر چھوٹے بڑے امیر وغریب شاہ وگدا سب ایک ہی صف میں کندھے سے کندھا ملا کر نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، نسل وخاندان کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے، جس کو جہاں موقع ملے صف کے اندر شامل ہوسکتا ہے۔

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ۲: ۹/۳، دار الجیل، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۶ :۔۲۰۰۵م

دینی شعائر کا احترام

۷۔ باجماعت نماز ادا کرنے سے ایک عظیم شعار اسلام کی توقیر کا مظاہرہ ہوتا ہے احترام وتوقیر کے بارے میں ارشاد گرامی ہے: بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ" (۱)

کامل ایمان کی علامت

۸۔ اللہ تعالی کے گھروں کو آباد رکھنے کا اہم ذریعہ نماز باجماعت کا اہتمام ہے، اگر باجماعت نماز کی پابندی نہ کی جائے تو مساجد ویران ہوجائیں گے وہ مصلی جو نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے اور مسجد کو نماز و جماعت کے ذریعہ بارونق رکھتے ہیں انکے متعلق اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم رکھتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

"إِنَّما يَعمُرُ مَساجِدَ اللّٰهِ مَن آمَنَ بِاللّٰهِ وَاليَومِ الآخِرِ وَأَقامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكاةَ وَلَم يَخشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسىٰ أُولٰئِكَ أَن يَكونوا مِنَ المُهتَدينَ" (۲)

باجماعت نماز اللہ کی حفاظت

۹۔ حضرت جندب بن جنادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) سورۃ الحج، آیت: ۳۲

(۲) سورہ توبہ: ۱۸

جو شخص صبح کی نماز جماعت سے ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالی کی حفاظت میں ہے، اور جو شخص اللہ کی حفاظت میں آجاے اور اسکو کوئی ستائے یا پریشان کرے تو اللہ رب العزت اسے اوندھے منہ جہنم میں پھینک دیں گے، اللہ اکبر! اتنی بڑی فضیلت کہ فجر کی نماز باجماعت پڑھنے سے آدمی پروردگارِ عالم کی حفظ وامان میں داخل ہوجاتا ہے۔

"مَنْ صَلّى الصُّبحَ فِي جَمَاعَةٍ فَهُوَ فِي ذِمّةِ اللهِ, فَمَنْ أَخفَرَ ذِمّةَ اللهِ كَبّهُ اللهُ فِي النّارِ لِوَجْهِهِ" (١)

نماز باجماعت باعث برکت

نماز باجماعت مساجد میں اللہ تعالی کے ذکر وتسبیح کا ایک ذریعہ ہے اور اس فعل کی خود اللہ رب العزت نے ستائش فرمائی اور ذکر وتسبیح کرنے والوں کے اوصاف حمیدہ کا تذہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسے پاکباز لوگ ہیں جنہیں تجارت اور سوداگری نماز وزکوۃ کی ادائیگی اور اللہ کی یاد سے بیگانہ نہیں کرتی وہ صاحب ایمان اور خشیت الہی کے خوگر ہیں ان کی حسنات کو شرف قبولیت سے نوازہ جاتا ہے، ان کی سیئات سے درگزر کیا جاتا ہے انہیں قرب خاص حاصل ہوتا ہے اور انہیں پر اللہ تعالی کا فضل وکرم ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے

﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ، رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (٢)

(١) مجمع الزوائد، باب فی صلاۃ العشاء الآخیرۃ والصبح فی جماعۃ، حدیث ۲۱۴۵: علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(٢) سورہ نور، ۳۶ تا ۳۸

باجماعت نماز کے فوائد ومقاصد

حاصل یہ نکلا کہ شریعت اسلامی میں پنج وقتہ نمازوں کیلئے جماعت کی مشروعیت،اس کی پابندی پر بےشمار فضائل وانعامات اوراس کی خلاف ورزی پر سخت ترین وعیدیں اس لیے رکھی گئی ہیں کہ اس کے ذریعہ(۱) دین اسلام کے ماننے والوں میں توحید وعبودیت کے اظہار واعلان کی جرأت پیدا ہوتی ہے(۲) اجتماعِ عام کے ذریعہ شوکتِ اسلام اور عددی قوت کااظہار ہوتا ہے(۳) پانچ وقت اہلِ محلہ کے اکھٹا ہونے اورمل جل کر عبادت کرنے سے ان کے درمیان محبت ومودت،اخوت وبھائی چارہ کی فضا قائم ہوتی ہے(۴) تمام امورمیں امیر کی اطاعتِ کاملہ کامزاج بنتا ہےاوراسکا مظاہرہ ہوتا ہے(۵)عوام خواص کے اجتماع سےعوام کوعلماء سے استفادہ کرنےاورعلماءکوعوام کے اعمال واخلاق کی اصلاح کرنے کا موقع ملتا ہے(۶)ایک دوسرے کے جسمانی،ایمانی اورمعاشی احوال سے واقفیت اوران کے مداوا کی توفیق ہوتی ہے(۷) اہلِ ایمان کا یہ اجتماع اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اوربرکتوں کےنزول کا سبب بنتا ہے(۸) غیرمسلمین پرمسلمانوں کی جمعیتِ متحدہ اور شہادت الٰہیہ کی دھاک بیٹھتی ہے(۹)ان کےقلوب اسلام کی طرف مائل وراغب ہونے کا سبب بنتا ہے(۱۰)افضل العبادات کا یہ عملی واجتماعی مظاہرہ بندوں پر”عبادتِ رب“ کے حق کو پہچاننے کا وسیلہ وذریعہ بن جاتا ہے (۱۱) نمازی وبےنمازی،عمل کا شوق رکھنے والےاوربدشوق ایک دوسرے سے نمایاں ہوجاتے ہیں۔

وغیرھامالا یعدولا یحصیٰ۔

فوائد کب حاصل ہوتے ہیں؟

جب یہ بات ہےتوجماعت کے یہ”فوائد ومقاصد“اسی وقت حاصل ہوں گے جب مسجد میں ہرنماز کے لئے ایک ہی اذان اورایک ہی جماعت ہو،جب اذان ہوجائے توسب لوگ اس اجتماع کی تیاری شروع کردیں،اوربلالحاظِ مسلک ومشرب،امامِ واحد کی اتباع

واقتداء میں نماز ادا کریں۔ یہ نہیں کہ ہر نماز کے وقت متعدد اذانیں ہوتی رہیں اور جماعتیں بنتی رہیں، یا اذان تو ایک ہی ہو مگر لوگ وقفہ وقفہ سے آتے رہیں اور علاحدہ علاحدہ جماعتیں بنا کر نماز ادا کرتے رہیں؛ کیوں کہ ایسا کرنا ”نظامِ جماعت“ کے مذکورہ بالا مقاصد کو فوت کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کے زمانوں میں بھی ۔۔۔۔۔۔سوائے ایک آدھ جزوی واقعہ کے۔۔۔مساجد میں ایک نماز کیلئے دو یا دو سے زائد جماعتوں کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا تھا؛ بل کہ بقول بعض محققین کے ”جماعتِ ثانیہ“ کا یہ رواج چھٹی صدی ہجری تک کہیں نہیں تھا۔(۱)

تکثیرِ جماعت کی فضیلت

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ : دو آدمیوں کا جماعت سے نماز پڑھنا اکیلے پڑھنے سے افضل ہے، اور تین آدمیوں کا جماعت سے نماز پڑھنا دو آدمیوں کی جماعت سے افضل ہے، اسی طرح جماعت نماز میں مجمع جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر اللہ تبارک وتعالی کو پسند ومحبوب ہے

”وَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ، وَصَلَاتُهُ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ، وَمَا كَثُرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى“(۲)

فائدہ : ۱۔اس حدیث میں جس طرح جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اسی طرح جماعت کی کثرت کی فضیلت بیان کی گئی ہے، پس مسلمان کو چاہئے کہ جس طرح جماعت کا

---

(۱) جماعت اولی کی اہمیت، جماعت ثانیہ کے مفسدات، مولانا عبدالقوی صاحب ۲۱ : برکات بک ڈپو، حیدرآباد۔

(۲) سنن ابو داود، باب فی فضل صلاۃ الجماعۃ، حدیث ۵۵۴ : علامہ نووی فرماتے ہیں، اس روایت کو ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، خلاصۃ الاحکام، باب فضل الجماعۃ، والمشی إلی المساجد ا : ۲/۷۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۱۸ : ھ۔۱۹۹۷م)

اہتمام کرنا ہے اسی طرح اس جماعت میں شرکت کی کوشش کرے جس میں لوگ زیادہ مقدار میں ہوں ،اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ زیادہ مقدار میں لوگ پہلی جماعت میں ہوتے ہیں جو محلہ میں متفقہ طور پر لوگوں کے متعین کردہ وقت پر ادا کی جاتی ہے،اس لئے اس جماعت میں شریک ہونے کا اہتمام کرے۔

۲۔جس طرح جماعت کی فضیلت پانے کا جذبہ ہونا چاہئے اسی طرح جماعت کی کثرت میں حصہ لینے کی بھی کوشش کرنا چاہئے کہ اگر افراد محلہ کے متعین کردہ وقت پر پہنچ کر سب کے ساتھ نماز ادا کریں گے جماعت کی مقدار میں اضافہ ہوگا ،چونکہ اللہ رب العزت کو جماعت جس طرح پسند ہے، اسی طرح جماعت کی کثرت بھی پسند ہے،پس جو حضرات محلہ کی جماعت ختم ہونے کے بعد دوسری جماعت کرتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ ہمیں دوسری جماعت سے زیادہ پہلی جماعت میں کثرت کی ترغیب دی گئی ہے،ہمیں اس حکم پر پہلے عمل کرنا چاہئے ، نہ یہ کہ پہلی جماعت سے غفلت برتیں یا پہلی جماعت کی آخری رکعت یا قاعدہ آخیرہ پانے کا امکان ہو تو بھی کھڑے کھڑے انتظار کرلیں کہ جماعت ختم ہو تو ہم دوسری جماعت بنالیں رہی یہ بات کہ تکبیر اولیٰ پانے کے لئے جماعت ثانیہ کی جائے تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے یہی تعلیم دی یا امام جس حال ہو اسی جماعت میں شامل ہونے کا حکم دیا؟ حدیث وسنت پر عمل یا یا نفس پرستی ہے؟

تکبیرِ اولیٰ قرآن وحدیث کی روشنی میں

تکبیر اولیٰ کی فضیلت

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ: اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑ کر چلو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

"وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ"(۱)

اس آیتِ مبارکہ میں "مغفرت" کی مراد میں مختلف تفسیریں منقول ہیں، لیکن حضرت انس بن مالکؓ اور سعید بن جبیرؒ اس سے مراد "تکبیرِ اولیٰ" لیتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ تکبیرِ اولیٰ کا اہتمام کرو" "إنها التكبيرة الأولى"۔(۲)

یہ آیتیں فرض نمازوں کے جماعت کے ساتھ مسجدوں میں ادا کئے جانے کے متعلق نازل ہوئی ہیں، یعنی میدان حشر میں ساق کی تجلی جو ایک خاص قسم کی تجلی ہے اس کو دیکھ کر تمام مسلمان سجدہ میں گرجائیں گے؛ مگر بعض لوگ ایسے ہونگے جن کی کمر تختہ ہوجائے گی اور وہ میدان حشر میں بھی سجدہ پر قادر نہ ہونگے، (اور اسوقت سجدہ پر قادر نہ ہونا اس دن کی ذلت ورسوائی بلکہ ایک طرح کا عذاب ہے) اور یہ وہ لوگ ہونگے جنہیں دنیا میں جماعت کی نماز کے لئے بلایا جاتا تھا لیکن وہ جماعت کی نماز کے لئے نہیں آتے تھے۔

غور کریں جماعت کی نماز کے لئے مؤذن جب پکارتا ہے تو محلہ کی جماعت کے لئے پکارتا ہے یا دوسری، تیسری جماعت کے لئے پکارتا ہے؟ کہ جو جب آئے اپنی مرضی سے جماعت کرلے تو اس کے لئے پکارنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جب وقت ہوجائے ہر ایک اپنی مرضی مطابق دو دو، تین تین، کی جماعت کرلے۔ دراصل اس آیت کی تفسیر میں مختلف روایات ہیں کہ وہ کون لوگ ہونگے ان میں سے ایک روایت ہے کہ جو بیان کی گئی کہ وہ

---

(۱) آل عمران ۱۳۳:

(۲) سورۃ آل عمران ۹ : ۳۶۵/، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۲۰ھ:

جماعت کے تارک ہونگے، اور یہ حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت کعب احبارؓ سے مروی ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں ریا اور دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے تھے، تیسری روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے؛ بلکہ کفر کرتے تھے، چوتھی روایت ہے کہ یہ لوگ منافق ہونگے۔ واللہ اعلم بالصواب

بہر حال ان مختلف روایتوں میں سے اس روایت کے مطابق جو حضرت ابن عباسؓ اور حضرت کعب احبارؓ سے مروی ہے کس قدر سخت ذلت ورسوائی کی بات ہوگی، اور جہاں ساری دنیا کے انسان موجود ہوں گے اور تمام مسلمان اپنے رب کی حضور سجدہ میں ہوں گے اور یہ لوگ سجدہ نہیں کر پارہے ہوں گے

”عن كعب الاحبار رضی اللہ عنہ وَالَّذِي أنزل التَّوْرَاة على مُوسَى والإِنجيل على عِيسَى وَالزَّبُور على دَاوُد وَالْفرْقَان على مُحَمَّد أنزلت هَذِه الْآيَات فِي الصَّلَوَات المكتوبات حَيْثُ يُنَادي بِهن {يَوْم يكْشف عَن سَاق} إِلَى قَوْله:(وَقد كَانُوا يدعونَ إِلَى السُّجُود وهم سَالِمُونَ} الصَّلَوَات الْخمس إِذا نُودي بهَا“(۱)

الحاصل ان روایات کے علاوہ بہت سی روایات جماعت کے ترک پر سخت سے سخت ترین وعیدیں وارد ہوئیں ہیں، مسلمان کے لئے تو ایک وعید کی بھی ضرورت نہیں اسکے لئے تو اللہ اسکے رسول کا شاہی حکم ہی سب کچھ ہے، اور جس کو ان کے حکم کی قدر نہیں اس کے لئے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بیکار ہیں، اور جب سزا وپکڑ کا وقت آئے گا تو اس وقت کی شرمندگی ورسوائی کچھ کام نہ آئے گی، اسلئے ایک مسلمان کو چاہئے کہ جب اذان دی جائے تو فورا نماز کی طرف چلدے، اس زعم میں کہ محلہ کی جماعت کے بعد بھی جماعت بنا سکتے ہیں کہیں

(۱) الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی: ۸/۲۵۶، دار الفکر، بیروت

جماعت کیا نماز ہی سے محروم نہ ہو جائے۔

۱۔حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : جو شخص چالیس دن اخلاص سے تکبیر اولی کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرے تو اسے دو پروانے ملتے ہیں (۱) جہنم سے بری ہونے کا (۲) نفاق سے بری ہونے کا

"مَنْ صَلَّى لِلَّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الأُولَى كُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ :بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ"(۱)

حدیث کی شرح میں علامہ طیبی رقم طراز ہیں: اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں منافق کے اعمال سے محفوظ رکھتے ہیں اور مخلص لوگوں کے کاموں کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں دوزخ میں منافق کو دیئے جانے والے عذاب سے اسے بچالیں گے۔

یا اللہ تعالیٰ اس کے لیے گواہی دیں گے کہ یقیناً وہ منافق نہیں، کیوں کہ منافق لوگ تو نماز کے لیے اٹھتے ہوئے سست ہوتے ہیں اور اس کی کیفیت تو ان کے برعکس ہے۔

"أى يؤمنه فى الدنيا أى يعمل عمل المنافق، ويوفقه لعمل أهل الإخلاص، وفى الآخرة يؤمنه بما يعذب به المنافق من النار، أو ليشهد له أنه غير منافق، فإن المنافقين إذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى، وحال هذا بخلافهم"(۲)

۲۔حضرت ابو ہریرہ ؓ سے منقول ہے کہ: ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوا کرتا ہے اور ایمان کا خلاصہ نماز ہے اور نماز کا خلاصہ (قیمتی جوہر) تکبیر اولیٰ ہے۔

"لكل شيء صفوة، وصفوة الإيمان الصلاة، وصفوة الصلاة

---

(۱) سنن الترمذی، باب فی فضل التکبیرۃ الأولی، حدیث ۲۴۱ :،امام ترمذی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے،،علامہ البانی نے اس کو حسن کہا ہے۔)

(۲) الكاشف عن حقائق السنن شرح المشكاة :۱۱۶۵/۴، مكتبة نزار مطصفى الباز، مكة المكرمة، الرياض)۔

التكبيرة الأولى‘‘(۱)

۳۔ایک روایت میں ہے کہ: امام کے ساتھ تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنا ایک ہزار اونٹ راہِ خدا میں صدقہ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

’’التكبيرة الأولى يدركها الرجل مع الإمام خير له من ألف بدنة يهديها‘‘(۲)

۴۔حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلا شبہ ہر چیز کی ایک ابتداء ہے اور نماز کی ابتداء تکبیرِ اولیٰ ہے لہٰذا تم تکبیرِ اولیٰ کی پابندی کرو۔

’’إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ أَنَفَةً، وَإِنَّ أَنَفَةَ الصَّلَاةِ التَّكْبِيرَةُ الْأُولَى، فَحَافِظُوا عَلَيْهَا‘‘(۳)

تکبیرِ اولی پانے سے کیا مراد ہے؟

تکبیرِ اولیٰ کی فضیلت کب تک رہتی ہے اس بابت محدثین اور فقہاء کا اختلاف رائے ہے۔ایک قول یہ ہے کہ جو شخص امام کی تکبیرِ تحریمہ کے وقت موجود ہو اور اسکے ساتھ ہی تکبیرِ تحریمہ کہے وہ تکبیرِ اولیٰ پانے والا ہوگا؛ دوسرا قول یہ ہے کہ جو امام کے سورۃ فاتحہ کی تلاوت ختم ہونے سے پہلے پہلے پہنچ کر نماز میں شامل ہو جائے یہ فضیلت اسکو بھی حاصل ہوگی۔تیسرا قول امام کے رکوع کی تکبیر کہنے سے پہلے پہلے پہنچے اسکو یہ ثواب حاصل ہو جائیگا، لہٰذا مکمل کوشش تو یہی کی جائے کہ امام کے تکبیرِ تحریمہ کے وقت موجود ہو اور اسکے ساتھ ہی تکبیر کہہ لے، علمائے امت کے عمل سے یہ قول راجح معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ جس نے امام

---

(۱) كنز العمال، الفصل الثانی فی فضائل الصلاة، حديث: ۱۸۹۳۷

(۲) كنز العمال، الفصل الثانی: فی فضائل الصلاة، حديث: ۱۹۶۴۹

(۳) مصنف ابن أبي شيبة، فضل فی التکبيرة الأولی، حديث ۳۱۲۰: علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس بزار اور طبرانی نے کبیر میں موقوفا روایت کیا ہے، اس میں ایک شخص کا نام مذکور نہیں ہے۔

کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ میں شرکت کرلی وہ ان تمام اقوال پر عمل کرنے والا ہوگیا، البتہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے امام کی تکبیرِ تحریمہ کے وقت موجود نہ ہوسکا تو پہلی رکعت کے رکوع تک شامل ہوجانے سے بھی تکبیرِ اولیٰ کا ثواب مل جانے کی اللہ سے امید رکھے۔

”واختلف في إدراك فضل التحريمة على قولهما، فقيل/إلى الثناء كما في الحقائق، وقيل :إلى نصف الفاتحة كما في النظم ،وقيل :في الفاتحة كلها وهو المختار كما في الخلاصة، وقيل :إلى الركعة الأولى وهو الصحيح كما في المضمرات“(۱)

”أَمَّا فَضِيلَةُ تَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ فَتَكَلَّمُوا فِي وَقْتِ إدْرَاكِهَا، وَالصَّحِيحُ أَنَّ مَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ الْأُولَى فَقَدْ أَدْرَكَ فَضِيلَةَ تَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ، كَذَافِي الْحَصْرِ“(۲)

اسلاف اور تکبیر اولی کا اہتمام

آدمی کے نزدیک جس چیز کی قدر و قیمت ہوتی ہے وہ اسی میں مشغول ہوتا ہے، اس مقصد کو حاصل کرنے پر وہ خوش ہوتا ہے اور اس کے فوت ہونے پر وہ غم زدہ ہوتا ہے۔ ہمارے اکابر و اسلاف کے نزدیک دین اور آخرت کے اعمال ہی سب کچھ تھے، اسی کو پا کر وہ خوش ہوتے اور فوت ہونے یا تاخیر ہونے پر غم زدہ ہوتے تھے، جب کہ ہماری جماعت فوت ہوجائے یا چند رکعات نکل جائیں تو ہمیں افسوس تک نہیں ہوتا جب کہ ہمارے اسلاف

---

(۱) حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بیان سننها : ۲۵۸/۱، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى :۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م

(۲)الفتاوی الهندی، الفصل الأول فی فرائض الصلاة : ۶۹/۱، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية : ۱۳۱۰ھ۔

ایک تکبیرِ اولیٰ فوت ہونے پر تین دن اور جماعت فوت ہونے پر سات دن غم زدہ رہتے تھے۔

”وروي أن السلف كانوا يعزون أنفسهم ثلاثة أيام إذا فاتتهم التكبيرة الأولى ويعزون سبعاً إذا فاتتهم الجماعة“۔(۱)

۱۔حضرت وکیع بن الجراحؒ نے حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی عمر تقریباً ستر سال تھی اور اس ستر سالہ دورِ زندگی میں کبھی ان کی تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی تھی۔

”قَالَ وَكِيعُ بنُ الجَرّاحِ : كَانَ الأَعْمَشُ قَرِيباً مِنْ سَبْعِيْنَ سَنَةً لَمْ تَفُتْهُ التَّكْبِيْرَةُ الأُوْلَى“(۲)

۲۔حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا انتقال ہوا، جنازہ تیار تھا، وسیع میدان میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، یکا یک ایک آدمی آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت نے مجھے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس میں چار خوبیاں ہوں:

۱۔زندگی بھر اس کی تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔

۲۔اس کی تہجد کی نماز کبھی قضاء نہ ہوئی ہو۔

۳۔اس نے غیر محرم پر کبھی نظر نہ ڈالی ہو۔

۴۔اس نے عصر کی سنتیں کبھی نہ چھوڑی ہو۔

یہ بات سن کر مجمع میں سناٹا چھا گیا کہ کون ہے جو قدم آگے بڑھائے اور جنازہ پڑھائے؟ اسی دوران ایک شخص روتا ہوا آگے بڑھا، حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے قریب آیا، جنازہ سے چادر ہٹائی اور کہا: آپ تو فوت ہو گئے مجھے رُسوا کر دیا اور مجمع کے سامنے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھائی کہ الحمد للہ! میرے اندر یہ چاروں خوبیاں

---

(۱) إحياء علوم الدين للغزالی: فضيلة السجود: ۱/۱۴۹، دار المعرفة، بيروت۔

(۲) سير أعلام النبلاء للذهبی: ۴/۲۲۶، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثالثة: ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵م۔

موجود ہیں، لوگوں نے دیکھا تو وہ شخص بادشاہ وقت "شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ" تھا۔(۱)

تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے پر بیٹے کی باز پرس

امام عبدالرزاقؒ نے مجاہدؒ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

"میں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک سے سنا اور میرے علم کے مطابق وہ بدری (یعنی انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی) تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے پوچھا:

"أَدْرَكْتَ الصَّلَاةَ مَعَنَا؟" "تم نے ہمارے ساتھ (باجماعت) نماز پائی؟"

انہوں نے کہا: (انہوں نے کہا: شاید اس سے پہلے یہ جملہ ["قال: نعم"۔ اس (یعنی بیٹے) نے جواب میں عرض کیا: "(جی) ہاں۔] طباعت میں چھوٹ گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔(۲)

"أدركت التكبيرة الأولىٰ؟" "تم نے تکبیر اولیٰ پائی؟"

اس نے عرض کیا: "لا" ۔ "نہیں"۔

انہوں نے فرمایا: "لما فاتك منها خير من مائة ناقة، كلها سود العين"۔(۳)

"(باجماعت نماز کا) جو حصہ تم سے چھوٹ گیا ہے، وہ سو اونٹنیوں سے بہتر ہے، جو کہ سب سیاہ آنکھوں والی ہوں۔"

باجماعت نماز اور تکبیر اولیٰ کے فوائد وثمرات

رسول اکرم ﷺ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا نظام قائم فرمایا، اور ہر وہ شخص جو

---

(۱) تاریخ ہند: مفتی محمد صاحب پالن پوری ۶۰: ۶۱، ادارہ مرکز ادب دیوبند۔

(۲) مصنف عبدالرزاق، باب فضل الصلاة في جماعة، ۲۰۲۱

(۳) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاة، باب فضل الصلاة فی جماعة، رقم الروایة ۲۰۲۱: ۱

بیمار اور معذور نہیں ہے اس پر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کو لازم قرار دیا ہے، اس کا راز اور حکمت یہ ہے کہ:

۱۔ اس کے ذریعہ ہر دن امت کے ہر فرد کا پانچ مرتبہ احتساب ہو جاتا ہے، نیز تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ اس جماعتی نظام کی وجہ سے بہت سے لوگ بھی پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں جو عزیمت کی کمی اور جذبہ کی کمزوری کی وجہ سے انفرادی طور پر کبھی ایسی پابندی نہیں کر سکتے ہیں۔

۲۔ نماز کی جماعت کا یہ نظام امت کے افراد کی دینی تعلیم و تربیت، اور ایک دوسرے کے احوال سے باخبر رہنے کا ایک غیر سرکاری اور بے تکلف انتظام بھی ہے۔

۳۔ جماعت کی نماز کی وجہ سے مسجد میں عبادت اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی فضا قائم ہوتی ہے، اور زندہ دلوں پر اس کے بہتر اثرات پڑتے ہیں، اور مختلف حالات والے بندوں کے دل ایک ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے آسمانی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

۴۔ جماعت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کی شرکت کی وجہ سے ان کی معیت اور رفاقت نصیب ہوتی ہے، اور یہ سب جماعت کی برکات ہیں۔

۵۔ نماز کی جماعت کے نظام کے ذریعہ امت میں اجتماعیت پیدا کی جا سکتی ہے اور محلہ کی مسجد میں روزآنہ پانچ وقت کی نمازوں کی جماعت میں اکٹھے ہونے اور پوری بستی کی جامع مسجد میں جمعہ کے دن سب کے اکٹھے ہونے میں اجتماعی و ملی فائدے ہیں۔

۶۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حالات کے بارے میں علم ہوتا ہے، اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکتے ہیں، اس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہ شریعت کا ایک بڑا مقصد ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی تاکید کی گئی ہے اور جا بجا اس

کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔(۱)

انہیں برکات اور اسی قسم کی بہت ساری مصلحتوں اور فوائد کی وجہ سے امت کے ہر شخص کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا پابند کیا گیا ہے کہ جب تک کوئی واقعہ مجبوری اور معذوری نہ ہو تو وہ نماز جماعت ہی سے ادا کرے۔

جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور تعلیمات پر صحیح معنیٰ میں عمل ہوتا تھا منافق اور معذروں کے علاوہ ہر شخص جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا تھا، اور جماعت میں کوتاہی اور سستی کرنے کو نفاق کی علامت سمجھا جاتا تھا اور حضرات سِلف میں جماعت تو جماعت ان حضرات نے تکبیر اولیٰ کا بھی نہایت اہتمام کیا، زندگی کے چالیس چالیس سال ایسے گذرے کہ ان حضرات سے تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہوئی، جماعت چھوٹ جانا تو دور کی بات ہے۔

چالیس سال تک تکبیر اولیٰ کا اہتمام

محمد بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم ہیں، جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگرد ہیں، ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا، اُس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے، فرماتے ہیں:

مکثت أربعين سنة لم تفتني التكبيرة الأولى إلا يوما واحدا ماتت فيه أمي ففاتتني صلاة واحدة في جماعة، فقمت فصليت خمسا وعشرين صلاة أريد بذلك التضعيف، فغلبتني عيني، فأتاني آت فقال: يا محمّد، قد صليت خمسا وعشرين صلاة، ولكن كيف لك بتأمين الملائكة (۲)

چالیس سال تک میری تکبیر اولیٰ کبھی اولیٰ فوت نہیں ہوئی یعنی برابر جماعت میں

(۱) معارف الحدیث: کتاب الصلاۃ، حصہ سوم، ۱۲۴، ۱۲۵، مکتبہ دار الاشاعت کراتشي

(۲) تاریخ بغداد، ترجمہ محمد بن سماعۃ بن عبید اللہ، 2/4، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

شریک ہوتا رہا،، صرف ایک دن جب میری والدہ ماجدہ فوت ہوگئیں، تو جماعت نہ مل سکی، خیال آیا کہ حدیث میں ہے کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس دفعہ پڑھا کہ خسارہ پورا ہو جائے، اس کے بعد نیند آگئی اور سو گیا۔ اسی حالت میں ایک کہنے والے نے کہا کہ اوَ محمد! تم نے ستائیس دفعہ نماز پڑھ لی، فرشتوں کی آمین کا کیا ہوگا۔ (یعنی سورہ فاتحہ کے اختتام پر امام آمین کہتا ہے، تو اس پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، مگر منفرد اور تنہا آدمی کی آمین پر فرشتوں کی آمین نہیں ہوتی، اس کی طرف اشارہ ہے۔)

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا، چاہے ایک ہزار مرتبہ اُس نماز کو پڑھ لے، اور یہ ظاہر بات ہے، ایک آمین کی مُوافقت ہی صرف نہیں بلکہ مجمع کی شرکت، نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا، جس کا اِس کا حدیث میں ذکر ہے، اس کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت ہی میں پائی جاتی ہیں۔

ستر سال سے تکبیر اولی کا اہتمام

امام سلیمان بن مہران الاعمش ؒ کے متعلق امام وکیع ؒ کا بیان ہے کہ تقریباً ستر سال میں ایک مرتبہ بھی ان سے تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔

”حَدَّثَنَا وكيع قال : كان الأعمش قريبا من سبعين سنة لم تفته التكبيرة الأولى“۔ (۱)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ : ترجمہ سلیمان بن مہران الاعمش، 9/ 10، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ترکِ جماعت کی مذمت اور وعیدیں

جماعت چھوڑنے سے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے

امام مسلمؒ نے حضرت عبداللہ بن عمراورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ان دونوں نے نبی کریم ﷺ کو اس (منبر) کی لکڑیوں پر فرماتے ہیں ہوئے سنا:

لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمِ الْجُمُعَاتِ، أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ۔(۱)

لوگ ضرور جماعتی (یعنی باجماعت نماز) چھوڑنے سے باز آجائیں، ورنہ اللہ تعالیٰ یقیناً ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں گے پھر وہ ضرور غافل لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔

حدیث کے حوالے سے دو باتیں

علامہ عبدالرؤف مناویؒ لکھتے ہیں: "معنى هذاالترديدان احدالامرين كائن لامحالة اما الانتهاءعن تركهاوإما الختم"۔(۲) اس تردید یعنی لفظ (او) بمعنیٰ (یا) سے مراد یہ ہے کہ دو میں سے ایک بات ضرور ہوگی اسے یعنی باجماعت نماز ترک کرنے سے باز آنا یا اللہ تعالیٰ کا ان کے دلوں پر مہر لگانا۔

حضرات ائمہ ابن منذر، ابن ابی شیبہ اور ابن حزم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "لَأَنْ يَمْتَلِئَ أُذُنَا ابْنِ آدَمَ رَصَاصًا عَذَابًا، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْمَعَ الْمُنَادِيَ، ثُمَّ لَا يُجِيبُهُ" (۳) "یقیناً ابن آدم کے دونوں کانوں کا پگھلے ہوئے سیسے سے بھر جانا اذان سن کر اسے قبول نہ کرنے سے بہتر ہے۔"

(۱) مسلم :باب التغليظ فی ترک الجمعة، حديث :۸۶۵

(۲) فيض القدير، حرف اللام ۵ :۳۹۷/، حديث ۹۶۱۱ :، المكتبة التجارية الكبرى، مصر، الطبعة الاولى :۱۳۵۶

(۳) الأوسط فی السنن والاجماع والاختلاف، ذكر تخوف النفاق على تارک شهود العشاء، حديث : ۱۹۰۵، مصنف ابن ابی شيبة، من قال إذا سمع المنادى فليجب، حديث:۳۴۶۵

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ، فَيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلاَةِ، فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ، أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا، أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ، لَشَهِدَ العِشَاءَ“۔(۱)

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً میں نے پختہ ارادہ کیا کہ ایندھن جمع کر کے توڑا جائے، پھر میں نماز کا حکم دوں تو اس کے لیے اذان دی جائے، پھر میں ایک شخص کو حکم دوں تو وہ لوگوں کی امامت کروائے، پھر میں جماعت سے پیچھے رہنے والے مردوں کے پیچھے جاؤں اور ان پر ان کے گھروں کو اچھی طرح جلا دوں۔

اس ذات کی قسم جن کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کسی ایک کو علم ہو جائے کہ اسے مسجد جانے پر گوشت والی موٹی ہڈی یا دو اچھے پائے مل جائیں گے، تو وہ نماز عشاء میں حاضر ہو جاتا۔“

علامہ عینیؒ نے لکھا ہے: ”أَيْ وَاللهِ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ“ والذی نفسی بیدہ یعنی اللہ کی قسم جن کے ہاتھ میں میری جان ہے“(۲) اور قسم بلاشک وشبہ بات کی تاکید کا فائدہ دیتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے قلم بند کیا ہے:

”وَفِيهِ جَوَازُ الْقَسَمِ عَلَى الْأَمْرِ الَّذِي لَا شَكَّ فِيهِ تَنْبِيهًا عَلَى

(۱) صحیح البخاری، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، حدیث: ۶۴۴

(۲) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی: باب وجوب صلاۃ الجماعۃ: ۱۶۹/۵، دار إحیاء التراث العربی، بیروت۔

عِظَمِ شَأْنِهِ"(۱)

شک سے مبرّا بات کی شدید اہمیت اجاگر کرنے کے لیے قسم کھانے کا اس (حدیث) میں جواز ہے، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "وَمَعْنَى يُحْطَبُ يُكْسَرُ لِيَسْهُلَ اشْتِعَالُ النَّارِ بِهِ"۔ (۲) یحطب کا معنی اسے (یعنی ایندھن کو) توڑنا تاکہ اس کے ساتھ آگ کا بھڑکنا آسان ہو جائے۔

آنحضرت ﷺ نے روایت میں 'فاحرق' تیسری روایت میں "لاحرق' اور چوتھی روایت میں "لاحرقه" کے الفاظ استعمال فرمائے، یعنی تینوں الفاظ باب تفعیل سے ہیں جس میں مبالغہ کا معنی ہوتا ہے یعنی خوب اچھی طرح جلا دوں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

(فَأُحَرِّقُ بِالتَّشْدِيدِ وَالْمُرَادُ بِهِ التَّكْثِيرُ يُقَالُ حَرَّقَهُ" "إِذَا بَالَغَ فِي تَحْرِيقِهِ"(۳)

'فاُحرِّقُ' 'راتشدید کے ساتھ اور اس سے مراد زیادتی ہے، جب کوئی خوب اچھی طرح جلائے تو کہا جاتا ہے "حرَّقَهُ" آنحضرت ﷺ نے صرف گھروں کو جلانے کی وعید پر اکتفا نہ فرمایا؛ بل کہ ان کے ساتھ باجماعت نماز سے پیچھے رہنے والے مردوں کو بھی جلانے کی تہدید فرمائی، پہلی روایت کے الفاظ مبارکہ ہیں "فاحرق علیهم بیوتهم" پس ان کے اوپر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

'يُشْعِرُ بِأَنَّ الْعُقُوبَةَ لَيْسَتْ قَاصِرَةً عَلَى الْمَالِ بَلِ الْمُرَادُ تَحْرِيقُ الْمَقْصُودِينَ وَالْبُيُوتُ تَبَعًا لِلْقَاطِنِينَ بِهَا"(۴)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ سزا صرف مالی نہ تھی؛ بلکہ مقصود مطلوبہ اشخاص کو خوب اچھی طرح

---

(۱) فتح الباری لابن حجر، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ۱۲۹/۲، ۔دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

(۲) فتح الباری لابن حجر، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ۱۲۹/۲، ۔دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

(۳) فتح الباری لابن حجر، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ۱۲۹/۲، ۔دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

(۴) فتح الباری لابن حجر، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ۱۲۹/۲، ۔دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

جلانا ہے اور گھروں کے جلانے کا حکم ان میں رہائش پذیر لوگوں کے حکم کے تابع ہے۔
امام مسلمؒ کی روایت کردہ درجِ ذیل حدیث کے الفاظ میں اس کی صراحت ہے:
”ثُمَّ تُحَرَّقُ بُيُوتٌ عَلَى مَنْ فِيهَا۔ (۱) پھر گھروں کو ان میں موجود لوگوں سمیت خوب اچھی طرح جلادیا جائے۔
علامہ ابوبکر کاسانی حنفیؒ جماعت کے وجوب کے دلائل کے ضمن میں اسی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ”وَمِثْلُ هَذَا الْوَعِيدِ لَا يَلْحَقُ إِلَّا بِتَرْكِ الْوَاجِبِ.“ (۲)
اور ایسی وعید تو واجب ترک کرنے پر ہی ملتی ہے: شیخ ابن باز لکھتے ہیں: ظاہر ہیکہ جو شخص کسی امر مستحب یا فرض کفایہ سے پیچھے رہے، تو اسے اس طرح سرزنش نہیں کی جاسکتی۔(۳)
ان حدیثوں کے ضمن میں امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں:

فلولا ان تخلفهم عن الصلوة فی المسجد معصية كبيرة عظيمة لماهدرهم النبی ﷺ وبحرق منازلهم۔(۴)

اگر مسجد میں جماعت کی نماز سے غیر حاضری گناہ کبیرہ نہ ہوتی تو حضور ان کے گھروں کو جلانے کی تہدید (دھمکی) نہ فرماتے)۔
پہلی حدیث میں ”لشهد العشاء“ کا جملہ بتا رہا ہے کہ یہ تاکید اور ساتھ ہی تہدید وقتی نمازوں کے لئے بھی ہے، صرف یہ عشاء کی نماز کی تاکید کے لئے نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے۔

---

(۱) صحيح مسلم، باب صلاة الجماعة، وبيان التشديد فی التخلف عنها، ۶۵۱
(۲) بدائع الصنائع الكاسانی، فصل بيان من تجب عليه الجماعة ۱: ۱۵۵، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م۔)
(۳) فتاوی اسلامیہ (مترجم) ۱/۴۷۴
(۴) كتاب الصلوة لاحمد بن حنبل: ص ۲۱

تنبیہ

حافظ ابن حجرؒ پہلی حدیث سے معلوم ہونے والی باتوں کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”وَفِيهِ الرُّخصَةُ لِلْإِمَامِ أَوْ نَائِبِهِ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ لِأَجْلِ إِخْرَاجِ مَنْ يَسْتَخْفِي فِي بَيْتِهِ وَيَتْرُكُهَا“۔(۱)

اس میں باجماعت نماز چھوڑکر گھروں میں چھپے رہنے والوں کو نکالنے کی غرض سے امام یا اس کے نائب کو جماعت ترک کرنے کی اجازت ہے۔

سعودی عرب میں (ہیئۃ الامر بالمعروف والنھی عن المنکر) نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا ادارہ والے باجماعت نماز کے وقت اس سے پیچھے رہنے والوں کا تعاقب کرتے اور انہیں باجماعت نماز میں شامل ہونے کا حکم دیتے، یہ حدیث ان کے طرزِ عمل کی تائید کرتی ہے، ان کے اس ایثار اور کارِ خیر پر شکریہ اور دعا کے بجائے ان پر تنقید کرنا سرا سر ظلم اور ناقدر شناسی ہے۔

نماز باجماعت کے لئے دعوت قبول نہ کرنے والوں کا بُرا انجام

اللہ جل شانہ نے فرمایا:

”يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (42) خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ-وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ“(۲)

”جس دن پنڈلی کھولی جائیگی اور انہیں مسجد کے لئے بلایا جائیگا، تو وہ نہ کرسکیں گے، ان کی نگاہیں نیچی ہوگی۔ ذلت انہیں گھیرے ہوگی اور یقیناً انہیں (دنیا میں) سجدہ کے لئے بلایا

---

(۱) فتح الباری لابن حجر، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ۲/۱۳۰۔ دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

(۲) ۔سورۃ القلم ۴۳: /۴۲

جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے۔"

ان دونوں آیتوں میں اللہ جل شانہ نے دنیا میں [سجدے کی دعوت] قبول نہ کرنے والوں کے لئے آخرت میں برے انجام کی خبر دی ہے۔

:۱ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کانو ایسمعون الاذان والنداء للصلاۃ فلایجیبون"(۱)

"وہ نماز کے لئے اذان اور نداء سنا کرتے تھے، لیکن اسے قبول نہ کرتے تھے (یعنی جماعت میں شامل نہیں ہوتے تھے)۔"

:۲ حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا:

"کانو ایسمعون [حی علی الفلاح] فلایجیبون"(۲)

"وہ حی علی الفلاح سنا کرتے تھے، مگر قبول نہ کرتے تھے"

:۳ حضرت امام نخعیؒ نے فرمایا:

"أَيْ يُدْعَوْنَ بِالْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ فيأبونه"۔(۳)

"انہیں اذان واقامت کے ساتھ دعوت دی جاتی، تو وہ اس (یعنی باجماعت نماز کے لئے آنے) سے انکار کرتے۔"

۴: حضرت ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں:

"يَعْنِي إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ بِالْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ"(۴)

---

(۱) تفسیر روح المعانی للآلوسی :۴۱/۱۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی :۱۴۱۵ھ،

(۲) تفسیر البغوی، سورۃ القلم:۱۴۲/۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

(۳) تفسیر تفسیر القرطبی، سورۃ القلم :۲۵۱/۱۸، دار الکتب المصریۃ، القاهرۃ، الطبعۃ الثانیۃ : ۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴م

(۴) تفسیر البغوی، سورۃ القلم :۱۴۲/۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی :۱۴۲۰ھ القرطبی، سورۃ القلم :۲۵۱/۱۸، دار الکتب المصریۃ، القاهرۃ، الطبعۃ الثانیۃ:۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴م

''یعنی اذان واقامت کے ذریعہ فرض نماز کے لئے (انہیں بلایا جاتا تھا)''

علامہ رازیؒ نے تحریر کیا ہے:

(وقد كانوا الى السجود وهم سالمون)يعنى حين يدعون الى الصلوات بالاذان والاقامة،وكانوا اسالمين قادرين على الصلاة۔وفى هذاوعيد لمن قعدعن الصلاة،ولاميجب المو ذن الى اقامةالصلاةفى الجماعة۔(۱)

نوٹ: یعنی جب انہیں اذان واقامت کے ذریعے نمازوں کے لیے بلایا جاتا تھا اور وہ صحیح سالم اور نماز کے لیے آنے کی طاقت رکھتے تھے اس میں جماعت سے پیچھے رہنے اور مؤذن کی باجماعت نماز ادا کرنے کی خاطر دعوت قبول نہ کرنے پر وعید ہے۔

اگر جماعت ثانیہ کی گنجائش ہوتی تو اس قدر وعید نہ ہوتی کیوں کہ وہ شخص کسی نہ کسی درجہ جماعت سے نماز ادا کر ہی رہا ہے۔

اکیلے پڑھی گئی نماز قابل قبول نہیں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: جب کوئی شخص اذان سنے اور کوئی عذر نہ ہونے کے باوجود مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا نہ کرے تو اسکی اکیلے پڑھی گئی نماز قبول نہیں ہوگی (اگرچہ کہ ضابطہ کی خانہ پری ہو جائے گی کہ اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا)

صحابہؓ نے پوچھا کہ عذر کیا ہے؟ (کہ اس صورت میں تنہا نماز پڑھی جا سکتی ہے، اور جماعت کی شرکت معاف ہو جاوے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: خوف (جان یا مال کے ضائع ہو جانے کا) یا مرض

''مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ اتِّبَاعِهِ، عُذْرٌ، قَالُوا:وَمَا

(۱) التفسیر الکبیر، سورۃ القلم: ۳۰/۶۱۵، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة: ۱۴۲۰ھ

الْعُذْرُ؟ قَالَ: خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ، لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى"(۱)

جماعت سے پیچھے رہنے والا منافق ہے

بلا شبہ ہمیں معلوم ہے کہ بجز کھلے ہوئے منافق یا بالکل نڈھال بیمار اور کوئی جماعت کی نماز سے نہیں بچھڑتا ہے، بل کہ جو بیمار ہے وہ بھی دو شخصوں کے سہارے چل کر نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں، اور انہوں نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے "سنن ہدیٰ" کی ہمیں تعلیم فرمائی اور بے شک اس مسجد میں نماز پڑھنا جس مین اذان دی جائے سنن ہدیٰ میں سے ہے، ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ بات خوش لگتی ہے کہ کل (بعد موت) اللہ سے حالت اسلام پر ملے تو اس کو چاہیے کہ تمام نمازوں کے لئے جوں ہی اذان پکاری جائے مسجد میں حاضری دے، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کے لئے سنن ہدیٰ کو مشروع فرمایا ہے اور انہی میں سے نمازیں ہیں، اور اگر (کہیں) تم نے بھی منافق کی طرح گھروں میں ہی نماز پڑھ لی تو بالیقین تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت ترک کردی، اور تم نے (خدانخواستہ) ترکِ سنت کو عادت بنالیا تو پھر تمہاری گمراہی میں کوئی شبہ نہیں، جو بھی خوب پاک وصاف ہو کر کسی مسجد کی طرف جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے، ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور ایک گناہ مٹاتا ہے، اور ہمیں یقین ہے کہ بغیر عذر شرعی بجز منافق اور کوئی جماعت کی نماز سے نہیں کتراتا، کیوں کہ مؤمن مرد جو دوسروں کے سہارے بھی آسکتا ہے تو بھی آتا ہے اور صف میں مل کر نماز پڑھتا ہے۔

"لقد رأيتنا وما يتخلف عن الصلاة إلا منافق قد علم نفاقه. أو

---

(۱) سنن ابو داؤد، باب فی التشدید علی ترک الجماعۃ، حدیث ۵۵۱ : ، جامع الأصول میں محقق شعیب الانوط نے کہا ہے، اس کی ابن حبان نے تصحیح کی ہے، جامع الأصول ۱ : ۴۷۰/، مکتبۃ الحلوانی، مطبعۃ الملاح، مکتبۃ دار البیان، الطبعۃ الأولی۔ اور ایک جگہ کہتے ہیں : اس کی سند میں ابو جناب یحی بن حیۃ ہے، کثرت تدلیس کی وجہ سے ان کی تضعیف کی گئی ہم، لیکن حدیث ابن ماجۃ کی حدیث ۷۹۳: سے ان ألفاظ سے "من سمع النداء فلم یأتہ فلا صلاۃ لہ إلا من عذر" سے شاہد موجود ہے، اس کی سند صحیح ہے، جس کی دیگر لوگوں نم بھی تصحیح کی ہے۔)

مريض. إن كان المريض ليمشي بين رجلين حتى يأتي الصلاة. وقال :إن رسول الله ﷺ علمنا سنن الهدى. وإن من سنن الهدى الصلاة في المسجد الذي يؤذن فيه. من سره أن يلقى الله غدا مسلما فليحافظ على هؤلاء الصلوات حيث ينادى بهن. فإن الله شرع لنبيكم ﷺ سنن الهدى وإنهن من سنن الهدى. ولو أنكم صليتم في بيوتكم كما يصلي هذا المتخلف في بيته لتركتم سنة نبيكم. ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم. وما من رجل يتطهر فيحسن الطهور ثم يعمد إلى مسجد من هذه المساجد إلا كتب الله له بكل خطوة يخطوها حسنة. ويرفعه بها درجة. ويحط عنه بها سيئة. ولقد رأيتنا وما يتخلف عنها إلا منافق، معلوم النفاق. ولقد كان الرجل يؤتى به يهادى بين الرجلين حتى يقام في الصف"(١)

شیطان ان پر پوری طرح حاوی ہو جاتا ہے

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں جماعت سے نماز ادا نہ کی جائے تو شیطان ان پر پوری طرح حاوی ہو جاتا ہے،اس لئے جماعت سے نماز ادا کرنے کو اپنے لئے ضروری سمجھو،بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے(اور سنو! آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے جو تنہا نماز ادا کریگا شیطان اس نمازی کو اچک لیتا ہے)

"عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ :يَقُولُ مَا مِنْ ثَلاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلا بَدْوٍ لا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلاةُ إِلا قَدِ اسْتَحْوَذَ

(١) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجماۃ من سنن الھدی، حدیث :٦٥٤

عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ. قَالَ زَائِدَةُ: قَالَ السَّائِبُ يَعْنِي بِالْجَمَاعَةِ الصَّلَاةَ فِي الْجَمَاعَةِ"(۱)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: سراسر ظلم ہے اور کفر ونفاق ہے کہ اللہ کے منادی کو سنے (اذاں سنے) کہ نماز کے لئے پکار رہا ہے، ہمیشہ کی کامیابی کی دعوت دے رہا ہے، پھر بھی لبیک نہ کہے اور اسکی پکار کا جواب نہ دے (یعنی نماز کے لئے جہاں سے پکارا جارہا ہے یعنی مسجد میں حاضری دے کر باجماعت نماز ادا نہ کرے)

"الْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ، وَالْكُفْرُ، وَالنِّفَاقُ، مَنْ سَمِعَ مُنَادِيَ اللهِ يُنَادِي بِالصَّلَاةِ يَدْعُو إِلَى الْفَلَاحِ، وَلَا يُجِيبُهُ"(۲)

فائدہ: اس حدیث میں آپ ﷺ نے جس قدر سخت وعید بیان فرمائی ہے کیا ایک مسلمان اس کو سننے کے بعد اسکا دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ محلہ کی جماعت چھوڑ کر اس انتظار میں رہے کہ جب چاہے جماعت بنا سکتے ہیں، پہلی جماعت میں شریک ہونا کوئی ضروری نہیں؟

اکیلے نماز پڑھنے والے پر شیطان غالب آتا ہے

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تین آدمی کسی بستی یا جنگل میں ہوں اور پھر بھی وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان

---

(۱) سنن ابی داود، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ، حدیث ۵۴۷: سنن النسائی، التشدید فی ترک الجماعۃ، حدیث: ۸۴۷، خلاصۃ الأحکام ۲/ ۶۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، میں علامہ نووی فرماتے ہیں: اس کو ابوداود اور نسائی نے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۲) مسند احمد، حدیث معاذ بن أنس الجہنی، حدیث ۱۵۶۲۶: علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو احمد اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس میں زبان بن فائد ہے، جن کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے، ابوحاتم نے ان کی توثیق کی ہے۔ مجمع الزوائد، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، حدیث ۲۱۵۹: ۔ ۶۲۵

مسلط ہو جاتا ہے، پس تم جماعت کو لازم کر لو کیوں کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور رہتی ہے۔

راوئ حدیث فرماتے ہیں کہ جماعت سے مراد نماز کی جماعت ہے۔ان حدیثوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جماعت کی نماز کی نہایت تاکید یں آئی ہیں، اس راہ میں مشقت و دقت کی پرواہ نہ کرنا چاہیے، تا آنکہ بیماری وغیرہ جیسے معذورین کے لئے مسجد پہنچنا ممکن ہو تو اس کے لئے بھی مستحب ہے کہ مسجد ہی آئے۔

ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی آپ تارکِ جماعت کو جلا کر ماڈالتے اگر آپ کو عورتوں اور چھوٹے بچوں کا خیال نہ ہوتا۔(۱)

کان پگھلے ہوئے سیسہ سے بھر دیے جائیں

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: آدمی کے کان گرم کئے ہوئے رانگ سے بھر جائیں (جس کے سبب وہ بالکل بہرا ہو جاوے) یہ بہتر ہے اس سے کہ اذان سنے اور اذان کی پکار سنے اور لبیک نہ کہے

”لَاَنْ تمْتَلِی اُذُنا ابنِ آدمَ رَصَاصاً مذاباً خیراً له مِنْ اَن یسمعَ المنادی ثم لا یجبه“(۲)

حضرت عتاب بن اسیدؓ حاکم مکہ مکرمہ آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر سن کر اہل مکہ کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا! اگر کسی کے متعلق مجھے یہ معلوم ہو کہ وہ مسجد آکر نماز ادا نہیں کرتا تو خدا کی قسم میں اسکی گردن اڑا دوں گا۔

”یا أهل مكة و الله لا يبلغني أن أحدا منكم تخلف عن الصلاة

---

(۱) مسند احمد: مسند المکثرین من الصحابة، حدیث: ۸۷۹۶

(۲) الصلاة وأحكام تاركها لابن القيم: ۱/۱۰۱، مکتبة الثقافة بالمدينة المنورة۔

في المسجد في الجماعة إلا ضربت عنقه"۔(۱)

ترک جماعت کا وبال

حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے توریت حضرت موسیٰؑ پر، انجیل، حضرت عیسیٰؑ پر، زبور حضرت داوٗدؑ پر اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا یہ آیتیں

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ"(۲)

"جس دن حق تعالیٰ شانہ ساق کی تجلی فرمائیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلی ہوگی) اور لوگ اس دن سجدہ کے لئے تو بلائے جاوینگے تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر پائیں گے، ان کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی، اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اسلئے کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم ہونے کے باوجود سجدہ نہیں کرتے تھے"

جماعت ثانیہ پہلی جماعت میں تاخیر علامت نفاق ہے

امام احمدؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ لِلْمُنَافِقِينَ عَلَامَاتٍ يُعْرَفُونَ بِهَا: تَحِيَّتُهُمْ لَعْنَةٌ، وَطَعَامُهُمْ نُهْبَةٌ، وَغَنِيمَتُهُمْ غُلُولٌ، وَلَا يَقْرَبُونَ الْمَسَاجِدَ إِلَّا هَجْرًا، وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا دَبْرًا، مُسْتَكْبِرِينَ، لَا يَأْلَفُونَ وَلَا يُؤْلَفُونَ،

---

(۱) الصلاة وأحكام تاركها لابن القيم: ۱/۱۱۸، مكتبة الثقافة بالمدينة المنورة۔

(۲) مسند احمد: مسند المكثرين من الصحابة، حديث: ۸۷۹۶

خُشُبٌ بِاللَّيْلِ، صُخُبٌ بِالنَّهَارِ " وَقَالَ يَزِيدُ، مَرَّةً : " سُخُبٌ بِالنَّهَارِ "(۱)

بے شک منافقین کی نشانیاں ہیں وہ ان کے ذریعے سے پہچانے جاتے ہیں: ان کا ایک دوسرے لے لیے تحفہ لعنت ہے انکا کھانا لوٹ کا مال ہے ان کا مالِ غنیمت خیانت سے ہے، وہ مساجد کے قریب نہیں آتے، بلکہ دور رہتے ہیں، نماز کے آخر ہی میں آتے ہیں، تکبر کرتے ہیں، وہ الفت یعنی کسی کے ساتھ مخلصانہ تعلق نہیں رکھتے، ان کے ساتھ بھی الفت نہیں کی جاتی، رات کو لکڑیوں کی مانند ہوتے اور دن کو شور و غوغا کرتے ہیں۔

امام طبرانیؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَوْ أَنَّ رَجُلًا دَعَا النَّاسَ إِلَى عِرْقٍ أَوْ مِرْمَاتَيْنِ لَأَجَابُوهُ، وَهُمْ يُدْعَوْنَ إِلَى هَذِهِ الصَّلَاةِ فِي جَمَاعَةٍ فَلَا يَأْتُونَهَا، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي جَمَاعَةٍ، ثُمَّ أَنْصَرِفَ إِلَى قَوْمٍ سَمِعُوا النِّدَاءَ، فَلَمْ يُجِيبُوا فَأُضْرِمَهَا عَلَيْهِمْ نَارًا، وَإِنَّهُ لَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ"(۲)

اگر کوئی آدمی لوگوں کو معمولی سے گوشت ہڈی یا بکری کے دو پایوں سے چمٹے ہوئے

---

(۱) مسند احمد، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، حديث ۷۹۲۶: علامہ بوصیری اتحاف الخیرۃ المهرۃ بزوائد المسانید العشرۃ ۷: ۳/ ۷۳، دار الوطن للنشر والتوزیع میں فرماتے ہیں: اس کو احمد بن منیع اور احمد بن حنبل نے سند ضعیف کے ساتھ نقل کیا ہے، علامہ ہیثمی مجمع الزوائد، باب في النفاق وعلاماته وذکر المنافقين، حدیث ۴۱۸: ۲/ ۱۶۲ میں فرماتے ہیں: اس کو احمد اور بزار نے روایت کیا ہے، اس میں عبد الملک بن قدامہ جمحی ہے، جن کی یحیٰ بن معین وغیرہ نے توثیق کی ہے، امام دار قطنی وغیرہ نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

(۲) المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهيم، حدیث ۲۷۶۳: علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے، عمدۃ القاری، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ۵/ ۱۶۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

گوشت کی طرف بلائے تو وہ اس کی دعوت قبول کرتے ہیں اور صورتِ حال یہ ہے کہ انہیں اس نماز کے لیے دعوت دی جاتی ہے تو وہ نہیں آتے، بے شک میں نے پختہ ارادہ کیا ہے کہ ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو باجماعت نماز ادا کروائے، پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو اذان سننے کے باوجود آئے نہیں اور ان پر آگ جلاؤں بلاشبہ اس سے یعنی نماز باجماعت سے منافق ہی پیچھے رہتا ہے۔"

"ولا یأتون الصلاۃ الا دبراً" کی شرح میں شیخ احمد شاکر لکھتے ہیں: "ای آخر أحین کاد الامام ان یفرغ"(۱) "یعنی وہ (باجماعت نماز میں) آخر میں (شریک ہوتے ہیں) جب کہ امام نماز سے فارغ ہونے کے قریب ہوتا ہے" ظاہر ہے جماعت ثانیہ اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ لوگ آخر میں آتے ہیں۔

اگر باجماعت نماز کے آخر میں شریک ہونا منافقوں کی علامتوں میں سے ایک ہے تو سرے ہی سے جماعت میں شامل نہ ہونا نہ اول میں نہ آخر میں کن لوگوں کی علامات میں سے ہوگا؟ اس لیے پہلی جماعت ہی کا اہتمام کریں۔

مسجد میں جماعت ہو رہی تو کیا کریں؟

حضرت یزید بن عامری نقل کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ظہر کی نماز مسجد خیف میں پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ پیچھے نماز میں شریک ہوئے بغیر بیٹھے ہیں، آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم نے ہمارے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے کجاوے میں نماز ادا کر چکے، آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، جب تم اپنے کجاوے میں نماز پڑھلو اور مسجد آو جب کہ مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو جماعت میں شریک ہو جایا کرو، تمھارے لئے یہ نماز نفل ہو جاوے گی۔

"فَلَا تَفْعَلَا إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ

---

(۱) الاوسط فی السنن والاجماع الاختلاف ۴/۱۳۴

فَصَلِّيَا مَعَهُمْ، فَإِنَّهَا لَكُمْ نَافِلَةٌ"(۱)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرکسی وجہ سے نماز گھر پر ادا کر لئے، مثلا اس خیال سے مسجد میں جماعت ہوگئی ہوگی اور گھر میں نماز ادا کرلی اور مسجد جانے کا اتفاق ہوا تو جماعت سے الگ ہو کر نہ بیٹھے؛ بلکہ جماعت کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہو جاوے، البتہ اگر فجر یا عصر کے بعد ایسا اتفاق ہو تو جماعت میں شریک نہ ہو، کیوں کہ ان اوقات میں کوئی نفل نماز نہیں ہے۔

۲۔ جب نماز ادا کر لینے کے بعد اگر مسجد آئے تو نماز میں شریک ہونا چاہئے تو اندازہ کرلیں کہ اگر نماز نہ پڑھی ہو اور مسجد میں داخل ہو جبکہ جماعت ہو رہی ہے تو کیا اس کی گنجائش ہوگی کہ جماعت میں شریک ہوے بنا کھڑا رہے اور جماعت ختم ہونے کا انتظار کرتا رہے اور جب جماعت ختم ہو جاوے تو علیحدہ جماعت بنا کر نماز پڑھے، جیسا کہ بعض نادان کرتے ہیں جنھیں یہ خوش فہمی ہے کہ وہ عامل بالحدیث ہیں، جبکہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے صراحت سے فرمایا کہ: اگر کوئی شخص گھر میں نماز ادا کرے اور پھر مسجد جاوے جبکہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاے، یہ نماز نفل ہو جائے گی۔

"يَا أَبَا ذَرٍّ، صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، فَإِنْ أَتَيْتَ النَّاسَ وَقَدْ صَلَّوْا، كُنْتَ قَدْ أَحْرَزْتَ صَلَاتَكَ، وَإِنْ لَمْ يَكُونُوا صَلَّوْا، صَلَّيْتَ مَعَهُمْ وَكَانَتْ لَكَ نَافِلَةً"(۲)

تارک جماعت کا حکم

شریعت میں نماز با جماعت بے حد ضروری اور مہتم بالشان مسئلہ ہے اسلام اور اہل

(۱) صحیح ابن خزیمۃ، باب الصلاۃ جماعۃ بعد صلاۃ الصبح منفردا، حدیث ۱۶۳۸: المکتب ال إسلامی، بیروت۔ السنن الکبری للنسائی، إعادۃ الخبر، حدیث ۹۳۳ :۔ڈاکٹر محمد مصطفی الأعظمی فرماتے ہیں :اس کی سند حسن درجے کی ہے، محقق البانی کہتے ہیں، اس کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے۔)

(۲) مسند احمد، حدیث أبی ذر الغفاری، حدیث :۲۱۳۲۴۔

اسلام کی شان شوکت بڑھانے والی اور انہیں بلند و بالا مقام اور درجہ کمال پر پہنچانے والی چیز ہے، جماعت سے نماز پڑھنا واجب کے حکم میں ہے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ نماز باجماعت عظیم الشان اسلامی شعار اور دین اسلام کی بڑی علامت، اس کی خصوصیت ہے کہ جماعت کسی بھی دین میں نہیں تھی اسی لئے صحابہؓ جب اذان سنتے تھے تو دوکانیں چھوڑ کر مسجد چلے جاتے۔

اس لئے ترکِ جماعت کی عادت بنالینے والا سخت گنہگار اور فاسق مردود الشہادت ہے، پڑوسی اگر تنبیہ اور اصلاح کی کوشش نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے، اگر کسی جگہ مسلمان اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لینے پر اکتفا کرتے ہوئے جماعت سے نماز پڑھنا چھوڑ دیں تو ان سے بذریعہ اسلحہ جہاد کرنا واجب ہے۔

”بِأَنَّهُ لَا يُرَخَّصُ لِأَحَدٍ فِي تَرْكِهَا بِغَيْرِ عُذْرٍ حَتَّى لَوْ تَرَكَهَا أَهْلُ مِصْرٍ يُؤْمَرُونَ بِهَا فَإِنْ ائْتَمَرُوا وَإِلَّا يَحِلُّ مُقَاتَلَتُهُمْ، وَفِي الْقُنْيَةِ وَغَيْرِهَا بِأَنَّهُ يَجِبُ التَّعْزِيرُ عَلَى تَارِكِهَا بِغَيْرِ عُذْرٍ وَيَأْثَمُ الْجِيرَانُ بِالسُّكُوتِ“(۱)

دینی نمائندہ کا ترک جماعت

جو شخص بلاعذر شرعی جماعت سے نماز نہیں پڑھتا وہ گنہگار اور فاسق اور مردود الشہادۃ ہے اور جو شخص دینی نمائندہ ہو اور ترک جماعت کا عادی ہو وہ بھی فاسق اور مردود الشہادۃ ہے، وہ اس لائق نہیں کہ اسکو دین و شریعت کا نمائندہ بنایا جائے، چناں چہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ”جماعت کی نماز سے صرف منافق مشہور ہی پیچھے رہتا ہے۔

(۱) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، صفة الإمامة في الصلاة : ۱/۳۶۵، دار الكتاب الاسلامي، الطبعة الثانية۔

”وما يتخلف عنها الا منافق معلوم المنافق“(۱)

” أَنَّ تَارِكَ الْجَمَاعَةِ يَسْتَوْجِبُ إِسَاءَةً وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ إِذَا تَرَكَهَا اسْتِخْفَافًا بِذَلِكَ وَمَجَانَةً، وفى منحة الخالق (قَوْلُهُ إِذَا تَرَكَهَا اسْتِخْفَافًا) أَيْ تَهَاوُنًا وَتَكَاسُلًا وَلَيْسَ الْمُرَادُ حَقِيقَةَ الِاسْتِخْفَافِ الَّذِي هُوَ الِاحْتِقَارُ فَإِنَّهُ كُفْرٌ“(۲)

جماعت اولیٰ ترک ہوجائے تو تلافی کیسے کی جائے؟

اب ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر کسی بے چارے کی کوشش کے باوجود جماعت چھوٹ جائے تو وہ جماعت کے اجر کی تلافی کس طرح کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ! اذان کے بعد جماعت اولیٰ کو حاصل کرنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرے، کیوں کہ خود اس فکر واہتمام کا ثواب مستقلا ملتا ہے، مسجد پہنچنے پر جماعت کے ساتھ قعدہ اخیرہ بھی ملجائے تو جماعت کا ثواب پانے کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔

اور اگر مسجد پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی ہے تو بھی غم نہ کرے تنہا نماز ادا کرلے، اس کو فکر واہتمام کی بدولت جماعت کے ساتھ ادا کرنے والوں کے برابر ہی اجر وثواب ملے گا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرکے مسجد پہونچا، اور اس کو جماعت مل گئی تو اسکی مغفرت ہوگئی اور اگر کچھ جماعت ملی باقی تنہا پوری کرلی تو بھی مغفرت ہوگئی، اور اگر ایسے وقت پہونچا کہ جماعت ختم ہوگئی اور اس نے اپنی نماز الگ پڑھ لی تو بھی مغفرت ہوگئی۔

---

(۱) صحيح مسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى، حديث: ۶۵۴، مستفاد فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۴۰۹/۶، فتاوی حقانی ۱۲۷/۳ فتاوی محمودیہ میرٹھ ۳۹۵/۹

(۲) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، صفة الإمامة فى الصلاة : ۳۶۵/۱، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة الثانية۔

”فان اتی المسجد فصلی فی جماعۃ غفر لہ فان اتی المسجد وقد صلوا بعضا صلی مادرک واتم مابقی کان کذا لک فان اتی المسجد وقد صلاو فاتم الصلواۃ کان کذالک“(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا، اور مسجد پہونچا تو دیکھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں، تب بھی اللہ تعالیٰ اسکو جماعت میں شریک لوگوں کے اجر کے برابر اجر عطا فرمائیگا، ان لوگوں کے اجر میں کمی کئے بغیر۔

”مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللّٰہُ جَلَّ وَعَزَّ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجْرِهِمْ شَيْئًا“)۲)

ان دونوں حدیثوں سے ایک بات یہ واضح ہوگئی کہ جماعتِ اولیٰ کو پانا یا اس کو پانے کی سعی کرنے کے باجود نہ پاسکنا، دونوں اجر میں برابر ہے، اس لئے ثواب جماعت سے محرومی کے خیال سے جماعت ثانیہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر نبی کریم ﷺ جماعت ثانیہ کو پسند فرماتے تو جماعت کے بعد آنے والوں کو اسی کی ترغیب دیتے ،مگر چونکہ ایسا کرنا نظام جماعت کے شرعی مقصد کے خلاف تھا؛ اس لئے آپؐ نے اس کی ترغیب نہیں دی ، بلکہ علاحدہ پڑھ لینے کے باجود جماعت سے پڑھنے والوں کے بقدر ثواب کا وعدہ فرمایا ، بشرطیکہ اس نے جماعت پانے کی سعی کی ہو۔ اس ارشاد گرامی کے موجود ہوتے ہوئے مسجد پہونچنے پر جماعت نہ ملنے والوں کو نہ کسی غم کی ضرورت ہے اور نہ ہی جماعتِ ثانیہ کے ذریعہ اس کی تلافی کی حاجت

(۱) سنن ابو داؤد، باب ما جاء فی الھدی فی المشی إلی الصلاۃ، حدیث ۵۶۳: محقق البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے

(۲) سنن ابي داوٗد، باب فیمن خرج یرید الصلاۃ فسبق بہا، حدیث ۵۶۴: ابن حجر فرماتے ہیں، اس کو ابوداد، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے، اس کی سند قوی ہے، فتح الباری ۶/۱۳۷، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹۔

باقی رہ جاتی ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

باجماعت نماز کی فضیلت ستائیس گنا زیادہ ہے

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرد کا جماعت کیساتھ نماز پڑھنا اکیلے پڑھنے سے ستائیس درجہ بڑھ کر ہوتی ہے۔

صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ وَحْدَهُ سَبْعًا وَعِشْرِينَ۔(۱)

اس حدیث میں جماعت کیساتھ نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے کہ جماعت کیساتھ نماز پڑھنے میں ستائیس گناہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔

باجماعت نماز پڑھنے والوں کے لیے فرشتوں کی دعائیں

حضرت ابوہریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے پر کچھ اوپر بیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اور یہ اس لئے کہ تم میں سے کوئی جب وضو کرتا ہے اور خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر مسجد میں آتا ہے اسے نماز کے علاوہ کسی نے نہیں اٹھایا اور نہ ہی نماز کے علاوہ اس کے کسی چیز کا ارادہ ہے، تو کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے (ایک قدم) کے بدلہ میں اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتا ہے، اور اس کا ایک گناہ معاف فرمایادیتا ہے، یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہوجاتا ہے تو جب وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے تو وہ نماز ہی کے حکم میں رہتا ہے جب تک کہ نماز اسے روکے رکھتی ہے، اور فرشتے تمہارلئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنی اسی جگہ میں بیٹھا رہتا ہے جس میں اس نے نماز پڑھی ہے، کہتے رہتے ہیں : اے اللہ! اس پر رحم فرما، اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما، جب تک کہ وہ

(۱) صحیح مسلم :باب فضل الجماعة، وبیان التشدید في التخلف عنها، حدیث: ٦٥٠

بے وضو نہ ہو (وہ فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں)۔

اللہ باجماعت نماز سے خوش ہوتے ہیں

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی باجماعت نماز سے بہت خوش ہوتے ہیں: ان اللہ عز و جل لیعجب من الصلاۃ فی الجمیع۔ (۱)

میدان جہاد میں نماز باجماعت کا اہتمام

حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ بجان و دل جماعت کی نماز پر فدا تھے، جان سے بڑھ کر پیاری اور کیا چیز ہوسکتی ہے، گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے، میدانِ کارزار گرم ہے، اور گردنیں کٹ کٹ کر رہی ہیں مگر اس وقت بھی یہ دینی شیرازہ بندہ توڑنے کی اجازت نہیں ملتی ہے، بلکہ وہاں بھی سب حتی الوسع ایک ہی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور ممکن حد تک نباتے ہنے کی سعی کرتے ہیں۔

حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد عبد اللہ بن عمرؓ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے کہا کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا، اس میں دشمنوں کی ہم سے مڈبھیڑ ہوگئی، چناں چہ ہم میدان میں نکل پڑے، نماز کا وقت آتا تو ہم دو حصوں میں بٹ گئے، ایک گروہ آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا، اور دوسرا دشمنوں کے مقابل ڈٹا رہا، پہلے گروہ نے جب آپ کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی، آپ نے اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیر لیا اور اس کے بعد ہر ایک نے اپنی اپنی بقیہ ایک رکعت پوری کی۔

مشرکین عرب کو یقین تھا کہ ان جاں نثاران اِسلام کو نماز اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان سے زیادہ پیاری ہے، اس لئے وہ قصداً اوقات نماز میں سخت سے سخت حملہ کرنے کی

(۱) معجم الکبیر طبرانی، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، حدیث ۱۴۰۶۰ : اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند حسن ہے۔

کوشش کرتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ضجنان وعسفان کے درمیان نزول اجلال فرمایا، یہ دیکھ کر مشرکین کہنے لگے: ان لوگوں کو ایک ایسی نماز درپیش ہے جو ان کی ساری دنیا اور بال بچوں سے بھی زیادہ محبوب ہے جس کا نام عصر ہے، لہٰذا تم متفق ہو کر یکبارگی پوری قوت سے ان پر ٹوٹ پڑو، ادھر مشرکین میں یہ مشورہ ہو رہا تھا، ادھر حضرت جبرئیل امین نے آکر حضور ﷺ کو بتایا کہ اپنے ساتھیوں کو دو حصوں میں بانٹ دیجئے اور ہر ایک کو ایک ایک رکعت نماز اس طرح پڑھایئے کہ دوسرا حصہ مسلح ہو کر دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹا رہے، اس طرح ان کی ایک ایک رکعت ہوگی اور آپ کی دو رکعتیں "فَتَكُونُ لَهُمْ رَكْعَةٌ رَكْعَةٌ، وَلِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم رَكْعَتَانِ"۔(۱)

میدانِ جہاد وقتال میں بھی شریعت نے جماعت ٹوٹنے نہیں دی اور اس نازک موقع پر خود اللہ تعالیٰ نے آکر جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ آپ کی رہنمائی فرمائی اور حکمت عملی بتا کر شکست جماعت سے بچالیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ پرودگار عالم کو جماعت کی نماز محبوب ہے۔

حضرت عمرؓ کی نگاہ میں جماعت کی اہمیت

فاروق اعظمؓ جماعت کی نماز کے عاشق تھے اور آخر کار اسی عشق میں جان دی، آپ کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نہیں پاتے تھے تو اس کے یہاں خود پہنچ کر وجہ دریافت فرماتے اور عذر معقول نہ پاتے تو اپنی خفگی کا اظہار فرماتے۔ ایک دن آپ نے کچھ لوگوں کو غیر حاضر پا کر فرمایا کیا بات ہے کہ وہ لوگ جماعت کے لئے مسجد نہیں آتے ان کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ایسا کرنے لگیں گے، ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ یا تو وہ پابندی کے ساتھ مسجد آیا کریں ورنہ میں ان کی طرف ایسے اشخاص کو بھیجوں گا جو ان کی گردنیں مار دیں گے،

---

(۱) سنن الترمذی، باب ما جاء في الرخصة في ذلک، حدیث: ۳۰۳۵، امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ روایت حسن صحیح اور غریب ہے۔

پھر آپ نے فرمایا جماعت کی نماز کے لئے مسجد آیا کرو، یہ اخیر جملہ آپ نے تین بار فرمایا۔(۱)

افسوس! امت محمدیہ میں جماعت کا اہتمام نہ رہا

حضرت سالم روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداءؓ کو کہتے ہوئے سنا وہ فرماتی تھیں کہ ایک دن حضرت ابو درداءؓ میرے پاس غصہ میں بھرے ہوئے آئے، میں نے کہا کہ آپ کو کیوں اتنا غصہ آگیا؟ بولے: **واللہ ما اعرف من امة محمد** ﷺ **شیئا الا انهم یصلون جمیعا**: اللہ کی قسم! محمد ﷺ کے دین کی کوئی بات اب میں نہیں دیکھتا، صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں، اب اس میں کوتاہی ہونے لگی ہے اور با جماعت نماز کا اہتمام نہ رہا۔

جماعت میں شرکت نہ کرنا نبوی طریقے سے ہٹنا ہے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: **من سمع حی علی الفلاح فلم یجب، فقد ترک سنة محمد** ﷺ ''جس نے ''حی علی الفلاح'' کی آواز سنی اور اس نے جواب نہیں دیا، تو یقیناً اس نے محمد ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیا''۔

اذان سن کر جماعت میں آنے والوں کے لیے کوئی خیر نہیں

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: **من سمع المنادی فلم یجب لم یرد خیراً ولم یرد به خیر**۔(۲) جس شخص نے مؤذن کی آواز سنی اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے اچھا کام نہیں کیا اور نہ ہی اس سے اچھا کام لینا مقصود ہے۔

---

(۱) کتاب الصلاۃ لاحمد بن حنبل

(۲) احیاء علوم الدین: کتاب اسرار الصلاۃ، الباب الاول، ج ۱ ص ۱۴۹

اذان کی آواز سن کر نماز کے لئے نہ آنے والوں کا عذاب

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ”لان تملأ اُذن ابن آدم رصاصاً مذابا خیر له من ان یسمع النداء ثم لا یجیب“۔ لوگوں کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر بھر دیا جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگ اذان کی آواز سنیں اور مسجد میں نہ آئیں۔

کاش مجھے جماعت کی تمام فضیلتیں مل جائیں

محمد بن واسعؒ کہتے ہیں : میں دنیا سے صرف تین چیزیں چاہتا ہوں، ایک ایسا بھائی جب میں بھٹکوں تو مجھے راہ راست پر لے آئے، دوسری رزق حلال جس میں کسی دوسرے کا حق نہ ہو، تیسری نماز باجماعت کہ جس کی فروگزاشت مجھ سے معاف کر دی جائے اور اس کی تمام فضیلتیں میرے لئے لکھ دی جائیں۔

”ما اشتهی من الدنیا الا ثلاثة اخاًانه ان تعوجت قومنی و قوتا من الرزق عفواً من غیر تبعة و صلاة فی جماعة یرفع عنیً سهوها ویکتب فی فضلها“۔

لوگ دین کی نقصان کو نقصان سمجھتے

امام حاتم اصمؒ فرماتے ہیں :ایک مرتبہ میری نماز باجماعت فوت ہوگئی، لوگوں میں صرف ابو اسحاق ایسے تھے جنہوں نے میری تعزیت کی، اور اگر میرا لڑکا فوت ہو جاتا تو دس ہزار آدمی تعزیت کیلئے آتے، اور یہ اس لئے ہوتا ہے کی دین کی مصیبت دنیا کی مصیبت کے مقابلے میں ہلکی سمجھی جاتی ہے۔

”فاتتنی الصلاة فی الجماعة فعزانی ابو اسحاق البخاری وحده ولو مات لی ولد لعزانی اکثر من عشر آلاف لان مصیبة

الدین اھون عند الناس من مصیبة الدنیا"(۱)

باجماعت نماز پڑھنے والوں کے چہرے چمک رہے ہونگے

جب قیامت کا دن ہوگا تو کچھ لوگ ایسے اٹھیں گے کہ انکے چہرے ستاروں کی طرح چمکتے ہوں گے، ملائکہ ان سے پوچھیں گے : تمہارے اعمال کیا تھے؟ وہ لوگ کہیں گے : "کنا اذا سمعنا الاذان قمنا الی الطھارۃ لایشغلنا غیرھا" جب ہم اذان کی آواز سنتے تھے تو وضو کیلئے اٹھ جاتے تھے، پھر کوئی دوسرا کام ہمارے اور نماز کے درمیان رکاوٹ نہیں بنتا تھا۔

پھر کچھ لوگ ایسے اٹھیں گے جن کے چہرے چاند کی طرح روشن ہونگے، وہ لوگ فرشتوں کے سوال کے جواب میں کہیں گے : کنا نتوضا قبل الوقت "ہم وقت سے پہلے وضو کرلیا کرتے تھے۔ پھر کچھ لوگ اٹھیں گے جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہونگے وہ یہ بتلائیں گے : "کنا نسمع الأذان فی المسجد" ہم مسجد میں پہنچ کر اذان سنتے تھے۔

جنہیں تجارت اللہ کی سے غافل نہیں کرتی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بازاروں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ جوں ہی اذان ہوئی، سب سامان اور کاروبار چھوڑ چھاڑ کر مسجد چل کھڑے ہوئے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ہے : رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيهِمۡ تِجَارَةٌ وَلَا بَيۡعٌ عَن ذِكۡرِ اللَّهِ"۔(۲)

کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کو تجارت وغیرہ جیسی پیاری چیز بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہیں روکتی۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جماعت کی نماز

(۱) احیاء علوم الدین : کتاب اسرار الصلاۃ، الباب الاول، ج ا ص ۱۴۹

(۲) سورہ النور ۳۷ـ احیاء علوم الدین : کتاب اسرار الصلاۃ، الباب الاول، ج۔۲۔ص۔۶۳

میں نہ دیکھا، اس کے یہاں تشریف لے گئے اور آواز دی، آپ کی آواز سن کر وہ شخص گھر سے نکلے، امیر المؤمنین نے دریافت کیا نماز میں غیر حاضر کیوں رہے؟ جواب میں کہا حضرت میں بیمار ہوں اور ساتھ یہ بھی کہا اے امیر المومنین اگر حضرت کی آواز کان میں پڑتی تو گھر سے نہیں نکلتا، یا یہ کہا کہ مسجد تک چلنے کی طاقت نہیں ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا تم نے اس کی پکار پر لبیک نہیں جو سب سے زیادہ ضروری تھی اور میری آواز پر نکل آئے، اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ کی طرف جو پکارنے والا پکارتا ہے اس کی پکار پر جس قدر دھیان ضروری ہے میری پکار پر نہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسجد میں نماز کے اندر اپنے بھائیوں کو تلاش کرو کہ وہ سب جماعت میں شریک ہیں یا نہیں، اگر کسی کو نہ دیکھو تو دریافت کرو، خدانخواستہ اگر بیماری کی وجہ سے نہ آئے ہوں تو ان کی عیادت کو جاؤ، اگر وہ اپنی صحت وتندرستی کے باوجود نہیں آئے ہیں تو عتاب کرو۔(۱)

باجماعت نماز، جمعہ اور عید کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے اطاعت اور طہارت کے ساتھ پانچ وقت جمع ہو کر اور مل کر اپنی عظمت وجبروت کو بیان کرنا مسلمانوں پر لازم کر دیا، کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں ہے جس کے ہر محلہ میں پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ کی جاتی ہو، لیکن روزانہ پانچ وقت کے اجتماع میں شہر اور قصبہ کے تمام رہنے والوں کو اکٹھے ہونے کا حکم دیا جاتا تو یہ حد سے زیادہ مشکل بات ہو، اور سب کے لئے اس پر عمل کرنا ممکن نہ ہوتا، اس لئے شہر اور قصبہ کے رہنے والے تمام مسلمانوں کے اجتماع کے لیے عید کی نماز تجویز ہوئی، چوں کہ یہ ایک بڑا اجتماع ہے اس لیے عید کا جلسہ شہر سے باہر میدان میں تجویز فرمایا لیکن اس کے بعد پھر بھی پوری دنیا

(۱) احیاء علوم الدین : کتاب اسرار الصلاۃ و مھماتھا، الباب السادس، ج ۱ ص ۱۹

کے مسلمان میل ملاپ سے محروم رہتے تھے تاکہ مختلف مقامات کے مسلمان اسلامی رشتہ اخوت کے سلسلے میں ایک جگہ پر جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کے حال واحوال سے واقف ہوں، چونکہ اس جیسے عظیم اجتما میں امیر اور فقیر سب کا شامل ہونا محال تھا اس لیے صرف استطاعت لوگوں کو منتخب کیا۔(۱)

(۱) احکام اسلام عقل کی نظر میں ۲۷ :۔ ۳۷

اسلاف اور نماز باجماعت کا اہتمام

آنحضرت ﷺ کا اہتمام جماعت

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے (ابومعاویہ نے کہا : جب آپ مرض کی گرانی میں مبتلا ہوئے) تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے آئے، آپ ﷺ نے فرمایا : "ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"، ہم نے کہا : اللہ کے رسول! ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہیں، جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے، اور نماز نہ پڑھا سکیں گے، لہٰذا اگر آپ عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، (تو بہتر ہو) تو آپ ﷺ نے فرمایا : "ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تم تو یوسف (علیہ السلام) کے ساتھ والیوں جیسی ہو"، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا : ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر رسول اللہ ﷺ نے طبیعت میں کچھ ہلکا پن محسوس کیا، تو دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لیے نکلے، اور آپ کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے، جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی آمد کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے، تو آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ "اپنی جگہ پر رہو" ان دونوں آدمیوں نے آپ ﷺ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں پہلو میں بیٹھا دیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے۔

"عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ : لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ : لَمَّا ثَقُلَ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ، فَقَالَ : مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ تَعْنِي : رَقِيقٌ، وَمَتَى مَا يَقُومُ مَقَامَكَ يَبْكِي، فَلَا يَسْتَطِيعُ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ، فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَقَالَ : مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ"، قَالَتْ : فَأَرْسَلْنَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَوَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ

خِفَّةً، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ، فَلَمَّا أَحَسَّ بِهِ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَى إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ مَكَانَكَ، قَالَ: فَجَاءَ حَتَّى أَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَأْتَمُّ بِالنَّبِيِّ ﷺ، وَالنَّاسُ يَأْتَمُّونَ بِأَبِي بَكْرٍ"(۱)

صحابہ کرامؓ کا اہتمام جماعت

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کل وہ اللہ تعالیٰ سے حالتِ اسلام میں ملے تو اس کو چاہیے کہ ان پانچوں نمازوں کی جماعت کا اہتمام کرے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو ہدایت والے طریقے دیئے ہیں، یہ نماز باجماعت بھی انہی ہدایت والے طریقوں میں سے ایک ہے، اگر اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے جیسا کہ یہ فلاں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑنے والے ہوگے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہوجاؤ گے۔ میں تو صحابہؓ کے ماحول میں دیکھتا تھا کہ اذان کے بعد نماز باجماعت میں مشہور منافقوں کے علاوہ کوئی غیر حاضر نہ ہوتا تھا، حتیٰ کہ ایک شخص اگر دو آدمیوں کے ذریعہ گھسٹتے پیروں کیساتھ لایا جاسکتا تو اسے بھی لاکر صف میں کھڑا کردیا جاتا تھا۔

"مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللهَ غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ، فَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى، وَإِنَّ اللهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى، وَلَعَمْرِي، لَوْ أَنَّ كُلَّكُمْ صَلَّى فِي بَيْتِهِ، لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا

(۱) صحیح بخاری: کتاب الوضو، حدیث: ۱۹۸

مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ۔(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس تاکیدی خطاب سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد مسجد میں جو جماعت قائم کی جاتی ہے یا جس جماعت کے لئے اذان کہی جاتی ہے اس کی پابندی ضروری ہے، اور صحابہؓ اس کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ مشہور منافقوں کے علاوہ کسی شخص کو مسجد کی جماعت ترک کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، حتیٰ کہ کوئی شخص اگر دو آمیوں کے سہارے پیروں سے گھسٹتے ہوئے بھی مسجد کی جماعت میں پہونچ سکتا تھا تو وہ بھی جماعت میں حاضری سے دریغ نہ کرتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اس خبر میں ''جماعت'' سے مراد ''جماعت اولیٰ'' ہی ہے۔

فاقہ کی حالت میں اہتمام جماعت

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھاتے تو صف میں کھڑے بعض اصحاب صفہؓ کا بھوک کی شدت سے یہ حال ہوتا تھا کہ صف میں کھڑے کھڑے گر جاتے، مدینہ کے باہر سے آنے والے دیہاتی جب ان صحابہؓ کا یہ حال دیکھتے تو سمجھتے تھے کہ یہ لوگ دیوانے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا کر فارغ ہوئے اور صحابہؓ کو اس حال میں دیکھا تو فرمایا: اگر تمہیں وہ ثواب معلوم ہو جاوے جو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے تو تم اس سے بھی زیادہ تنگدستی اور فاقے میں رہنا پسند کروگے، (واضح رہے کہ اس حال میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو جماعت سے رخصت نہ دی اور گھر میں پڑھنے کی چھوٹ مرحمت نہ فرمائی)

''ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الخَصَاصَةِ وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتَّى

(۱) سنن ابن ماجة، باب المشي إلى الصلاة، حديث: ۷۷۷

تَقُولَ الْأَعْرَابُ هَؤُلَاءِ مَجَانِينُ أَوْ مَجَانُونَ، فَإِذَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوا فَاقَةً وَحَاجَةً، قَالَ فَضَالَةُ : وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔(۱)

مشقت کے باوجود اہتمام جماعت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا : اگر لوگوں کو دوپہر کی گرمی میں چل کر مسجد جا کر ظہر کی نماز ادا کرنے کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہ نماز ظہر کے لئے دوڑ لگائیں گے، اور اگر لوگوں کو عشاء و فجر کی (با جماعت) نماز کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہ مسجد جا کر نماز ادا کرنے کا اس قدر اہتمام کریں گے کہ اگر کسی بیماری کی وجہ سے انہیں گھسٹ کر ہی جانا پڑتا تو بھی جائیں گے

"وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا"(۲)

سخت گرمی میں اہتمام جماعت

عرب میں جب شدت کی گرمی پڑتی ہے وہ ظاہر ہے۔نماز ظہر اس وقت ادا کی جاتی تھی جب سورج کی تمازت پورے جوبن پر ہوتی، اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا اور مسلمانوں کی غربت کا یہ عالم تھا کہ مسجد پر چھت تک نہ تھی، پتھریلی زمین توّے کی طرح تپ جاتی تھی، صحابہ کرامؓ اسی زمین پر نماز پڑھنے کے لیے بڑے شوق کے ساتھ جمع ہوتے تھے، کنکریاں اٹھا کر ان پر

---

(۱)سنن الترمذی، باب ما جاء فی معیشة أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۲۳۶۸، امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حسن حسن اور صحیح ہے۔

(۲)صحیح البخاری، باب الصف الاول، حدیث : ۷۲۱

پھونکیں مار مار کر پہلے ان کو ٹھنڈا کرتے اور پھر سجدہ کی جگہ پر رکھ لیتے اور ان پر سجدہ کرتے تھے، حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ نماز ظہر سے زیادہ کوئی نماز ہم پر مشکل نہ تھی؛ لیکن پھر بھی اس میں غفلت نہ ہوتی تھی۔

وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّي صَلَاةً أَشَدَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا"" (۱)

جولوگ آج برقی پنکھوں کے نیچے بلکہ ''اے،سی'' کی مساجد میں آ کر نماز ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں وہ اگر صحابہ کرامؓ کے اس شوق پر نظر کریں تو شرم سے ان کی گردنیں جھک جائیں۔

حالت جنگ میں جماعت کے اہتمام کا حکم

ا۔شریعت میں نماز باجماعت ادا کرنے کی اس قدر اہمیت ہے کہ صرف پرامن حالات میں ہی نہیں بل کہ حالت جنگ وجدال اور خوف وہراس میں بھی اس کے اہتمام کا اللہ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا: اور اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کروتو چاہیئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک جماعت میں شریک نہ تھی۔۔

"وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ

(۱) سنن ابی داؤد، باب فی وقت صلاۃ العصر، حدیث : ۴۱۱، محقق شعیب الارونوط اور محقق البانی نے اس کی سندکو صحیح قرار دیا ہے، دیگر تمام علماء قدیم جن میں علامہ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر میں، علامہ قرطبی، تفسیر قرطبی میں، علامہ حجر فتح الباری میں صرف روایت کو نقل کر کے سکوت اختیار کرتے ہیں۔)

وَأَسلِحَتَهُم وَدَّ الَّذينَ كَفَروا لَو تَغفُلونَ عَن أَسلِحَتِكُم وَأَمتِعَتِكُم فَيَميلونَ عَلَيكُم مَيلَةً واحِدَةً)[۱]

۲۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز باجماعت کے لیے کس قدر حریص واقع ہوئے تھے اس کا اندازہ کرنے کے لیے یہ واقعہ کافی ہے کہ قادسیہ کے میدان جنگ میں جب صبح کی اذان ہوئی تو نوجوان مجاہدین اس قدر سرعت کے ساتھ نماز کے لیے دوڑے کہ ایرانیوں نے خیال کیا کہ حملہ کرنے لگے ہیں؛ مگر جب وہ نماز میں مشغول ہو گئے تو ان کے سپہ سالار رستم نے کہا کہ عمر میرا کلیجہ کھا گیا۔یعنی یہ قوم ہمیں ضرور نگل جائے گی۔

”أذن مؤذن سعد الغداة، فرآهم يتحشحشون، فنادى في أهل فارس أن يركبوا، فقيل له:ولم؟ قال:أما ترون إلى عدوكم قد نودي فيهم فتحشحشوا لكم! قال عينه:ذلك إنما تحشحشهم هذا للصلاة......وقال رستم:أكل عمر كبدي“(۲)

نابینا صحابہؓ کا اہتمام جماعت

۱۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک نابینا صحابیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے پاس کوئی ایسا رہبر نہیں ہے جو مجھے مسجد پہونچا دیا کرے،یعنی انہوں نے حضور ﷺ سے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی گنجائش مانگی،آپؐ نے انہیں اسکی اجازت دیدی،پھر جب وہ جانے لگے تو واپس بلا کر پوچھا کہ کیا تمہیں اذان کی آواز سنائی دیتی ہے؟انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو پھر آپؐ نے فرمایا ایسا ہے تو مسجد ہی میں آ کر نماز پڑھا کرو۔

---

(۱)سورۃالنساء:۱۰۲

(۲) تاریخ الطبری(تاریخ الرسل الملوک،یوم ارماث:۵۳۳/۳،دار التراث،بیروت،الطبعۃالثانیۃ: ۱۳۸۷ھ۔

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجل اعمیٰ فقال یارسول اللہ! انه لیس لی قائد یقو دنی الی المسجد، فسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یرخص له فیصلی فی بیته، فرخص له فلما ولی دعا ه فقال هل تسمع النداء بالصلوة؟ فقال نعم! فقال فاجب" (۱)

۲۔حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، جو نابینا تھے، ان کا مکان قباء کے قریب تھا، مسجد اور ان کے مکان کے درمیان ایک وادی تھی، بارش ہوتی تو اس میں پانی بھر جاتا تھا؛ مگر باوجود اس کے وہ مسجد میں باقاعدہ حاضر ہوتے اور نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔(۲)

حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ میں نابینا ہوں راستہ خراب ہے اس لیے مسجد میں آنے میں سخت دقت پیش آتی ہے، اگر اجازت ہوں تو گھر میں ہی نماز پڑھ لیا کروں؛ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اذان کی آواز آتی ہے؟ عرض کیا ہاں! آپ نے فرمایا: پھر گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ چناں چہ آپ مسجد میں ہی حاضر ہو کر نماز پڑھتے۔

"أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ رَجُلًا مَحْجُوبَ الْبَصَرِ، وَأَنَّهُ ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّخَلُّفَ عَنِ الصَّلَاةِ، قَالَ: " هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ؟ "، قَالَ: ' (۳)

۳۔حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ نابینا تھے؛ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز باجماعت اس قدر ضروری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ایک غلام کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ نماز کے وقت ان کو مسجد لائے اور پھر واپس گھر پہنچایا کرے۔

(۱) صحیح مسلم، باب یجب إتیان المسجد علی من سمع النداء، حدیث: ۶۵۳

(۲) بخاری، باب المساجد فی البیوت، حدیث: ۴۲۵

(۳) مسند احمد حدیث عتبان بن مالک، حدیث: ۱۵۴۸۰

"وقال:لا تدع الجمعة ولا الجماعة في مسجد رَسُول اللّٰہِ ﷺ فقال:ليس لي قائد، فبعث إليه عمر بقائد من السبي"۔(۱)

فائدہ:ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان کے بعد مسجد پہونچنا اور مسجد کی جماعت میں شریک ہونا اس قدر ضروری امر ہے کہ ایک نابینا صحابیؓ کو ان کے پاس کوئی رہبر نہ ہونے کے باوجود بھی نبی کریم ﷺ نے انہیں "ترکِ جماعت" کی اجازت نہیں دی۔(ظاہر ہیکہ یہاں جس جماعت کا نابینا کو مکلف کیا جارہا ہے وہ جماعت اولیٰ ہے نہ کہ جماعت ثانیہ کیونکہ وہاں جماعت ثانیہ کا تصور ہی نادر تھا)

حضرت معاذؓ کا شوقِ جماعت

حضرت معاذؓ اپنی قوم کے امام الصلوۃ تھے؛مگر نماز کا اس قدر شوق تھا کہ پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہوکر آنحضرت ﷺ کے ساتھ (نفل) نماز ادا کرتے تھے اور پھر اپنی قوم میں آکر انہیں (فرض) نماز پڑھاتے تھے۔

"ان معاذ بن جبل كان يصلي مع رسول الله ﷺ العشاء ثم ياتي قومه فيصلي بهم تلك الصلاة"(۲)

تاجر صحابہؓ کا اہتمامِ جماعت

عام عبادات اور نوافل کے علاوہ نماز پنجگانہ کو نہایت پابندی اور اہتمام کے ساتھ

---

(۱) اسد الغابۃ،سعید بن یربوع ۲/۴۹۱،دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴م،اسوہ صحابہ،مولانا عبد السلام ندوی،۲/۴۵۴،دارالقدس ڈسٹری بیوٹر اینڈ پبلی شرز،لاہور)

(۲)سنن ابو داؤد، باب إمامة من يصلي بقوم وقد صلى تلك الصلاة، حديث: ۵۹۹، صحيح البخارى : باب من لم ير إكفار من قال ذلك متأولا أو جاهلا، حديث: ۶۱۰۶۔

باجماعت ادا کرتے تھے، حضرت سفیان ثوریؒ روایت کرتے ہیں "كَانُوا يَتَبَايَعُونَ وَلَا يَدْعُونَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ فِي الْجَمَاعَةِ" یعنی صحابہ کرامؓ خرید و فروخت تو کیا کرتے تھے؛ لیکن نماز باجماعت کبھی نہ چھوڑتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا، صحابہؓ فوراً اپنی دکانیں اور کاروبار بند کرکے مسجد کی طرف چل دیئے " أَنَّهُ كَانَ فِي السُّوقِ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَغْلَقُوا حَوَانِيتَهُمْ وَدَخَلُوا الْمَسْجِد"۔ "رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ" یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت کے کاروبار خدا تعالیٰ کی یاد سے نہیں روکتے۔(۱)

افسوس ہے کہ آج لوگ نماز اور عبادت کی خاطر اپنا معمولی سے معمولی نقصان بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ دکاندار نماز باجماعت سے اکثر محروم رہتے ہیں، محض اس وجہ سے کہ دکان سے اٹھ کر جانے سے بکری میں کچھ کمی آجانے کا احتمال ہے۔ ان دونوں ذہنیتوں کو اگر بالمقابل رکھ کر دیکھا جائے تو صحابہ کرامؓ کی ترقیات اور اس زمانہ کے مسلمانوں کی پستی کی وجوہ بہت اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہیں۔

جماعت کے لئے محلہ چھوڑنے تیار

بنوسلمہ کا محلہ مدینہ میں مسجد سے بہت دور تھا، ان کو پابندی جماعت کا اس قدر خیال رہتا تھا کہ مشورہ کیا کہ اپنے گھربار چھوڑ کر مسجد کے قریب جا آباد ہوں، آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے اس طرح ایک محلہ کو ویران کر دینے کی تجویز کو پسند نہ فرمایا اور فرمایا کہ تمہارا جو قدم بھی مسجد کی طرف اٹھے گا اس کا ثواب ملا کرے گا۔

"أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ وَقَالَ :يَا بَنِي سَلِمَةَ أَلَا تَحْتَسِبُونَ

(۱) فتح الباری، قولہ باب وإذا رأوا تجارۃ أو لھوا انفضوا إلیھا، حدیث: ۲۰۶۰۔

آثَارَكُمْ۔ فَأَقَامُوا "(۱)

جماعت کا شدت سے انتظار

باجماعت نماز کے لیے صحابہؓ سخت سے سخت تکلیف بھی بخوشی برداشت کرتے تھے۔ ایک رات آنحضرت ﷺ کو کوئی نہایت ضروری کام پیش آگیا، صحابہ کرامؓ عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے کے انتظار میں صبر کے ساتھ مسجد میں بیٹھے رہے، کئی بیٹھے بیٹھے سو گئے پھر جاگے، پھر سوئے اور پھر آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے پر اٹھے۔

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً، فَأَخَّرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا"(۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز عشاء کے لیے اس قدر لمبا انتظار کرتے تھے کہ نیند کے مارے ان کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔

"أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ صَلاَةَ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلَّى"۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بعض اوقات نصف شب تک نماز عشاء کے لیے آنحضرت ﷺ کا انتظار کرتے تھے"۔(۳)

مریض کا اہتمام جماعت

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: اپنے زمانہ میں مریض اگر دو آدمیوں کے

---

(۱) صحیح البخاری، باب کراهیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن تعری المدینة، حدیث:۱۸۸۷

(۲) صحیح البخاری، باب النوم قبل العشاء لمن غلب، حدیث: ۵۷۲۔

(۳) ابوداود، باب فی وقت العشاء الآخرة، حدیث ۴۲۲: علامہ شوکانی نیل الأوطار میں فرماتے ہیں: اس کو احمد ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اسی طرح اس روایت کو نسائی ابن ماجۃ اور ابن خزیمہ وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے ()۔

سہارے چل کر مسجد کی جماعت میں شریک ہوسکتا تو اس سے دریغ نہ کرتا، کیوں کہ نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنا سنن ہدی میں سے ہے۔

”عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، قَالَ :قَالَ عَبْدُ اللهِ :لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ، أَوْ مَرِيضٌ، إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةِ، وَقَالَ:إِنْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنَ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ“(۱)

منافق کا اہتمام جماعت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تم لوگ ان پانچوں نماز کی پابندی کرو جہاں ان کی اذان دی جائے، کیوں کہ یہ ہدایت کی راہیں ہیں؛ اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کے لئے ہدایت کے طریقے اور راستے مقرر کر دیئے ہیں، اور ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ نماز باجماعت سے وہی غیر حاضر رہتا تھا جو کھلا ہوا منافق ہوتا تھا، اور ہم یہ بھی دیکھتے تھے کہ آدمی دو شخصوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چلایا جاتا، یہاں تک کہ اس آدمی کو صف میں لا کر کھڑا کر دیا جاتا تھا، تم میں سے ایسا کوئی شخص نہیں ہے، جس کی مسجد اس کے گھر میں نہ ہو، لیکن اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھتے رہے اور مسجدوں میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا، تو تم نے اپنے نبی ﷺ کا طریقہ ترک کر دیا اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کا طریقہ چھوڑ دیا تو کافروں جیسا کام کیا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: حَافِظُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ، فَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى، وَإِنَّ اللهَ شَرَعَ لِنَبِيِّهِ ﷺ سُنَنَ الْهُدَى، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَا مُنَافِقٌ بَيِّنُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُهَادَى بَيْنَ

---

(۱) صحیح مسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى، حديث: ۶۵۴

الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِ، وَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلا وَلَهُ مَسْجِدٌ فِي بَيْتِهِ، وَلَوْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَتَرَكْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَكَفَرْتُمْ۔(۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ہم جب کسی کو فجر اور صبح کی نماز میں گم پاتے تھے تو ہم اس پر برا گمان کرتے تھے۔

”کنا اذا فقدنا الرجل فی الفجر و العشاء اسانا به الظن“۔(۲)

باجماعت نماز کی خاطر نکلنے میں سُرعت

حافظ ذہبی نے ابو یعقوب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ: عبدالعزیز بن مروان نے ادب سیکھنے کی خاطر اپنے بیٹے عمر کو مدینہ طیبہ بھیجا اور صالح بن کیسان کو ان کا خیال رکھنے کے لیے لکھا یعنی صالح ان سے باجماعت نمازوں کی پابندی کروائے ایک دن ان کی نماز باجماعت چھوٹ گئی تو انہوں نے پوچھا تمھیں کس چیز نے روکا؟ معمر نے جواب دیا کہ بالوں کے درست کرنے میں مشغول ہو گئے تھے جس کی وجہ سے جماعت چھوٹ گئی انہوں نے کہا: تمہارے بالوں کا جمانا اس قدر اہمیت حاصل کر چکا ہے کہ تم اسے باجماعت نماز پر ترجیح دیتے ہو، انہوں نے اس بارے میں ان کے والد کو لکھا، (ان کے والد) عبد العزیز نے ایک قاصد بھیجا، اس نے ان کے پاس پہنچ کر ان کے بال مونڈنے تک ان سے بات تک نہ کی۔

”أَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ بنَ مَرْوَانَ بَعَثَ ابْنَهُ عُمَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ يَتَأَدَّبُ بِهَا، وَكَتَبَ إِلَى صَالِحِ بنِ كَيْسَانَ يَتَعَاهَدُهُ، وَكَانَ يُلْزِمُهُ

(۱) سنن ابو داود، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، حدیث ۵۵۰: محقق البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۲) (المعجم الکبیر: باب العین، حدیث: ۱۳۰۸۵

الصَّلَوَاتِ، فَأَبْطَأَ يَوْماً عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: مَا حَبَسَكَ؟ قَالَ: كَانَتْ مُرَجِّلَتِي تُسَكِّنُ شَعْرِي.، فَقَالَ: بَلَغَ مِنْ تَسْكِيْنِ شَعْرِكَ أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَى الصَّلَاةِ.، وَكَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى وَالِدِهِ، فَبَعَثَ عَبْدُ الْعَزِيزِ رَسُوْلاً إِلَيْهِ، فَمَا كَلَّمَهُ حَتَّى حَلَقَ شَعْرَهُ.''(۱)

یہی بیٹا خلفائے راشدین سے بیسیوں سال بعد آنے کے باوجود خلیفہ راشد کہلایا۔

امام سعید نے سلیمان بن موسیٰ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

میں نے عمر بن عبدالعزیز کے موذن کو دیکھا کہ وہ دروازے پر سلام عرض کرتے ہوئے کہتا ''السلام علیک امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ'' اے امیر المومنین آپ پر سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جس وقت وہ (امیر المومنین) خناصرہ کے خلیفہ تھے۔(۲)

''اس کے سلام کے الفاظ مکمل کرنے سے پیشتر وہ نماز کے لیے نکل جاتے۔

رَأَيْتُ مُؤَذِّنَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ خَلِيفَةٌ بِخُنَاصِرَةَ يُسَلِّمُ عَلَى بَابِهِ:

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. وَرَحْمَةُ اللَّهِ. فَمَا يَقْضِي سَلَامَهُ حَتَّى يَخْرُجَ عُمَرُ إِلَى الصَّلَاةِ.''(۳)

---

(۱) سیر أعلام النبلاء، عمر بن عبدالعزیز ۵: /۱۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۵: ھ/ ۱۹۸۵م۔)

(۲) حلب کے مضافات اور قنسرین کے مقابل بادیہ کی جانب ایک قصبہ (معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، خنثل، ۲/ ۵۱۱، عالم الکتب، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۳: م، معجم البلدان، خناصرۃ، ۲/ ۳۹۰،، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۹۹۵: م) استاذ محمود شاکر لکھتے ہیں آج کل وہ خناصرہ کے نام سے مشہور ہے اور حلب کے جنوبی جانب اس کے مضافات میں سے ہے۔ (التاریخ الاسلامی، محمود شاکر، عمر بن عبدالعزیز ۴: / ۲۲۲، المکتب الاسلامی دمشق، الطبعۃ السابعۃ ۱۴۲۱: ھ= ۲۰۰۰۰م)

(۳) الطبقات الکبری لابن سعد، عمر بن عبدالعزیز ۵: /۲۷۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۱۰: ھ، ۱۹۹۰م)

اللہ اکبر! باجماعت نماز کی خاطران کاشوق وذوق اوراہتمام کس قدرتھا! ہم میں سے نمازی لوگوں کی ایک بڑی تعداد کاطرز عمل کیاہے؟ پھراپنے غلط طرزِ عمل کی وکالت کی خاطر کثرتِ اشتغال کاشیطانی بہانہ کس قدرعام ہے! کیاہماری مشغولیات امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کی مصروفیات سےتعداداوراہمیت میں زیادہ ہیں کہ جن کی خلافت میں شام،حجاز، خراسان،مصرارافریقہ شامل تھے۔(۱)

کیاہماری ذمہ داریاں ایسےخلیفہ سےزیادہ اہم ہیں جن کے دورِخلافت میں ایک طرف قسطنطنیہ کامحاصرہ جاری تھاتودوسری طرف آذربائجان میں ترکوں کی غارت گری کامقابلہ کیاجارہاتھااورتیسری جانب اسلامی لشکرفرانس پرچڑھائی کررہاتھااوراس کےساتھ ساتھ داخلی محاذپرخارجی فتنے کی سرکوبی کی جارہی تھی۔(۲)

کشتی میں باجماعت نماز کااہتمام کرنا

امام ابن ابی شیبہؒ نےحضرت انس رضی اللہ عنہ کےآزادکردہ غلام عبداللہ بن ابی عتبہ سے روایت نقل کی ہےکہ انہوں نے بیان کیا: میں نےابوسعیدؓ،ابوالدرداءؓاورجابربن عبداللہؓ کےہمراہ سفرکیا،حمیدنےبیان کیاانہوں ل ےاورلوگوں کےنام بھی ذکرکیےتوہمارےامام کشتی میں کھڑےہوکرہمیں نماز پڑھاتے اور ہم بھی ان کےپیچھے کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے تھے۔

”سَافَرْتُ مَعَ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ،رضی اللہ عنہم قَالَ حُمَيْدُ:وَأُنَاسٍ قَدْ سَمَّاهُمْ، فَكَانَ

---

(۱) التاریخ الإسلامی، محمود شاکر،عمر بن عبد العزیز :۲۲۲/۴=۲۲۵،المکتب الاسلامی دمشق،الطبعۃالسابعۃ : ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰م)

(۲) (ملاحظہ ہو:التاریخ ال إسلامی،محمود شاکر،عمربن عبدالعزیز ۴ :۲۲۵/،المکتب الاسلامی دمشق،الطبعۃ السابعۃ : ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰م)

إِمَامُنَا يُصَلِّي بِنَا فِي السَّفِينَةِ قَائِمًا، وَنَحْنُ نُصَلِّي خَلْفَهُ قِيَامًا، وَلَوْ شِئْنَا لَأَرْفَأْنَا وَخَرَجْنَ"(۱)

اس روایت میں یہ بات واضح ہے کہ یہ حضرات دورانِ سفر کشتی میں باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔

امام ابن شیبہ نے حضرت سعید بن مسیبؒ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کہ تیس سال سے مؤذن کے اذان دیتے وقت میں مسجد ہی میں ہوتا ہوں۔

"مَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ مُنْذُ ثَلَاثِينَ سَنَةً إِلَّا وَأَنَا فِي الْمَسْجِدِ"(۲)

امام ابن سعدؒ نے یہی بات ان سے حسب ذیل الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے: میں نے تیس سال سے اذان اپنے گھر والوں میں نہیں سنی، (کیونکہ وہ اذان شروع ہونے سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ چکے ہوتے تھے)۔

"مَا سَمِعْتُ تَأْذِينًا فِي أَهْلِي مُنْذُ ثَلَاثِينَ سَنَةً۔"(۳)

علاوہ ازیں انہوں نے چالیس سال کے طویل عرصہ میں ایک دفعہ بھی باجماعت نماز نہ چھوڑی، امام ابن سعدؒ ہی نے ان کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: چالیس سال سے ان کی کوئی باجماعت نماز فوت نہیں ہوئی اور نہ ہی انہوں نے ان یعنی باجماعت نماز میں شامل ہونے والوں کی گدیوں کو دیکھا ہے۔

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، من قال :صل فیھا قائما، حدیث: ۶۵۶۴، علامہ عینی فرماتے ہیں اس کو ابو بکر بن شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ موصولا روایت کیا ہے، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب الصلاة علی الحصیر: ۱۰۹/۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، من کان یشھد الصلاة وھو مریض لایدعھا حدیث :۵۶۶۵، الطبقات الکبری لابن سعد، سعید بن المسیب۔ دار الکتب العلمیہ بیروت

(۳) الطبقات الکبری لابن سعد، سعید بن المسیب :۹۹/۵، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی :۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰م)

”مَا فَاتَتْهُ صَلاةُ الْجَمَاعَةِ مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً وَلا نَظَرَ فِي أَقْفَائِهِمْ“(۱)

اذان سننے پرنماز باجماعت کیلئے حالت نزع میں مسجد پہنچنا

حافظ ذہبیؒ نے مصعبؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

”عامرؒ(۲) نے مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنا اور (تب) وہ جان کنی کے عالم میں تھے، تو فرمایا: ”میرے ہاتھ کو پکڑو (اور مجھے مسجد پہنچاؤ) کہا گیا: ”بلاشبہ آپ بیمار ہیں۔“ انہوں نے جواب دیا: ”اللہ تعالیٰ کے بلاوے کو سنوں اور قبول نہ کروں۔“ (یعنی ایسا کرنا میری برداشت سے باہر ہے، انہوں نے ان کا ہاتھ تھاما اور وہ جا کر مغرب (کی نماز) میں امام کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ایک رکعت ادا کی اور فوت ہو گئے۔“

”سَمِعَ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْمُؤَذِّنَ وَهُوَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ وَمَنْزِلُهُ قَرِيبٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ خُذُوا بِيَدِي فَقِيلَ لَهُ أَنْتَ عَلِيلٌ فَقَالَ أَسْمَعُ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلاَ أُجِيبُهُ فَأَخَذُوا بِيَدِهِ فَدَخَلَ فِي صَلاَةِ الْمَغْرِبِ فَرَكَعَ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَةً ثُمَّ مَاتَ رَحِمَهُ اللّٰهُ“۔(۳)

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ثابت بن اسلم: ۲۲۰/۵، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الثالثة : ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۵م، الطبقات الکبری لابن سعد، سعید بن المسیب : ۹۹/۵، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی : ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰م)

(۲) عامر: ابن عبداللہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ صدیق اکبر کی بیٹی اسماءؓ کے پوتے، امام ربانی، ابوالحارث، مدنی، ۱۲۰ھ کے بعد فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو سیر أعلام النبلاء ۲۱۹/۵

(۳) سیر اعلام النبلاء، ثابت بن اسلم: ۲۲۰/۵، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الثالثة : ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۵م

باجماعت عشاء و فجر کی خاطر علاج چھوڑنا

امام ابن سعدؒ نے ابن حرملہ کے حوالے سے حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت نقل کی ہے کہ بے شک ان کی آنکھ میں تکلیف ہوئی تو ان سے کہا گیا۔

”عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّهُ اشْتَكَى عَيْنَهُ فَقَالُوا لَهُ: لَوْ خرجت يا أبا محمد، إلى العقيق (۱)

فَنَظَرْتَ إِلَى الْخُضْرَةِ لَوَجَدْتَ لِذَلِكَ خِفَّةً“ اے ابو محمد! اگر آپ وادی عقیق تشریف لے جائیں اور سبزہ دیکھیں تو آپ آنکھ کی اس تکلیف سے کچھ افاقہ پائیں گے۔ انہوں نے جواب دیا:

فَكَيْفَ أَصْنَعُ بِشُهُودِ الْعَتَمَةِ وَالصُّبحِ؟ (۲) تو عشاء و فجر کی باجماعت نمازوں میں حاضری کا کیا کروں گا؟ اللہ اکبر! آشوبِ چشم منظور ہے لیکن ان دو نمازوں کی جماعت سے غیر حاضری گوارا نہیں۔

قتل کئے جانے کے خدشے کے باوجود مسجد جانا

حضرت سعید بن مسیبؓ سے کہا گیا : طارق آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے، لہذا آپ چُھپ جایئے، انہوں نے جواب میں فرمایا: ”کیا ایسی جگہ، جہاں اللہ تعالیٰ مجھ پر قدرت نہ رکھتے ہو؟“ ان سے عرض کیا گیا: ”اپنے گھر (ہی) میں بیٹھ جایئے“ انہوں نے فرمایا: میں حی الفلاح سنوں اور قبول نہ کروں۔“ [یہ سن کر مسجد نہ آؤں، ایسا کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔]

”إِنَّ طَارِقًا يُرِيدُ قَتْلَكَ فَتَغَيَّبْ. فَقَالَ: أَبِحَيْثُ لَا يَقْدِرُ اللهُ عَلَيَّ؟

فَقِيلَ لَهُ: اجْلِسْ فِي بَيْتِكَ. فَقَالَ: أَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، فلا

---

(۱) عقیق اہل مدینہ کے مویشی چرانے کے لیے تین یا دو میل کے فاصلہ پر ایک وادی، ملاحظہ ہو: معجم البلدان ۱۵۷

(۲) الطبقات الكبرى لابن سعد، سعيد بن المسيب :۵/ ۹۹، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى: ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰م)

أجیب"۔(۱)

نمازِ باجماعت کے انتظار میں مسجد میں مرنے کی تمنّا

امام ابن مبارکؒ نے عطاء بن سائبؒ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''ہم ابوعبدالرحمٰن سلمی۔ اور وہ عبداللہ بن حبیب ہیں۔ کے پاس حاضر ہوئے اور وہ مسجد میں جان کنی کے عالَم میں تھے۔ ہم نے ان کی خدمت میں عرض کیا:

''اگر آپ بستر پر منتقل ہو جائیں، تو بہتر رہے گا، کیوں کہ وہ زیادہ آرام دہ ہے'' انہوں نے کہا: فلاں شخص نے مجھ سے بیان کیا، کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی اپنی جائے نماز میں بیٹھا نماز کا انتظار کرتا رہے، وہ نماز میں ہے''۔'' اسی لیے میں چاہتا ہوں، کہ میری موت مسجد میں آئے۔''

دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ حَبِيبٍ وَهُوَ يَقْضِي فِي مَسْجِدِهِ فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ لَوْ تَحَوَّلْتَ إِلَى فِرَاشِكَ. فَقَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ [سَمِعَ النَّبِيَّ - صلى الله عليه وآله وسلم - يَقُولُ: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ. وَالْمَلَائِكَةُ تَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ. قَالَ] فَأُرِيدُ أَنْ أَموت وأنا في مسجدي"

ابن سعد کی روایت میں ہے: ''اور فرشتے کہتے ہیں: ''اے اللہ اسے معاف فرمادیجیے، اے اللہ! اس پر رحم فرمائیے۔''

''والملائكة تقول: ''اللهم اغفر له، اللهم ارحمه''۔(۲)

---

(۱) تفسیر القرطبی، سورۃ القلم ۱۸ : ۲۵۱/۱۸، دار الکتب المصریۃ القاہرۃ

(۲) الطبقات الكبرى لابن سعد، سعيد بن المسيب : ۲۱۴/۶، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى : ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰م

سالم بن حدادؒ کا نماز باجماعت کا اہتمام

۲۔سالمؒ حداد ایک بزرگ تھے،تجارت کرتے تھے جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہوجاتا اور زرد پڑ جاتا،بے قرار ہوجاتے،دوکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہوجاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔(۱)

اذا ما دعا داعیکم قمت مسرعا	مجیباً لمولیٰ جل لیس له مثل
اجیب اذا نادی بسمع وطاعة	وبی نشوة لبیک یامن له الفضل
ویصفر لونی خیفة ومهابة	ویرجع لی عن کل شغل به شغل
وحقکم مالذنی غیر ذکر کم	وذکر سراکم فی فنم قط لا یحلو
متی یجمع الایام بینی وبینکم	ویفرح مشتاق اذا جمع الشمل
فمن شاهدت عیناه نور جمالکم	یموت اشتیاقاً نحو کم قط لا یسلو

ترجمہ: جب تمہارا منادی (موذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہوجاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہوجاتا ہوں ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جسکی بڑی شان ہے اسکا کوئی مثل نہیں۔

جب وہ منادی (موذن) پکارتا ہے تو میں بحالت نشاطِ اطاعت وفرماں برداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل و بزرگی والے لبیک یعنی حاضر ہوتا ہوں۔

اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولیت مجھے ہر کام سے بے خبر کردیتی ہے۔

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا۔

---

(۱)فضائل اعمال ۲: / ۲۴۲،ط: دینیات

دیکھو زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے۔

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے، تمہارے اشتیاق میں مر جائے گا، کبھی بھی تسلی نہیں پا سکتا۔

جماعت چھوٹ نے پر اظہار افسوس

پہلے زمانہ کے بزرگ ایک وقت کی جماعت فوت ہو جانے کو اتنی عظیم الشان دینی مصیبت سمجھتے تھے کہ سات دن تک ماتم اور سوگ کرتے تھے اور تکبیر اولیٰ فوت ہوتی تو تین دن تک ماتم کرتے تھے۔

وروي أن السلف كانوا يعزون أنفسهم ثلاثة أيام إذا فاتتهم التكبيرة الأولى ويعزون سبعاً إذا فاتتهم الجماعة۔(۱)

۱۔ روایت ہے کہ میمون بن مہرانؒ مسجد میں آئے تو لوگوں نے کہا کہ جماعت ہو گئی تو آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا مجھے اس جماعت کی نماز حکومت عراق سے زیادہ محبوب ہے۔

”روي أن ميمون بن مهران أتى المسجد فقيل له إن الناس قد انصرفوا فقال إنا لله وإنا إليه راجعون لفضل هذه الصلاة أحب إلي من ولاية العراق“(۲)

۲۔ محمد بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے شاگرد ہیں ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا، اُس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی، صرف ایک

(۱) إحياء علوم الدين، فضيلة السجود: ۱/۱۴۹، دار المعرفة، بيروت

(۲) إحياء علوم الدين، فضيلة السجود: ۱/۱۴۹، دار المعرفة، بيروت

مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولیت کی وجہ سے تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ میری جماعت کی نماز فوت ہوگئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زیادہ ہے۔اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تاکہ وہ عدد پورا ہو جائے تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد! پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی؛ مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہوگا؟ ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبویؐ آیا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں، جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اسکے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں

”مکثت أربعین سنة لم تفتني التکبیرة الأولی إلا یوما واحدا ماتت فیه أمي ففاتتني صلاة واحدة في جماعة فقمت فصلیت خمسا وعشرین صلاة أرید بذلك التضعیف فغلبتني عیناي فأتاني آت فقال یا محمد قد صیت خمسا وعشرین صلاة ولکن کیف لك بتأمین“

(۱) تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔مولانا عبدالحیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے اور یہ ظاہر بات ہے ایک آمین کی موافقت ہی صرف نہیں؛ بل کہ مجمع کی شرکت نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔(۲)

۳۔امام مزنیؒ، ایک بڑی مستجاب الدعوات، عابد وزاہد اور نہایت الحاح وزاری کرنے والی شخصیت گذری ہے،ان سے علماء کی ایک بڑی جماعت نے استفادہ کیا ہے،ان

---

(۱)صحیح البخاری، جهر الإمام بالتأمین، حدیث: ۷۸۰

(۲)تهذیب التهذیب لابن حجر، محمد مع السین فی الآباء: ۹/۳۰۳، مطبعة دائرة المعارف النظامیة، الهند، الطبعة الأولی: ۱۳۲۶ھ۔

سے سارے آفاق وعالم میں مذہب شافعی کو وسعت حاصل ہوئی،ان کے تعلق سے بتلایا جاتا ہے"کان إذا فاتته صلاة الجماعة، صلی تلک الصلاة خمسا وعشرين مرة" (جب ان کی باجماعت نماز فوت ہوتی تو اس نماز کو دفعہ پڑھتے)چونکہ باجماعت نماز کا ثواب پچیس درجے بڑھا ہوتا ہے(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مروی ہے جب ان کی باجماعت نماز فوت ہوگئی تو انہوں نے اپنے آپ کو یہ سزادی کہ انکی سرزمین جو دو ہزار درہم کی قیمت کی تھی صدقہ کردی

"فقد عاقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نفسه حين فاتته صلاة العصر فی جماعة بأن تصدق بأرض كانت له قيمتها مائتا ألف درهم"(۲)

جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی باجماعت نماز فوت ہوتی تو اس رات کو عبادت میں گذار دیتے اور مغرب کی نماز کو اس قدر موخر کرتے کہ دو ستارے طلوع ہوجاتے پھر دو غلام آزاد کرتے

"وكان ابن عمر رضی اللہ عنہ إذا فاتته صلاة فی جماعة أحيا تلک الليلة، وأخر ليلة صلاة المغرب حتى طلع كوكبان فأعتق رقبتين"(۳)

جماعت کی نماز رہ جانے پر شدید حزن وملال

حضرت سعید بن عبد العزیز تنوخی رحمۃ اللہ علیہ کے متلق حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے:

"كان إذافاتته صلاة الجماعة يحسبه من يراه أنه فی مأتم

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، المزنی: ۱۰/۱۳۵، دار الحدیث القاھرۃ، الطبعۃ:۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶م۔

(۲) إحياء علوم الدين، المقام الاول من المرابطة: ۴/۴۰۸، دار المعرفة، بيروت

(۳) إحياء علوم الدين، المقام الاول من المرابطة: ۴/۴۰۸، دار المعرفة، بيروت

لما یری علیہ من الحزن و البکاء"۔(۱)

"جب ان کی باجماعت نماز رہ جاتی، تو انہیں دیکھنے والا ان کے غم اور رونے کو دیکھ کر گمان کرتا، کہ وہ (کسی میت کے) ماتم میں ہے"۔

جنگل میں جماعت کے اہتمام کی فضیلت

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب پچیس نمازوں کے برابر ہوتا ہے، اور کوئی شخص اپنے کھیت یا جنگل میں نماز پڑھتا ہے اور رکوع وسجدہ بھی پورا کرتا ہے یعنی تسبیحات کو اطمنان سے پڑھتا ہے تو اسکا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہو جاتا ہے

"لصَّلَاةُ فِي جَمَاعَةٍ تَعدِلُ خَمسًا وَعِشرِينَ صَلَاةً, فَإِذَا صَلَّاهَا فِي فَلَاةٍ فَأَتَمَّ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا بَلَغَتْ خَمسِينَ صَلَاةً"۔(۲)

اذان سننے پر بستر سے اٹھنے میں جلدی فرمانا

امام بخاری نے اسودؒ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا : کیف کانت صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باللیل؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کیسے تھی؟ انہوں نے بیان فرمایا : "كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُومُ آخِرَهُ, فَيُصَلِّي, ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى فِرَاشِهِ, فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ, فَإِنْ كَانَ بِهِ حَاجَةٌ, اغْتَسَلَ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ"(۳)

(۱) تذکرۃ الحافظ ۱/ ۲۹۔ نیز ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء ۸/ ۳۴

(۲) سنن ابو داود، باب ما جاء فی فضل المشی إلی المساجد، حدیث : ۵۶۰، ملا علی قاری فرماتے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب الجماعۃ وفضلها، حدیث: ۱۰۵۲، ۳/ ۸۳۱، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۲م۔

(۳) صحیح البخاری، من نام أول اللیل وأحیاء أخرہ، حدیث : ۱۱۴۶

آنحضرت ﷺ اس یعنی رات کے اولین حصے میں سوتے تھے اور اس کے آخری حصے میں اٹھتے اور نماز تہجد پڑھتے تھے، پھر اپنے بستر کی طرف تشریف لے جاتے، جب مؤذن اذان دیتا تو جلدی سے اٹھ جاتے۔

اگر آنحضرت ﷺ کو ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے، وگرنہ وضو کرتے اور نماز فجر کے لیے تشریف لے جاتے، صحیح مسلم کی روایت میں ہے: ''قَالَتْ - وَثَبَ - وَلَا وَاللهِ مَا قَالَتْ قَامَ'' (۱) انہوں (یعنی عائشہؓ) نے کہا ''وثب''، یعنی جلدی سے اٹھ بیٹھتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم انہوں نے یہ نہیں کہا: قام آنحضرت ﷺ اٹھتے۔

امام نووی لفظ وثب کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ای قام بسرعة''، یعنی آنحضرت ﷺ جلدی سے اُٹھتے نبی کریم ﷺ کا اذان سن کر اس طرح اٹھنا بلاشک وشبہ باجماعت نماز کے لیے آنحضرت ﷺ کے اہتمام اور شوق پر دلالت کرتا ہے، امام نوویؒ رقم طراز ہیں: ''فِيهِ الِاهْتِمَامُ بِالْعِبَادَةِ وَالْإِقْبَالُ عَلَيْهَا بِنَشَاطٍ'' (۲)

اس حدیث میں عبادت کے لیے اہتمام اور شوق سے اس کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اگر اذان پر جماعتِ اول میں شرکت اس قدر اہتمام ہو تو جماعت ثانیہ کی ضرورت ہی نہیں پیش آئیگی، نیز اگر جماعت ثانیہ کی گنجائش ہوتی تو آپ ﷺ اس قدر سرعت نہ فرماتے۔

شدید لڑائی میں جماعت کا اہتمام

امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ص ﷺ قَوْمًا مِنْ جُهَيْنَةَ، فَقَاتَلُونَا قِتَالًا شَدِيدًا، فَلَمَّا صَلَّيْنَا الظُّهْرَ قَالَ الْمُشْرِكُونَ: لَوْ مِلْنَا عَلَيْهِمْ

---

(۱) صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل، وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۷۳۹:

(۲) شرح النووی علی مسلم، صلاۃ العدد، وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۶/ ۲۲، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثانیة: ۱۳۹۲

مَيلَةً لاقْتطَعْناهُم، فَأَخبَرَ جِبرِيلُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَلِك، فَذَكَرَ ذَلِك لنا رَسُولُ اللهِ ﷺ قال: وَقالُوا: إِنَّهُ سَتأْتِيهِم صَلاةٌ هِيَ أَحبُّ إلَيهِم مِنَ الأَوْلادِ، فَلَمّا حضَرَتِ العَصرُ قالَ: صَفَّنا صَفَّينِ، وَالمُشرِكُونَ بَيْنَنا وَبَيْنَ القِبْلَةِ، قالَ: فَكبَّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَكَبّرْنا، وَرَكَعَ فَرَكَعْنا، ثُمّ سَجَدَ، وَسَجَدَ مَعَهُ الصَّفُّ الأَوّلُ، فَلَمّا قامُوا سَجدَ الصَّفُّ الثّانِي، ثُمّ تَأَخّرَ الصَّفُّ الأَوّلُ، وَتقَدّمَ الصَّفُّ الثّانِي، فَقامُوا مَقامَ الأَوّلِ، فَكبَّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَكَبّرْنا، وَرَكَعَ، فَرَكَعْنَا، ثُمّ سَجَدَ وَسَجَدَ مَعَهُ الصَّفُّ الأَوّلُ، وَقامَ الثّانِي، فَلَمّا سَجدَ الصَّفُّ الثّانِي، ثُمّ جَلَسُوا جَمِيعًا، سَلَّمَ عَلَيهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ"(۱)

ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہینہ (قبیلہ) کے ایک گروہ کے خلاف جہاد کیا، تو انہوں نے ہمارے ساتھ شدید لڑائی کی جب ہم نے نماز ظہر ادا کی تو مشرکوں نے کہا کاش ہم ان پر یک بارحملہ کرتے تو انہیں تہس نہس کر دیتے (معاذ اللہ تعالیٰ) حضرت جبریلؑ نے اس بات کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو دی رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا ذکر ہم سے فرما یا، انہوں یعنی جابرؓ نے بیان کیا اور انہوں یعنی مشرکوں نے کہا: بیشک جلد ہی ان کے لیے ایک اور نماز کا وقت آجائیگا جو انہیں اپنی اولاد سے عزیز ہے، جب عصر کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے ہماری دو صفیں بنوائیں اور مشرک لوگ ہمارے اور قبلے کے درمیان تھے۔ انہوں نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی اور ہم نے بھی تکبیر کہی آنحضرت ﷺ نے رکوع کیا تو ہم نے بھی رکوع کیا پھر آنحضرت ﷺ نے سجدہ کیا تو پہلی صف کے لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا۔

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب صلاۃ الخوف، حدیث: ۸۴۰

جب وہ یعنی آنحضرت ﷺ اور صف اول والے کھڑے ہوئے تو دوسری صف نے سجدہ کیا پھر پہلی صف پیچھے ہٹی اور دوسری صف والے پہلی صف والوں کی جگہ میں کھڑے ہو گئے ،رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور ہم یعنی دونوں صفوں کے لوگوں نے اللہ اکبر کہا آنحضرت ﷺ نے رکوع کیا تو ہم نے بھی رکوع کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے سجدہ کیا تو پہلی صف نے آپ ﷺ ساتھ سجدکیااور دوسری صف والے کھڑے رہے، پھر جب دوسری صف نے سجدہ کیا تو سب تشہد کے لیے بیٹھ گئے اور آنحضرت ﷺ نے نماز سے فراغت کی غرض سے سب پرسلام کیا۔

حدیث سے مستفاد امور

حدیث کے حوالے سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہے:

ا۔آنحضرت ﷺ کا شدید لڑائی کے باوجود نماز ظہر باجماعت ادا کروانا۔

ب ۔نماز عصر سے آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے گہرے تعلق کے بارے میں دشمن کی گواہی ،کہ وہ انہیں اولاد سے زیادہ محبوب ہے۔

ج ۔باجماعت نماز عصر کے دوران دشمن کے حملے کے منصوبہ سے آگاہی کے باوجود آنحضرت ﷺ کا اسے باجماعت ہی ادا کروانا۔

د ۔باجماعت نماز کے دوران دشمن کے حملے کے خطرے کے پیش نظر احتیاطی تدابیر اختیار فرمانا۔

ہ ۔ہنگامی حالات میں حالت نماز میں صفوں کا آگے پیچھے کروانا،لیکن باجماعت نماز نہ چھوڑنا،یہ بات بلاشبہ باجماعت نماز کی شدید اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔

شدید بیماری میں مسجد جانے کے لئے جد جہد

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے عبد اللہ بن عبید اللہ بن عتبہ سے روایت نقل کی ہے کہ

انہوں نے بیان کیا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"کیا آپ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (آخری) بیماری کا حال بیان فرمائیں گی؟

انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید بیمار ہوئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟"

ہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لئے ٹب میں پانی رکھو۔ انہوں نے بیان کیا: پس ہم نے کیا (یعنی ٹب میں پانی رکھ دیا)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل فرمایا، پھر اٹھنا چاہا، تو بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آئے تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لئے ٹب میں پانی رکھو۔ انہوں نے بیان کیا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے اور غسل فرمایا۔ پھر اٹھنا چاہا، تو بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آئے تو دریافت کیا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لئے ٹب میں پانی رکھو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے اور غسل فرمایا۔ پھر اٹھنا چاہا، تو بے ہوش ہو گئے۔

پھر ہوش میں آئے تو دریافت کیا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔! وہ آپ کے انتظار میں ہیں، لوگ مسجد میں عشاء کی نماز کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں رکے ہوئے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ قاصد نے انکے پاس پہنچ کر پیغام دیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکو حکم دے رہے ہیں، کہ لوگوں کو نماز پڑھائیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: "وہ نرم دل شخص تھے" اے عمر! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیے۔

حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: آپ اسکے زیادہ اہل ہیں۔ سو ان دنوں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے دنوں میں) ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی۔

"الا تحدثنی عن مرض رسول اله ﷺ ؟قالت:بلیٰ,ثقل النبی ﷺ فقال:اصلی الناس؟قلنا:"لا ,وهم ینتظرونک "قال:"ضعوالی ماءًفی المخصب" قالت:ففعلنا,فاغتسل, فذهب لینوءفاغمی علیه,ثم افاق ﷺ, فقال:أصلی الناس ؟ قلنا:"لا ,وهم ینتظرونک ' 'قال:"ضعوا لی ماءً فی المخصب " قالت :فقعد فاغتسل ,ثم ذهب لینوءفاغمی علیه,ثم افاق ﷺ, فقال:اصلی الناس ؟ قلنا:"لا ,وهم ینتظر و نک" قال:"ضعوا لی ماءًفی المخصب" قالت : فقعد فاغتسل ، ثم ذهب لینوءفاغمی علیه, ثم افاق ﷺ, فقال:اصلی الناس؟فقلنا:"لا ,وهم ینتظرونک یارسول الله ﷺ" والناس عکوف فی المسجد,ینتظرون النبی ﷺ لصلاۃ العشاء الاخرۃ۔فارسل النبی ﷺ الی ابی بکر رضی اللہ عنہ بان یصلی بالناس فاتاه الرسول ,فقال : "ان رسول الله ﷺ یامرک ان تصلی بالناس"فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ وکان رجلاً رقیقاً:یاعمر!صل بالناس فقال له عمر رضی اللہ عنہ انت احق بذلک فصلی ابوبکر رضی اللہ عنہ فی تلک الایام۔الحدیث"(۱)

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک دوسری روایت میں ہیں : "فوجد النبی ﷺ من نفسه خفة,فخرج یهادی بین رجلین, کانّی أنظر جلیه تخطان من الوجع"(۲)نبی کریم ﷺ نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا، تو دو آدمیوں

---

(۱) صحیح البخاری, باب :إنما جعل الإمام لیوتم به, حدیث:۶۸۷ ,صحیح مسلم, باب استخلاف الإمام إذاعرض له عذرمن مرض وسفر, حدیث:۴۱۸۔الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

(۲) صحیح البخاری, کتاب الأذان, ۱۵۱۔۲/۱۵۲۔

کے سہارے (مسجد کی طرف) روانہ ہوئے، گویا کہ آنحضرت ﷺ کے دونوں قدم (مبارک) دیکھ رہی ہوں، کہ وہ تکلیف کی بنا پر زمین پر لکیریں لگاتے جارہے ہیں''۔

واقعہ سے مستفاد امور

اس واقعہ کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: بیمار ہونے پر آنحضرت ﷺ کا لوگوں کی نماز کے متعلق پوچھنا اور تین دفعہ بے ہوشی کے بعد میں ہوش آنے پر اسی سوال کا دہرانا، بلاشک وشبہ نماز کے لیے آنحضرت ﷺ کے شدید اہتمام کو اجاگر کرتا ہے۔

ب: باجماعت نماز کی خاطر مسجد جانے کے لیے قوت ونشاط بحال کرنے کی غرض سے شدید بیماری اور کمزوری میں تین بار غسل فرمانا، باجماعت نماز کے لیے آنحضرت ﷺ کا شوق وذوق واضح کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔

ج: تین دفعہ غسل کے باوجود مسجد جانے کی قوت نہ پانے پر، آنحضرت ﷺ نے باجماعت نماز کا تعطل گوارا نہ فرمایا، بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ کو لوگوں کی امامت کروانے کا پیغام بھجوایا۔

د: کچھ افاقہ ہونے پر دو آدمیوں کے سہارے باجماعت نماز کے لیے آنحضرت ﷺ کا مسجد کی جانب روانہ ہونا بھی، آنحضرت ﷺ کے باجماعت نماز کے لیے اہتمام کو خوب واضح کرتا ہے۔ پھر وہ افاقہ بھی کس قدر تھا اور اس میں حاصل ہونے والی قوت کیسی تھی؟

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کتنی وضاحت سے تصویرکشی کی ہے، کہ دو آدمیوں پر ٹیک لگا کر جانے کے باوجود آنحضرت ﷺ کے جسدِ اطہر میں زمین سے قدم اٹھا کر چلنے کی سکت نہ تھی۔

ہ: علامہ عینیؒ نے اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے: ''فيه اشارة الى تعظيم الصلاة بالجماعة. فِيهِ تَأْكِيد أَمر الْجَمَاعَة وَالْأَخْذ فِيهَا بالأشد، وَإِن كَانَ الْمَرَض

یرخص فِي ترکھا۔"(۱) اسمیں نماز باجماعت کے بلند مقام کی طرف اشارہ ہے۔

نیز اس میں باجماعت نماز اور بیماری میں اس کو اسے چھوڑنے کی اجازت کے باوجود اس سلسلے میں عزیمت پر عمل کی تاکید ہے، اگر جماعت ثانیہ کی گنجائش ہوتی تو فرمادیتے کہ پڑھلیں میں افاقہ کے بعد دوسری جماعت بنالوں گا، مگر ایسا نہ ہوا، مسجد کی جماعت اولیٰ میں شرکت فرمائی اس سے بڑی اور کیا دلیل جماعت ثانیہ کی کراہت پر ہوسکتی ہے؟

دولہا کا شادی والی رات کی جماعتِ فجر میں حاضر ہونا

امام طبرانیؒ نے عنبہ بن ازھرؒ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا حضرت حارث بن حسانؓ نے شادی کی۔۔۔اور وہ صحابی تھے۔۔۔ان سے کہا گیا:

"أَتَخرُجُ؟! وَإِنَّمَا بَنَيْتَ بِأَهْلَكَ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ؟"

"کیا آپ (باجماعت نمازِ فجر کے لیے) نکلتے ہیں اور آج شب ہی آپ نے اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا:

"وَاللّٰهِ إِنَّ امْرَأَةً تَمْنَعُنِي مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ فِي جَمْعٍ لَامْرَأَةُ سُوءٍ"۔(۲)

"واللہ! مجھے فجر باجماعت نماز سے روکنے والی خاتون، یقیناً بُری خاتون ہی ہے۔"

اللہ اکبر! باجماعت نمازِ فجر کے لیے کس قدر اہتمام ہے! اور یہ اہتمام بھی ایسے موقع پر، جب کہ دین سے تعلق کا دعویٰ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد پٹی سے اتر جاتی ہے۔

باجماعت نماز فوت ہونے پر دوسری مسجد میں لے جانا

سلف صالحین کے حوالے سے یہ بھی ثابت ہے، کہ اگر ایک مسجد میں باجماعت نہ

---

(۱) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ۵/۱۹۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۲) مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب فی صلاۃ العشاء الآخرۃ والصبح فی جماعۃ، ۲/۴۱ باختصار۔ حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: "اسے طبرانی نے [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی [سند حسن] ہے" (المرجع السابق ۲/۴۱)

پاسکتے، تو اس غرض کے لیے دوسری مسجد جاتے۔ اس سلسلے میں ذیل میں سلف صالحین میں سے ایک مثل ملاحظہ فرمائیے: امام ابن ابی شیعہؒ نے معاویہ بن قرہؒ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا:

"ان حُذَيْفَةُ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ، يُعَلِّقُ نَعْلَيْهِ وَيَتَّبِعُ الْمَسَاجِدَ حَتَّى يُصَلِّيهَا فِي جَمَاعَةٍ"۔ (۱)

"(حضرت) حذیفہؓ سے جب اپنی قوم کی مسجد میں جماعت چھوٹ جاتی، تو وہ اپنے جوتے لٹکاتے اور مسجدوں میں جانا شروع کرتے، یہاں تک کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لیتے"۔

یہ حضرات نماز کو بوجھ تصور نہ کرتے تھے، کہ جیسے تیسے ممکن ہو، اسے اتار پھینکا جائے۔ وہ اسے بے حد ذوق وشوق سے باجماعت ادا کرتے اور اگر کسی سبب سے کبھی چھوٹ جاتی، تو اس کی تلافی کے لیے کوشش کرتے۔

باجماعت نماز میں شمولیت میں تاخیر پر بیٹے کی باز پرس

امام عبدالرزاق نے مجاہد کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، (کہ) انہوں نے بیان کیا: "میں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایکؓ سے سنا اور میرے علم کے مطابق وہ بدری (یعنی انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی) تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے پوچھا: "أدْرَكْتَ الصَّلَاةَ مَعَنَا؟" "تم نے ہمارے ساتھ (باجماعت) نماز پائی؟"

انہوں نے کہا: (انہوں نے کہا: شاید اس سے پہلے یہ جملہ ["قال: نعم"۔ اس (یعنی بیٹے) نے جواب میں عرض کیا: "(جی) ہاں۔] طباعت میں چھوٹ گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔ (۲)

---

(۱) المصنف، کتاب الصلوات، الرجل تفوته الصلاة في مسجد قومه، ۲/۲۰۵۔

(۲) ملاحظہ ہو: حاشیہ المصنف ۱/۵۲۸

"أَدْرَكْتَ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى؟" "تم نے تکبیر اولیٰ پائی؟"

اس نے عرض کیا: "لا"۔ "نہیں"۔ انہوں نے فرمایا: "لَمَا فَاتَكَ مِنْهَا خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا سُودُ الْعَيْنِ"۔(۱) "(باجماعت نماز کا) جوحصہ تم سے چھوٹ گیا ہے، وہ سو اونٹنیوں سے بہتر ہے، جوکہ سب سیاہ آنکھوں والی ہوں۔"

جماعت فجر سے غیر حاضری پر نوٹس لینا

امام مالک نے ابوبکر بن سلیمان ابی حثمہ کے سے روایت نقل کی ہے، کہ

"أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَدَ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ فِي صَلاَةِ الصُّبحِ. وَأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ غَدَا إِلَى السُّوقِ. وَمَسْكَنُ(۱) سُلَيْمَانَ بَيْنَ الْمَسْجِدِ وَالسُّوقِ. فَمَرَّ عَلَى الشِّفَاءِ(۲)، أُمِّ سُلَيْمَانَ. فَقَالَ لَهَا: لَمْ أَرَ سُلَيْمَانَ فِي الصُّبْحِ۔"

بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی حثمہ کو نمازِ صبح میں گم پایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار کی طرف گئے اور سلیمان کی رہائش گاہ بازار اور مسجد نبوی کے درمیان میں تھی وہ ام سلیمان شفاء کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان سے فرمایا: میں نے صبح کی نماز میں سلیمان نہیں دیکھا۔ انہوں نے جواب دیا: إِنَّهُ بَاتَ يُصَلِّي، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ' سے شک وہ رات بھر نماز تہجد پڑھتے رہے اور نماز فجر کے وقت ان پر نیند غالب آگئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لان اشهد صلاة الصبح فی الجماعة احب الی من ان اقوم لیلة۔ "یقیناً مجھے نماز فجر کی جماعت میں حاضر ہونا ساری رات قیام کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

نماز فجر سے غیر حاضر شخص کو بلوا بھیجنا

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اور امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ابوہیثم رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ

(۱) المصنف، کتاب الصلاة، باب فضل الصلاة فی جماعة، رقم الروایة ۲۰۲۱/۱ ۵۲۸ ۵۲۹۔

”فقد عمرُ رجلاًفی صلاۃالصبح فارسل الیہ فجاءفقال این کنت ؟“ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو نماز فجر میں غیر حاضر پایا تو اسے پیغام بھجوایا، وہ شخص حاضر ہوا تو دریافت فرمایا تم کہاں تھے؟ ”كُنْتُ مَرِيضًا، وَلَوْلَا أَنَّ رَسُولَكَ أَتَانِي لَمَا خَرَجْتُ“ میں بیمار تھا اگر آپ کا قاصد میرے پاس نہ آتا تو میں گھر سے نہ نکلتا۔ عمرؓ نے فرمایا: ”فَإِنْ كُنْتَ خَارِجًا إِلَى أَحَدٍ فَاخْرُجْ لِلصَّلَاةِ“(۱) پس اگر تم کسی کی طرف جاسکو تو نماز کے لیے ہی نکلو۔

امام عبدالرزاقؒ کی روایت میں ہے: ”إِنْ كُنْتُ مُجِيبًا شَيْئًا فَأَجِبِ الْفَلَاحَ“ اگر تم کسی بھی چیز کے لیے دعوت قبول کرو تو حی علی الفلاح یعنی نماز کی دعوت قبول کرو۔

امیر المومنین حضرت علیؓ کا روزانہ نماز فجر کے لیے لوگوں کو جگانا امام ابن سعد نے حضرت حسنؓ سے حضرت علیؓ کی شہادت کا واقعہ روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے:

’فَلَمَّا خَرَجَ مِنَ الْبَابِ نَادَى :أَيُّهَا النَّاسُ الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ“ جب وہ اپنی رہائش گاہ کے دروازے سے نکلے تو انہوں نے آواز دی، اے لوگو! نماز نماز۔

”كَذَلِكَ كَانَ يَفْعَلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ يَخْرُجُ وَمَعَهُ دِرَّتُهُ يُوقِظُ النَّاسَ.] فَاعْتَرَضَهُ الرَّجُلَانِ“۔(۲) وہ ہر روز اسی طرح کرتے، رہائش گاہ سے نکلتے تو ان کا درّہ ان کے پاس ہوتا لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کرتے اسی دوران دو آدمی ان کے راستے میں آئے۔

الحمد اللہ یہ صدا ”لصلاۃ الصلاۃ“ نماز نماز! جس طرح سعودی کے بازاروں میں لگتی ہے، تا قیامت اس طریقۂ خیر پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے اور پورے عالم میں اسے عام فرمائیں، اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو نماز میں گھر گھر جا کر اٹھانے کا ذوق نصیب کرے۔

---

(۱) مصنف عبدالرزاق کتاب الصلاۃباب من سمع النداءرقم الروایۃ ۱۹۲۱، ۱/۴۹۹، ۵۰۰، ومصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلات من قال اذاسمع المنادی فلیجب، ۳۴۵، ۳۴۴/ ۱۱الفاظ حدیث ابن ابی شیبہ کے ہیں۔)

(۲) الطبقات الکبریٰ ۳۷، ۳۶/ ۳ ملاحظہ ہو: تاریخ الاسلام للذھبی عھد الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہ ص ۶۵)

نماز باجماعت کے متعلق علمائے امت کا موقف

باجماعت نماز کا حکم

باجماعت نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے اسی وجہ سے تمام فقہاء کرام نے اذان کے بعد مسجد پہونچنے اور جماعت کو پانے کی تیاری کو واجباتِ دین میں شامل کیا ہے۔ چناں چہ امام احمدؒ کے نزدیک اذان سننے کے بعد جماعت میں شامل ہونا ''فرض عین'' ہے، جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ''فرض کفایہ اور سنت علی العین'' ہے، امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول ''وجوب'' کا ہے، (یا کم از کم ''سنت مؤکدہ'' کا) جبکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔

''وَالْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ لِلرِّجَالِ، قَالَ الزَّاهِدِي: أَرَادُوا بِالتَّأْكِيدِ الْوُجُوبَ''۔(۱)

''(الْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ) أَيْ قَوِيَّةٌ تُشْبِهُ الْوَاجِبَ فِي الْقُوَّةِ''(۲)

نماز باجماعت اور احناف کا موقف

علامہ ابوبکر کاسانیؒ (۳) کا قول ہے:

ہمارے مشائخ نے اسے واجب کہا ہے اور امام کرخیؒ نے ذکر کیا ہے، کہ یہ سنت ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث:

باجماعت نماز منفرد شخص کی نماز سے افضل ہے''۔

---

(۱) حاشیۃ ابن عابدین الشامی، باب الإمامۃ: ۱/۵۵۲، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲م

(۲) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، باب الإمامة والحدث فی الصلاة، حدیث: ۱/۱۳۲، الطبعة الکبری الأمیریة، بولاق، القاهرة، الطبعة الأولی: ۱۳۱۳

(۳) علامہ ابوبکر کاسانی: ابوبکر بن مسعود بن احمد، علاء الدین کاسانی لقب ملک العلماء تحفۃ الفقہاء کی شرح بدائع الصنائع کے مؤلف، ۵۸۷ میں فوت ہوئے (تاج التراجم لابن قطلوبغا، ابوبکر بن مسعود الکاسانی: ۱/۳۲۷، دار القلم، دمشق، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۳

صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً ۔"(۱)

بدائع میں ہے:

فَالْجَمَاعَةُ إِنَّمَا تَجِبُ عَلَى الرِّجَالِ، الْعَاقِلِينَ، الْأَحْرَارِ، الْقَادِرِينَ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ حَرَجٍ"۔(۲)

عام مشائخ کا استدلال کتاب وسنت اور امت کے مسلسل عمل سے ہے، قرآن کریم کے دلائل میں سے ارشاد تعالیٰ ہے :وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ"۔(۳)

ترجمہ: "اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم دیا ہے، اس حکم کی تعمیل رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے میں شریک ہونے سے ہوتی ہے، علاوہ ازیں کسی کام کے متعلق مطلق حکم (یعنی قرائن سے خالی) اس کام کے لازمی طور پر کرنے کی خاطر ہوتا ہے۔

نماز باجماعت سنتِ مؤکدہ کی دلیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مروی حدیث: یقیناً میں نے ایک شخص کو حکم دینے کا مصمم ارادہ کیا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ۔(۴)

اس قسم کی شدید وعید واجب کام کے ترک پر ہی دی جاتی ہے، امت کے مسلسل عمل کے حوالے سے بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر ہمارے اس دن تک امت اس

---

(۱)بخاری، الصحیح، كتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، حديث: ٦١٩۔

(۲)بدائع الصنائع للكاسانی، فصل بيان من تجب عليه الجماعة، حديث : ١٥٥/١، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٠٦ھ۔١٩٨٦م

(۳)سورة البقرة: ٤٣

(۴)بخاری، كتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، حديث: ٦١٩

عمل پر مواظبت کر رہی ہے اور اس کے چھوڑنے والے پر نکتہ چینی کرتی ہے امت کی اس طرح مداومت اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

”فَقَدْ قَالَ عَامَّةُ مَشَايِخِنَا: إِنَّهَا وَاجِبَةٌ، وَذَكَرَ الْكَرْخِيُّ أَنَّهَا سُنَّةٌ، (وَاحْتَجَّ) بِمَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وآله وسلم - أَنَّهُ قَالَ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ عَلَى صَلَاةِ الْفَرْدِ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَفِي رِوَايَةٍ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، جَعَلَ الْجَمَاعَةَ لِإِحْرَازِ الْفَضِيلَةِ وَذَا آيَةُ السُّنَنِ۔

(وَجْهُ) قَوْلِ الْعَامَّةِ: الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَتَوَارُثُ الْأُمَّةِ، أَمَّا الْكِتَابُ: فَقَوْلُهُ تَعَالَى: {وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ}، أَمَرَ اللَّهُ - تَعَالَى - بِالرُّكُوعِ مَعَ الرَّاكِعِينَ وَذَلِكَ يَكُونُ فِي حَالِ الْمُشَارَكَةِ فِي الرُّكُوعِ، فَكَانَ أَمْرًا بِإِقَامَةِ الصَّلَاةِ بِالْجَمَاعَةِ، وَمُطْلَقُ الْأَمْرِ لِوُجُوبِ الْعَمَلِ. (وَأَمَّا) السُّنَّةُ فَمَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وآله وسلم - أَنَّهُ قَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَأَنْصَرِفَ إلَى أَقْوَامٍ تَخَلَّفُوا عَنْ الصَّلَاةِ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ، وَمِثْلُ هَذَا الْوَعِيدِ لَا يَلْحَقُ إلَّا بِتَرْكِ الْوَاجِبِ۔

(وَأَمَّا) تَوَارُثُ الْأُمَّةِ فَلِأَنَّ الْأُمَّةَ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وآله وسلم - إلَى يَوْمِنَا هَذَا وَاظَبَتْ عَلَيْهَا وَعَلَى النَّكِيرِ عَلَى تَارِكِهَا، وَالْمُوَاظَبَةُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ دَلِيلُ الْوُجُوبِ“۔(۱)

اس کے بعد علامہ کاسانیؒ احناف کے عام مشائخ اور علامہ کرخیؒ کے باہمی اختلاف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱)بدائع الصنائع للکاسانی، فصل بیان من تجب علیہ الجماعۃ، حدیث: ۱/۱۵۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۶ھ۔

حقیقت میں یہ اختلاف نہیں یہ تو لفظی نزاع ہے کیوں کہ سنت موکدہ اور واجب ایک جیسے ہوتے ہیں خصوصاً جو اعمال اسلامی شعائر میں سے ہیں کیا آپ دیکھتے نہیں کہ کرخی نے اسے سنت کا نام یا پھر اس کی تفسیر واجب کے ساتھ کی ہے انہوں نے کہا جماعت سنت ہے، بلا عذر کسی کو اس سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، عام علماء کے نزدیک یہی واجب کی تفسیر ہے۔

"وَلَيسَ هَذَا اختِلَافًا فِي الحَقِيقَةِ بَلْ مِنْ حَيثُ العِبَارَةُ، لِأَنَّ السُّنَّةَ الْمُؤَكَّدَةَ، وَالْوَاجِبَ سَوَاءٌ، خُصُوصًا مَا كَانَ مِنْ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ أَلَا تَرَى أَنَّ الْكَرْخِيَّ سَمَّاهَا سُنَّةً ثُمَّ فَسَّرَهَا بِالْوَاجِبِ فَقَالَ: الْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ لَا يُرَخَّصُ لِأَحَدٍ التَّأَخُّرُ عَنْهَا إلَّا لِعُذْرٍ؟ وَهُوَ تَفْسِيرُ الْوَاجِبِ عِنْدَ الْعَامَّةِ"۔(۱)

مالکی علماء کا موقف

علامہ خلیل بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ(۲) "جمعہ کے علاوہ دیگر فرض نمازوں کا باجماعت ادا کرنا سنّت ہے۔" "الْجَمَاعَةُ بِفَرْضٍ غَيرِ جُمُعَةٍ سُنَّةٌ"۔(۳)

---

(۱) بدائع الصنائع للکاسانی، فصل بیان من تجب علیہ الجماعة، حدیث: ۱/۱۵۵، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة، ۱۴۰۶ھ۔

(۲) علامہ خلیل بن اسحاق: خلیل بن اسحاق بن موسیٰ، ضیاء الدین، جندی، مصر کے مالکی فقیہ، قاہرہ میں تعلیم کے بعد وہیں مالکی مذہب کے مفتی، فقہ میں علامہ الحاوی کی طرز پر ایک مفید مختصر کتاب کے مؤلف، ۷۶۷ھ اور ایک دوسرے قول کے مطابق ۷۷۶ھ میں فوت ہوئے۔ (الأعلام للزرکلی، الشیخ خلیل: ۲/۳۱۵، دار العلم للملائین، الطبعة الخامسة عشر، أیار/مایو ۲۰۰۲م)

(۳) مختصر خلیل، صلاة الجماعة وما یتصل بها: ۱/۴۰، دار الحدیث، القاهرة، الطبعة الاولی، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵م، مواهب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، فصل صلاة الجماعة: ۲/۸۱، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثالثة: ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲م۔

سنتِ مؤکدہ کی حیثیت

”سنّت مؤکدہ“ کے متعلق یہ سمجھنا،کہ اس کے ترک میں کچھ گناہ نہیں بالکل درست نہیں ، پھر تو سنتِ مؤکدہ اورغیر مؤکدہ میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا،اس بارے میں صحیح بات یہ ہے،کہ اسے کرنے سے ثواب اور چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے۔امام ابن قیمؒ رقم طراز ہیں:

”احناف اور مالکیوں نے کہا ہے: ”باجماعت نماز سنّت مؤکدہ ہے“، لیکن ان کے نزدیک مؤکدہ سنتوں کا تارک گناہ گار ہوتا ہے، البتہ ان کے نزدیک نماز جماعت کے بغیر بھی ہوجاتی ہے۔

اس طرح باجماعت نماز کو سنت اور واجب قرار دینے والوں کے درمیان نزاع صرف لفظی ہے، کیوں کہ دونوں آراء کا نتیجہ یہ ہے،کہ باجماعت نماز کا تارک گناہ گار ہے مزید برآں حنفی اور مالکی علماء میں سے بعض نے نماز باجماعت کو واجب قرار دیا ہے۔“

”وقالت الحنفية والمالكية:هي سنة مؤكدة ولكنهم يؤثمون تارك السنن المؤكدة ويصححون الصلاة بدونه , والخلاف بينهم وبين من قال أنها واجبة لفظي. وكذلك صرح بعضهم بالوجوب“۔(۱)

شافعی علماء کا موقف

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ”جمعہ کے لیے جماعت فرض عین ہے، دیگر فرض نمازوں کی جماعت کے حکم کے بارے میں مختلف آراء ہیں،سب سے صحیح بات یہ ہے کہ فرض کفایہ ہے،دوسرا قول یہ ہے کہ سنّت ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ فرض عین ہے،یہ ہمارے اصحاب میں سے ابن منذر اور ابن خزیمہ کا قول ہے،کہا گیا ہے: بلاشبہ امام شافعیؒ کا بھی قول ہے۔

(۱) الصلاۃ و أحکام تارکھا، ابن القیم : ۱/ ۹۹، مکتبة الثقافة بالمدینة المنورة۔

”فَالْجَمَاعَةُ فَرْضُ عَيْنٍ فِي الْجُمُعَةِ، وَأَمَّا فِي غَيْرِهَا مِنَ الْمَكْتُوبَاتِ، فَفِيهَا أَوْجُهٌ. الْأَصَحُّ: أَنَّهَا فَرْضُ كِفَايَةٍ. وَالثَّانِي: سُنَّةٌ. وَالثَّالِثُ: فَرْضُ عَيْنٍ قَالَهُ مِنْ أَصْحَابِنَا، ابْنُ الْمُنْذِرِ، وَابْنُ خُزَيْمَةَ. وَقِيلَ: إِنَّهُ قَوْلٌ لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ“(۱)

امام نوویؒ نے جماعت کو سنت کہنے والے علماء کے قول کا مقصود بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”جب ہم اسے سنت کہتے ہیں، تو اس سے مراد اس کا مؤکدہ ہونا ہے، ہمارے اصحاب نے کہا: ”اس کا چھوڑنا مکروہ ہے۔“ شیخ ابوحامد، ابن صباغ اور دیگر علماء نے یہ واضح طور پر بیان کیا ہے۔“

”اما إذا قلنا: إنها سنة“، قُلْنَا إِنَّهَا سُنَّةٌ فَهِيَ سُنَّةٌ مُتَأَكَّدَةٌ قَالَ أَصْحَابُنَا يُكْرَهُ تَرْكُهَا صَرَّحَ بِهِ الشَّيْخُ أَبُو حَامِدٍ وَابْنُ الصَّبَّاغِ وَآخَرُونَ۔(۲)

حنبلی علماء کا موقف

علامہ شمس الدین ابن قدامہؒ(۳) کا قول ہے: ”مکلّف مردوں پر فرض نماز کے لیے جماعت واجب ہے۔“

---

(۱) روضة الطالبين وعمدة المفتين، كتاب صلاة الجماعة: ۱/ ۳۳۹، المكتبة الإسلامی، بیروت، دمشق، عمان، الطبعة الثالثة: ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱م

(۲) المجموع شرح المذهب، باب صلاة الجماعة، ۴/ ۱۸۶، دار الفكر، بيروت

(۳) شمس الدین ابن ابی عمر ابن قدامہ؛ عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ، مقدسی، ۵۹۷ھ میں پیدا اور ۶۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ امام نوویؒ کی نگاہ میں وہ ان کے سب جلیل القدر اور بقول علامہ یونینیؒ فقہ حنبلی میں سیاوت ان پر ختم ہوئی۔ (ملاحظہ ہو: الذیل علی طبقات الحنابلۃ ۳۰۸۔ ۲/ ۶۳۰)

”الجماعة واجبة علی الرجل المکلفین لکل صلاۃ مکتوبة“۔(۱)

دیگر علماء کا موقف

۱۔امام ابن منذرؒ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا حالت خوف میں نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حالتِ امن میں اس کا واجب ہونا مزید بڑھ جائے گا۔

”وَلَمَّا أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالْجَمَاعَةِ فِي حَالِ الْخَوْفِ، دَلَّ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ فِي حَالِ الْأَمْنِ أَوْجَبُ“(۲)

۲۔شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ آیتِ شریفہ ”وارکعوا مع الراکعین“ سے ایک اور پہلو سے باجماعت نماز کی فرضیت پر استدلال کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نماز خوف باجماعت ادا کرنے کا طریقہ سکھلایا اور ایسے کاموں کی اجازت دی، جن کا بلاعذر کرنا درست نہیں، جیسے کہ نماز میں قبلہ کی طرف پشت کرنا، عمل کثیر، کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے، کہ بلاعذر ایسا کرنا جائز نہیں۔اسی طرح جمہور کے نزدیک سلام سے پہلے امام سے الگ ہونا اسی طرح امام کی متابعت سے گریز کرنا جیسے کہ دشمن کے سامنے ہونے کی صورت میں پچھلی صف والوں کا امام کے ساتھ رکوع کے بعد پیچھے ہٹنا۔

انہوں (یعنی علماء) نے بیان کیا: ان کاموں کے بلاعذر کرنے سے نماز باطل ہو جاتی اگر جماعت واجب کی بجائے مستحب ہوتی، تو اس پر نماز فاسد کرنے والا ممنوعہ کام کرنا لازم آتا، ایک مستحب کام کی خاطر امام کی متابعت (جو کہ واجب ہے) کا ترک کرنا لازم آتا ہے، حالانکہ یہ ممکن تھا کہ وہ انفرادی طور پر پوری نماز ادا کرلیتے۔سو اس سے معلوم ہوا کہ بلاشبہ وہ یعنی جماعت واجب ہے۔

---

(۱) الشرح الکبیر علی متن المقنع، ۲/۲، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع۔

(۲) الأوسط فی السنن والاجماع والاختلاف، ۴/۱۳۴، حدیث:۱۸۹۷، دار طیبة الریاض، السعودیة، الطبعة الاولی:۱۴۰۵ھ=۱۹۸۵م)

"أَنَّهُ سَنَّ صَلَاةَ الْخَوْفِ جَمَاعَةً وَسَوَّغَ فِيهَا مَا لَا يَجُوزُ لِغَيْرِ عُذْرٍ، كَاسْتِدْبَارِ الْقِبْلَةِ وَالْعَمَلِ الْكَثِيرِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ لِغَيْرِ عُذْرٍ بِالِاتِّفَاقِ وَكَذَلِك مُفَارَقَةُ الْإِمَامِ قَبْلَ السَّلَامِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ وَكَذَلِك التَّخَلُّفُ عَنْ مُتَابَعَةِ الْإِمَامِ كَمَا يَتَأَخَّرُ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بَعْدَ رُكُوعِهِ مَعَ الْإِمَامِ إذَا كَانَ الْعَدُوُّ أَمَامَهُمْ. قَالُوا: وَهَذِهِ الْأُمُورُ تُبْطِلُ الصَّلَاةَ لَوْ فُعِلَتْ لِغَيْرِ عُذْرٍ فَلَوْ لَمْ تَكُنْ الْجَمَاعَةُ وَاجِبَةً بَلْ مُسْتَحَبَّةً لَكَانَ قَدْ الْتَزَمَ فِعْلَ مَحْظُورٍ مُبْطِلٍ لِلصَّلَاةِ وَتَرَكَتْ الْمُتَابَعَةُ الْوَاجِبَةُ فِي الصَّلَاةِ لِأَجْلِ فِعْلٍ مُسْتَحَبٍّ مَعَ أَنَّهُ قَدْ كَانَ مِنْ الْمُمْكِنِ أَنْ يُصَلُّوا وُحْدَانًا صَلَاةً تَامَّةً فَعُلِمَ أَنَّهَا وَاجِبَةٌ"(۱)

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

وثانيها: ان المراد صلو امع المصلين ، وعلى هذا يزول التكرار لان فى الاول امر تعالى باقامتها وامر فى الثانى بفعلها فى الجماعة۔(۲)

ترجمہ دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز، نماز پڑھنے والوں کے ساتھ پڑھو، اس مطلب کے لینے میں تکرار بھی ختم ہو جائے گا، گویا پہلی آیت میں اقامتِ صلوۃ کا حکم دیا اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز باجماعت کا حکم فرمایا۔

۳۔حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ پنج وقتہ جماعت ہر فرد پر سنت مؤکدہ ہے، جو بغیر شرعی عذر جیسے بیماری

---

(۱) مجموع الفتاوى، أدلة من قالوا بالوجوب، ۲۲۷/۲۳، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، ۱۴۱۶/ ۱۹۹۵م

(۲) التفسیر الکبیر: سورۃ البقرہ آیت نمبر ۴۳ کے تحت، ج۳ص، ۴۸۷)

،سفر، بارش، آندھی، طوفان کے ترک نہیں کی جاسکتی ہے، اور تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اگر کل کے کل جماعت کے ترک پر اصرار کریں گے تو سب گنہگار ہوں گے کیونکہ یہ سنت شعارِ دین ہے۔(۱)

۴۔اس متعلق حافظ ابن کثیرؒ رقم طراز ہیں:

اور جماعت کو واجب کہنے والے کا اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کس قدر خوبصورت ہے کہ نماز کے بہت سے اعمال سے جماعت کی وجہ سے چشم پوشی کی گئی اگر وہ واجب ہو نہ ہوتی تو ایسا کرنا درست نہ ہوتا۔

”وماأحسن ما استدل به من ذهب إلى وجوب الجماعة من هذه الآية الكريمة حيث اغتفرت افعال كثيرة لاجل الجماعة، فلو لا انها واجبة ماساغ ذلك“(۲)

اوران (صحابہؓ) کو حالت خوف میں نماز چھوڑنے کی رخصت نہیں دی گئی۔

”وانه لم يرخص لهم فى تركها حال الخوف“(۳)

اس آیت شریفہ سے متعدد پہلوؤں سے استدلال ہوتا ہے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ کا باجماعت نماز کا حکم دینا، پھر اپنے ارشادِ گرامی ”وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ“ کے ساتھ دوسرے گروہ کے لیے اس حکم کا اعادہ فرمانا۔ اس میں دلیل ہے کہ جماعت فرض عین ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے گروہ کے اس کو ادا کرنے سے دوسرے گروہ سے اسے ساقط نہیں کیا۔ مزید برآں اگر جماعت سنت ہوتی تو اسے ساقط کرنے کے لیے سب سے بڑا عذر خوف تھا اور اگر فرض کفایہ ہوتی تو پہلے گروہ

(۱) تفسیر عزیزی، سورہ بقرہ، ۴۳

(۲) التفسير الكثير، سورة النساء، ۸۵۴/۲، دار الكتب العلمية، منشورات محمد على بيضوى، بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ

(۳) الصلاة وأحكام تاركها، ابن القيم: ۱۰۰/۱، مكتبة الثقافة بالمدينة المنورة۔

کے ادا کرنے سے ساقط ہو جاتی۔

آیت میں اس کے فرض ہونے کی دلیل تین اعتبارات سے ہیں:

اللہ تعالی کا پہلے اس حکم کو دینا۔

پھر دوسری مرتبہ اسی کا حکم دینا۔

حالت خوف میں اسے چھوڑنے کی انہیں اجازت نہ دینا۔

۵۔ شیخ ابن باز نے فتاوی علماء البلد الحرام ص ۱۷۳ پر اس آیت کریمہ سے باجماعت نماز کی فرضیت پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

جب اللہ سبحانہ نے حالت جنگ میں نماز باجماعت کو واجب کیا ہے تو حالت امن میں اس کا وجوب کیسا ہوگا؟ اگر کسی کو جماعت کے ساتھ نماز چھوڑنے کی رخصت ہوتی تو دشمن کے مقابلے میں صف آراء لوگوں کو ہوتی جن پر کسی بھی وقت دشمن حملہ آور ہوسکتا تھا۔ جب ان کے لیے اجازت حاصل نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ باجماعت نماز ادا کرنا سب سے زیادہ ضروری واجبات میں سے ہے اور کسی کے لیے بھی اس سے پیچھے رہنا جائز نہیں"

"فأوجب سبحانه أداء الصلاة في الجماعة في حال الحرب وشدة الخوف، فكيف بحال السلم؟ ولو كان أحد يسامح في ترك الصلاة في جماعة، لكان المصافون للعدو، المهددون بهجومه عليهم أولى بأن يسمح لهم في ترك الجماعة، فلما لم يقع ذلك، علم أن أداء الصلاة في جماعة من أهم الواجبات، وأنه لا يجوز لأحد التخلف عن ذلك"(۱)

محلہ کی مسجد میں بغیر اذان واقامت کے جماعت ثانیہ کے متعلق فقہی روایات مختلف ہیں؛ البتہ یہ مسئلہ مسلم ہے کہ تمام فقہاء نے جماعتِ ثانیہ کو مکروہ قرار دیا ہے اختلاف کراہتِ

(۱) مجموع فتاوى ابن باز، التهاون بأداء صلاة الجماعة منكر عظيم: ۱۵/۱۲، رئاسة دارة البحوث العلمية والافتاء، بالمملكة العربية السعودية۔

تنزیہی وتحریمی کا ہے۔

”یکره تكرار الجماعة في المسجد الواحد بأن يصلي فيه جماعة بعد أخرى، وفيه تفصيل في المذاهب“ (۱)

ماضی اور حال کی جماعتِ ثانیہ میں فرق

نیز سلفِ صالحین کے زمانہ میں جماعتِ ثانیہ کا رواج نہیں تھا اگر کبھی کبھی جماعت ثانیہ کرلی جائے تو جن فقہاء نے مسئلہ کی گہرائی ومآل پر نظر رکھا اور جماعتِ ثانیہ کے مفاسد پیش نظر رکھے انہوں نے جماعت ثانیہ کو مکروہ تحریمی قرار دیا اور جن فقہاء نے مسئلہ کے مآل وانجام اور مفاسد کے بجائے ”احیاناً“ کئے جانے والے عمل کے مفاسد نادر ہونا ملحوظ رکھا تو انہوں نے جماعت ثانیہ کو ”لابأس“ یہ کہا ہے اگر چہ کراہتِ تحریمی کا فتویٰ نہ دیا، لیکن یاد رہے کہ کراہتِ تحریمی وتنزیہی کا یہ اختلاف ماضی میں کبھی کبھار ہونے والی جماعتِ ثانیہ کے متعلق تھا، آج کل جماعتِ ثانیہ کا جس قدر رواج ہے کہ بسا اوقات جماعتِ ثانیہ کی مقدار جماعتِ اولیٰ سے بھی زیادہ ہوجاتی ہے اور جماعتِ اولیٰ کی جس درجہ حیثیت ہورہی ہے ماضی میں اس کا تصور بھی نہیں تھا، لاریب اگر جماعت ثانیہ کا اس قدر کثرت کا رواج فقہاء گذشتہ مشاہدہ فرماتے تو وہ بھی جو کراہتِ تنزیہی کے قائل ہیں کراہتِ تحریمی کا فتویٰ دیتے، اور فقہی قاعدہ کی رو سے کہ ”احوال وازمنہ“ کی تبدیلی سے احکام شریعت میں بھی تبدیلی ہوتی ہے بہتر سے جائز احکام مکروہ تنزیہی سے تحریمی بھی ہوجاتے ہیں۔

نظیر

جیسے عہدِ نبوی میں مسجد میں عورتوں کا آنا جائز تھا لیکن عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں صحابہ نے

---

(۱) الفقه على المذاهب الأربعة، تكرار الجماعة فى المسجد الواحد: ۱/ ۳۹۵، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳م

منع فرمایا۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ سے عورتوں نے شکایت کی تو آپ نے فرمایا اگر آنحضرت ﷺ زمانہ حال کی عورتوں کے احوال دیکھتے تو آپ ﷺ خود بھی منع فرمادیتے۔

”لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ“۔(۱)

اس جیسی بہت سی مثالیں کتب فقہ میں مفصلاً مرقوم ہیں جو پہلے جائز تھے بعد میں فسادِ زمانہ کی وجہ سے ناجائز ہوگئے۔ لیکن یاد رہے کہ اس تبدیلئ حکم سے یہ اندیشہ نہ ہو کہ شریعت آنحضرت ﷺ پر مکمل ہونے کے بعد پھر احکام میں کیونکر تبدیلی ہوگی کیونکہ یہ تبدیلی ناسخ ومنسوخ کے قبیل سے نہیں جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہ تبدیلی شرط وعلت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مشروط ومعلول کے نہ پائے جانے کے قبیل سے ہے۔

جماعت ثانیہ مکروہِ تحریمی ہے

الحاصل کتب فقہ میں زمانہ ماضی کی جماعتِ ثانیہ کے متعلق کراہتِ تنزیہی وتحریمی دونوں قول منقول ہیں لیکن موجودہ زمانہ میں کثرت مفاسد کی وجہ سے اور جماعت ثانیہ سے پائی جانے والی خرابیوں کی وجہ سے جماعت ثانیہ کو مکروہ تحریمی قرار دیا جانا مزاج شریعت کے عین موافق ہے اور اگر کراہتِ تنزیہی ہی کا فتویٰ دیا جائے تو بھی نفس کراہت سے مفر نہیں۔

ائمہ احناف کی ظاہر الروایۃ جماعت ثانیہ کے مطلقاً مکروہ ہونے کی ہے خواہ اذان واقامت سے ہو یا اس کے بغیر احناف کی کتب فقہیہ البدائع الصنائع، البحر الرائق، فتاویٰ ظہیریہ اور فتاویٰ شامی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

لفظ مکروہ جب مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مکروہ تحریمی ہی مراد ہوتا ہے، اور اگر

(۱) صحيح البخاری، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس، حديث: ۸۶۹، مؤطا امام مالک الأعظمی، ما جاء فی خروج النساء إلى المساجد، حديث: ۶۷۷

دلیل کراہت پر غور کیا جائے تو تحریمی عین مقتضائے شرع ہے کیوں کہ جماعتِ ثانیہ تقلیل جماعت اولیٰ اور تفریق بین المؤمنین کا عظیم سبب ہے اور تفریق بین المومنین حرام ہے اور جو چیز حرام کا سبب ہو وہ بھی حرام ہے۔ البتہ کراہت ایک کلی مشکک ہے بعض مرتبہ کراہت میں کبھی قلت اور کبھی شدت اس قدر آجاتی ہے کہ عمل فساد کے قریب ہوجاتا ہے چنانچہ جماعتِ ثانیہ اذان واقامت کے ساتھ جماعت اولی کی جگہ پر ہو تو کراہت بڑھ جاتی ہے اور اگر بغیر اذان واقامت اور جماعت اولی کی جگہ سے ہٹ کر ہو تو کراہت خفیف ہوگی۔

چنانچہ رد المحتار میں ہے: ''نیز جن فقہاء نے جماعتِ ثانیہ کو بالاجماع جائز قرار دیا ہے وہ کراہب کی خفیف جہت کے پیش نظر ہے لیکن کسی بھی مسئلہ میں ظاہر الروایۃ ہونے کے باوجود غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی (بلا دلیل قوی) دینا شرعاً درست نہیں۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

نیز آنحضرت ﷺ کبھی جب جماعت چھوٹ گئی تو آپ ﷺ نے اپنی مسجد میں جماعتِ ثانیہ نہیں فرمائی جبکہ ارشاد ہے۔

''هَذَا خَيرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ''(۱)

میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے اس قدر فضیلت وثواب کی جگہ چھوٹ کر گھر جا کر جماعت کرنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کا اختیار کرنے وجہ بظاہر جو سببِ فتنہ ہے جماعتِ اولیٰ کی اہمیت کا اظہار ہے۔

جماعت اولیٰ نہیں چھوٹنا چاہیے

تفصیل اس کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جماعتِ اولیٰ کے سلسلے میں کس قدر تاکید

(۱) حاشیۃ ابن عابدین، مطلب فی ستر العورۃ: ۱/۲۷۴، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲

فرمائی ہے اورکس قدراس کے التزام کی ترغیب اوراس کے ترک پر وعید بیان فرمائی ہے کہ اذان سے قبل مسجد میں آنے والے کواس قدرثواب ،نماز کے وقت سے قبل انتظار میں رہنے والے کواس قدرثواب،امام کے پیچھے پہلی صف میں نماز پڑھنے والے کواس قدر ثواب اورشرکت جماعت میں کوتاہی کرنے والوں کے متعلق کبھی نفاق کا لفظ اورکبھی احراق بیوت کی وعید بیان فرمائی،کتب احادیث ان وعدوعید سے پُر ہیں مقصودان سب کا یہی ہے کہ تمام مسلمان جماعتِ اولیٰ کااہتمام کریں اورتخلف سے بازرہیں۔

جماعت ثانیہ تفریق والاعمل

ورنہ رحمت للعالمین کی شان رحیمی سے بعید ہے جماعت سے تخلف کرنے والوں کو احراق بیوت کی وعیدسنائیں کیوں کہ جماعت ثانیہ کی جب گنجائش ہے تو آپ ﷺ اس کی ترغیب دیتے مگرچونکہ جماعت اولیٰ کی حاضری واجب تھی تخلف درست نہ تھا توجماعت ثانیہ کی رگ ہی کاٹ دی اوراسے ناپسندفرمایااورکیوں نہ ہوآپ ﷺ جیسی انجام بین ومآل پرنظررکھنے والی ذات اقدس کے علاوہ کسی اورسے اس کاتصورناممکن ودشوارہے آپ ﷺ نے فسادتودرکنارفساد کے احتمال پربھی پابندلگادی پس جوذات فساد کے احتمال پر پابندی لگائی ہووہ اگرجماعت ثانیہ کرتی تو خودتفریق بین المسلمین کی باعث بنتی اور جماعت وجمعیت کے ثمرات فوت ہوجانے کاسبب بنتے چونکہ آپ کے عمل کوامت شریعت وسنت گردانتی ہے(جس کاامت کوحکم بھی ہے)اس لئے آپ ﷺ نے بعض نیک اعمال مستحبہ بھی امت کے خوف فتنہ کے سبب ترک فرمایاکہ کہیں اس مستحب ومباح عمل کوامت سنت سمجھ کرجھگڑے میں مبتلانہ ہوجائے چناں چہ حج کے موقع پرزمزم کے کنویں سے خودپانی سینچ کرپینے سے آپ ﷺ نے انکارفرمادیاکہ بعدمیں لوگ ہرکوئی پہنچناسنت سمجھ کرایک دوسرے سے جھگڑاکرنے لگیں گےتوبھلاآپ ﷺ سے تفریق جماعت کاسبب بنے والا مکروہ عمل کیسے متصورہوسکتاہے۔یادرہے کہ کتب احادیث میں اس طرح کے بہت سے واقعات

مذکور ہیں جس میں آپ ﷺ نے انجام عمل اور خوف فتنہ کی وجہ سے ترک فرما دیا ہے۔

صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت

آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ کی عادت شریفہ جماعت ثانیہ نہ کرنے کی تھی باوجود یہ کہ صحابہ کرامؓ چھوٹی چھوٹی نیکی بھی اہتمام سے اختیار کرتے، نیک کاموں میں حرص کرنے والی جماعت جماعت ثانیہ کو نیکی سمجھتی تو کیونکر ترک فرما دیتے پس جب صاحب شریعت نے اور آپ کے اصحاب نے جماعت ثانیہ کو منکر ومکروہ گردانا اور جمہور فقہاء نے خصوصاً فقہاء احناف نے کراہت تحریمی کو ظاہر الروایۃ میں شمار کیا تو اب اس کے بعد اس سے قوی کونسی دلیل درکار ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

نیز قواعد فقہیہ کی رو سے جب درایت روایت کے موافق ہو تو وہ قول احق بالقبول ہو جاتا ہے چنانچہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

رہا یہ سوال کہ اگر جماعت ثانیہ سے نماز ادا کرلیں تو کیا ثواب نہ ملے گا، نماز باجماعت گناہ ہو سکتی ہے؟ سو ملحوظ رہے کہ جو عمل معروف منکر پر مشتمل ہو واجب الترک ہوتا ہے چونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"لَتَرْكُ ذَرَّةٍ مِمَّا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ"(۱)

اسی جہ سے فقہاء نے دفعِ مضرت کو جلبِ منفعت پر مقدم رکھا ہے علامہ ابن نجیم فرما تے ہیں:

اور جو ترمذی کی حدیث کی وجہ سے جماعتِ ثانیہ کے جواز کا شبہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ

---

(۱) الاشباہ والنظائر لابن نجیم، الحاجة تنزل منزلة الضرورة: ۷۸/۱، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۹ھ

”جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقَالَ :أَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلَى هَذَا؟فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلَّى مَعَهُ“(۱)

اوراسی حدیث کے معنیٰ کو ابوداوٗد نے بھی اپنی احادیث میں روایت فرمایا، اس حدیث کے ذریعے تکرارِ جماعت پر استدلال کرنا درست نہیں؛بل کہ اس حدیث سے صلوۃِ متنفل خلفِ مفترض ثابت ہوتی ہے؛ حالانکہ یہاں تو جس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ تکرارِ جماعتِ مفترض خلف مفترض ہے اور جو ظاہر روایت میں اس کے کراہت کا حکم ہے وہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے اس کا ترک ثابت ہوتا ہے اور جماعتِ ثانیہ کے ترک پر صحابہ کا تعامل شاہد ہے، یہاں پر جو اقتداء کا مسئلہ وہ اقتداءِ مفترض خلفِ متنفل کا ہے مطلق اقتداء نہیں ورنہ باجماعت تراویح عشاء کی جماعت کے بعد یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس کے ذریعہ تکرار کے جواز کی دلیل دی جائے اور اقتدائے متنفل خلفِ مفترض بالاتفاق جائز ہے۔

اور اگر متنازع فیہ مسئلہ کو اس بات پر قیاس کیا جائے تو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث قضیہ شخصہ واقع ہوئی ہے، مجاوراتِ کلامیہ اور نصوص میں جو اصل ہوتا ہے وہ مطابقی ہوتا ہے اور جو اس حدیث سے ثابت ہو وہ ایک شخص کا فعل ہے۔

اور اس حدیث سے حکم کلی لیتے ہیں جو قیاس کے ذریعہ ہوتا ہے اور قیاس اس جگہ درست ہے جہاں نص حکم کے متعدی کرنے سے مانع نہ ہو اور یہاں نصوص ”آگ لگادی“ ”اختلاف کرنے والے“ اور ان کا اتفاق تفریق کی علت موجود ہے اور جماعت میں کمی اور مسلمانوں کی سستی یہ ایسی چیزیں ہیں جو قیاس کو روکتی ہیں یہاں قیاس نہیں کرسکتے اسی جیسی چیزوں میں مرحوم اختلاف کرتے ہیں اس لئے خلافِ قیاس حکم مورد پر خود مقصود رہتا ہے بہرحال یہ ساری قیوادات اس نص مرعی اور معتبر کو چاہئے یعنی اگر کاہلی کی وجہ سے بعد

---

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی الجماعۃ فی مسجد قد صلی فیہ مرۃ، حدیث ۲۲۰: امام ترمذی فرماتے ہیں اس بات میں ابو امامۃ، ابوموسیٰ اشعری اور حکم بن عمیر وغیرہ کی روایات موجود ہیں، ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن درجے کی ہے۔)

میں آنے والا مسجد کے کونے میں تنہا نماز شروع کر دے اور کوئی نفل پڑھنے والا ہو تو اس کے پیچھے ہو جائے گا البتہ یہ تکرار مطلقاً بلا کراہت جائز ہے ورنہ آپ غور کر لیجئے اس پر اور جو بخاری نے اپنے احادیث ترجمۃ الباب تعلیقا روایت کیا ہے

"وَجَاءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضي الله عنه: إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيهِ، فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً"(۱)

حضرت انسؓ ایک مسجد میں تشریف لائے جہاں نماز ہو چکی تھی اذان دی اور اقامت کے بعد جماعت سے نماز پڑھی) یہ کوئی شک پیدا کرنے والی چیز نہیں کیونکہ حضرت انسؓ کا یہ عمل راستہ کی مسجد اور جیسی جگہوں میں ہوسکتا ہے اس لئے کہ تکرار جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے محلہ کی مسجد میں ۔ یہ دلیل جائز کہنے والوں کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں اور اس صورت میں حضرت انسؓ کا یہ فعل ان کے قول کے معارض ہے جو کہ سابق میں گزرا ہے (ایسا نہیں ہوسکتا) الحاصل جب غیر مشہور روایت آثار کی وجہ سے مرجح ہو جاتی ہے تو ظاہر روایت اثار کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ راجح ہو جائے گی اور نیز صاحب بحر علامہ ابن نجیمؒ نے بحر الرائق میں سراج وہاج سے نقل کیا ہے ۔(۲)

جماعت ہونے کے بعد تنہا نماز ہوگی

اگر کوئی مسجد میں داخل ہو نماز پڑھنے کے لئے تو وہ اس میں اذان اور اقامت نہیں دے گا اگر کسی مسجد میں ایک جماعت اذان دے کر نماز پڑھی جا چکی ہو تو ان کے علاوہ (دوسروں) کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اذان دے کر جماعت کو دہرائیں ہاں! لیکن وہ تنہا نماز پڑھ لیں۔

رد المحتار میں ہے:

---

(۱) صحیح البخاری، صلاۃ الجماعۃ، روایۃ أنس تعلیقا: ۱۳۱/۱، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الأولی، ۱۴۲۲ھ

(۲) البحر الرائق، صفۃ الإمامۃ فی الصلاۃ: ۳۶۶/۱، دار الکتاب الإسلامی، بیروت

”لَوْ دَخَلَ جَمَاعَةُ الْمَسْجِدَ بَعْدَ مَا صَلّٰی فِیهِ أَهْلُهُ یُصَلُّونَ وُحْدَانًا وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَایَةِ“(۱)

اوراس روایت کامحل استدلال اورعدم تعاقب کی جگہ نقل کرنااس کی کراہت کی دلیل ہے اور اختیار وحدت ہے صاحب بحر کی جانب سے اور صاحب کنزالعباد نے فوائد الجامع الصغیر میں فرمایا ہے۔

”جب کوئی آدمی کسی مسجد میں داخل ہوااوراس مسجد میں جماعت سے نماز ہو چکی ہواور مسجد معروف لوگوں کی ہوتو وہ اس میں بغیر اذان و اقامت کے تنہا نماز پڑھے گااور اگر وہ تنہا اذان و اقامت سے نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔

اور درمختار میں فرمایا ہے۔”رہا یہ مسئلہ کہ اگر چند مسالک کی جماعتیں ایک مسجد میں قائم ہوتی ہوں اور مسلک شافعیہ کی جماعت مقدم ہو تو طحطاویؒ نے فرمایا ہے کہ مسلکِ شافعیہ کی جماعت کی اقتدا افضل ہے بلکہ تاخیر مکروہ ہے اس لئے کہ اس سے تکرارِ جماعت لازم آتا ہے جوکہ مکروہ ہے ہمارے پاس ایک مسجد میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق مگر برخلاف اس صورت کہ اس مسجد میں پہلی جماعت اس مسجد والوں کے علاوہ کسی اور نے ادا کی ہو یا پھر نماز بطریق مکروہ ادا کی گئی ہو۔

اور طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو باب الامامۃ بھی نقل کیا ہے کہ جہاں مختلف مذاہب والے متعدد جماعتیں کرتے ہوں پہلی جماعت کی ہیئت کے خلاف بھی ہوا اختلافِ مکان بھی ہو بغیر اذان کے بھی ہو (مکروہ فرمایا ہے) اور یہ بات گذر چکی ہے کہ مکروہ جب مطلق ہو تو تحریمی ہوتا ہے اوراس جگہ شرح منیہ کی روایت کو ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔

فرماتے ہیں کہ جب مسجد کا امام اور مؤذن ہو تو اس میں جماعت کا تکرار مکروہ ہے اذان اور اقامت کے ساتھ ہمارے پاس اور امام ابوحنیفہؒ کے پاس اگر جماعت ثانیہ تین

---

(۱) حاشیة ابن عابدین، فائدة التسلیم بعد الأذان: ۱/۵۵۳، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲

افراد سے زائد کی ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اور ابو یوسفؒ فرماتے ہیں اگر ہیئتِ اولیٰ پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے اور محراب سے عدول کرنے کے ذریعے سے ہیئت بدل جاتی ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

”وَفِي آخِرِ شَرْحِ الْمُنْيَةِ :وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لَوْ كَانَتْ الْجَمَاعَةُ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةٍ يُكْرَهُ التَّكْرَارُ وَإِلَّا فَلَا. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ إذَا لَمْ تَكُنْ عَلَى الْهَيْئَةِ الْأُولَى لَا تُكْرَهُ وَإِلَّا تُكْرَهُ وَهُوَ الصَّحِيحُ، وَبِالْعُدُولِ عَنْ الْمِحْرَابِ تَخْتَلِفُ الْهَيْئَةُ كَذَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ“(۱)

کرونا وائرس کے زمانے میں عمومی جماعت کا حکم

تقدیر اور رضا بالقضاء کا معاملہ تو ایمانیات میں سے ہے، البتہ تدبیر کا اختیار کرنا ایمان کے منافی بھی نہیں اور نہ توکل کے خلاف ہے، جب کہ تدبیر کے اختیار کرنے کا حکم نصوص میں بھی موجود ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: برتن کو ڈھانک کر رکھو اور مشکیزوں کے منہ بند کر دیا کرو، کیوں کہ سال میں ایک رات ایسی بھی آتی ہے جس میں وبا اترتی ہے اور کھلے برتن اور مشکیزے میں داخل ہو جاتی ہے۔

”غَطُّوا الإناءَ، وأَوْكُوا السِّقاءَ، فإنَّ في السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فيها وَباءٌ، لا يَمُرُّ بإناءٍ ليسَ عليه غِطاءٌ، أوْ سِقاءٍ ليسَ عليه وِكاءٌ، إلَّا نَزَلَ فيه مِن ذلكَ الوَباءِ. وفي رِوايةٍ :فإنَّ في السَّنَةِ يَوْمًا يَنْزِلُ فيه وَباءٌ“(۲)

علامہ نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: (۱) شیطان سے حفاظت (۲) اُس وبا سے حفاظت جو اس رات میں اترتی ہے (۳) نجاست اور گندگی سے بچاؤ (۴) حشرات

---

(۱) حاشية ابن عابدين، فائدة التسليم بعد الأذان: ۱/۳۹۵، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲

(۲) صحیح مسلم، حدیث ۲۰۱۴ :

الارض سے حفاظت، جو کھلا برتن دیکھ کر اندر داخل ہونے پر مضرت کا سبب بن سکتے ہیں۔(۱)
بخاری شریف میں سوتے وقت چراغ کو بجھانے اور دروازوں کو بند کر لینے کا حکم ہے۔

" أَطْفِئُوا المَصابِيحَ إذا رَقَدْتُمْ، وغَلِّقُوا الأبْوابَ، وأَوْكُوا الأسْقِيَةَ، وخَمِّرُوا الطَّعامَ والشَّرابَ وأَحْسِبُهُ قالَ ولو بعُودٍ تَعْرُضُهُ عليه"۔(۲)

المفہم شرح صحیح مسلم میں علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ "یہ احکام دنیوی مصالح سے تعلق رکھتے ہیں اور اصولیین کے مطابق واجب اور مستحب میں کے بجائے یہ احکام کی ایک الگ قسم ہے۔

"جميع اوامر هذا الباب من باب الارشاد الى المصلحة الدنيوة، كقوله تعالىٰ: (واشهدوا اذاتبايعتم) وليس الامر الذى قصد به الايجاب، وغاية ان يكون من باب الندب، بل قد جعله كثير من الاصوليين قسماً منفرداً بنفسه عن الوجوب الندب"۔(۳)

اس سے بہ خوبی واضح ہوا کہ تدبیر اختیار کرنے کا حکم خود شارع علیہ السلام نے دیا ہے، اس لیے نہ تو تدبیر کا اختیار کرنا ایمان بالقدر کے خلاف ہے نہ ہی توکل علی اللہ کے۔
وبا زدہ علاقوں میں نہ جانے اور اگر اس جگہ موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگنے کی ہدایات ،تدبیر ہے جو کہ تقدیر کے خلاف نہیں۔
حدیث میں ہے کہ "مجذوم سے اس طرح دور رہو؛ جس طرح شیر سے دور بھاگتے ہو۔

"أن النبيﷺ قال لا عدوى ولا صفر ولا هامة، وفر من

---

(۱) المنہاج شرح صحیح مسلم ۱۸۳،۱۳

(۲) صحيح بخاری، حديث: ۵۶۲۴

(۳) المفہم ۲۸۱ :۔۔۔۲۸۰۔۵۔دارابن کثیر، بیروت

المجذوم کماتفر من الاسد"(۱)

علماء نے احتیاطی تدابیر کو تقدیر سے فرار کے بجائے ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جانے سے تعبیر کیا ہے۔ پھر ہمیں تقدیر کا قطعی علم تو ہے نہیں، لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ تدبیر کا اختیار کرنا تقدیر ہی کا ایک حصہ ہے۔

وبا کے ایام میں نماز باجماعت موقوف کردینا عہد رسالت میں بھی ہوا ہے، حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ "ہم لوگ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو چاہے وہ اپنی جگہ پر ہی نماز پڑھ لے۔

"خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی سفر فمطرنا، فقال لیصل من شاء منکم فی رحلہ"۔(۲)

حضرت عبد اللہ بن حارثؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے کیچڑ ہوگیا تھا، حضرت ابن عباسؓ نے اس دن خطبہ فرمایا اور مؤذن سے کہہ دیا کہ اذان کے بعد یہ کہہ دیں " الصلاة فی الحال " اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو! یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، گویا لوگوں نے اس کو برا سمجھا، تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس کو برا سمجھا! بے شک یہ عمل اُس ذات نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھی یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے "فتح الباری" میں آندھی اور سخت سردی کے علاوہ تیز بارش کو بھی ترک جماعت کے اعذار میں داخل مانا ہے۔

"قولہ: باب الرخصة فی المطر والعلة ان یصلی فی رحلہ"۔(۳)

فقہاء نے دشمن اور درندوں سے سخت خطرات کو بھی ترک جماعت کے لیے عذر قرار دیا

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۵۷۰۷

(۲) صحیح مسلم، حدیث، ۶۹۸

(۳) ۲/۱۸۴، تحقیق عبد القادر شیبۃ الحمد

ہے، اسی طرح گندہ دہنی کے مریض اور مجذوم وغیرہ کو صراحت کے ساتھ مسجد میں آنے سے منع کیا۔

اگر کوئی شخص مقروض ہے اور اس کے پاس فی الوقت ادائیگی کی کوئی صورت نہیں، لیکن اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ مسجد گیا تو قرض خواہ سرعام بے عزتی کرسکتا ہے، اس صورت میں بھی فقہاء نے اسے جماعت کے لیے مسجد نہ جانے کی رخصت دی ہے۔

اسی طرح بدبودار اشیا کھا کر علی الفور مسجد آنے کی ممانعت حدیث شریف میں موجود ہے۔ ''مَنْ أَكَلَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ''(۱)

حاصل یہ کہ جب تیز بارش، آندھی اور سخت سردی نیز دشمن اور موذی جانور سے خوف ترک جماعت کے لیے عذر مانا گیا اور بے عزتی کے اندیشے کی صورت میں مقروض کو ترک جماعت کی اجازت دی گئی ہے، نیز جن افراد سے مصلیوں کو ایذا پہنچ سکتی ہے ان کے لیے مسجد آنے سے ممانعت منقول ہے۔

'' وَالْخَوْفُ ثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ: خَوْفٌ عَلَى النَّفْسِ، وَخَوْفٌ عَلَى الْمَالِ، وَخَوْفٌ عَلَى الْأَهْلِ. الْأَوَّلُ: أَنْ يَخَافَ عَلَى نَفْسِهِ سُلْطَانًا يَأْخُذُهُ، أَوْ عَدُوًّا أَوْ لِصًّا أَوْ سَبُعًا أَوْ دَابَّةً أَوْ سَيْلًا أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ مِمَّا يُؤْذِيهِ فِي نَفْسِهِ، وَفِي مَعْنَى ذَلِكَ أَنْ يَخَافَ غَرِيمًا لَهُ يُلَازِمُهُ، وَلَا شَيْءَ مَعَهُ يُوَفِّيهِ، لِأَنَّ حَبْسَهُ بِدَيْنٍ هُوَ مُعْسِرٌ بِهِ ظُلْمٌ لَهُ. فَإِنْ كَانَ قَادِرًا عَلَى أَدَاءِ الدَّيْنِ لَمْ يَكُنْ عُذْرًا لَهُ؛ لِأَنَّهُ يَجِبُ إِيفَاؤُهُ. أَكْلُ ذِي رَائِحَةٍ كَرِيهَةٍ: وَذَلِكَ كَبَصَلٍ وَثُومٍ وَكُرَّاثٍ وَفُجْلٍ إِذَا تَعَذَّرَ زَوَالُ رَائِحَتِهِ، فَإِنَّ ذَلِكَ عُذْرٌ يُبِيحُ التَّخَلُّفَ عَنِ الْجَمَاعَةِ، حَتَّى لَا يَتَأَذَّى بِهِ النَّاسُ وَالْمَلَائِكَةُ؛ لِحَدِيثِ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ: الثُّومِ، وَقَالَ مَرَّةً: مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ

(۱) صحيح البخاري - ط السلطانية ۷/۸۱ —— البخاري (ت ۲۵٦)

وَالثُّومَ وَالْكُرَّاثَ -فَلا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلائِكَةَ تَتَأَذّى مِمَّا يَتَأَذّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ وَالْمُرَادُ أَكْل هَذِهِ الأَشْيَاءِ نِيئَةً، وَيَدْخُل فِي ذَلِك مَنْ كَانَتْ حِرْفَتُهُ لَهَا رَائِحَةٌ مُؤْذِيَةٌ، كَالْجَزَّارِ وَالزَّيَّاتِ وَنَحْوِ ذَلِك. وَمِثْل ذَلِك مَنْ كَانَ بِهِ مَرَضٌ يَتَأَذّى بِهِ النَّاسُ، كَجُذَامٍ وَبَرَصٍ، فَفِي كُل ذَلِك يُبَاحُ التَّخَلُّفُ عَنِ الْجَمَاعَةِ"(۱)

مذکورہ دلائل کی روشنی میں کروناوائرس یا دیگرامراض اوروبا کےموقع پر ترک جماعت کی اجازت بل کہ ضرورت ثابت ہوتی ہے، وباکس قدرنقصاندہ ہےوہ وقت ہی بتائے گا،اور انتظامیہ کی سختی علیحدہ رہتی ہے، اس لئےعمومی جماعت کو موقوف رکھ کرلوگ گھروں میں نمازیں ادا کریں تو حرج نہیں ہے،البتہ گھرمیں جماعت بنانے کی کوشش کی جائے۔

شریعت کی منشاکو نہ سمجھنا اورمسجد کی جماعت پر اصرار کر کے انسانوں کو ہلاکت میں ڈالناتقوی اوردینداری نہیں ہے!البتہ اس کی کوشش کی جائےکہ جومسجد کے مقیم ہیں وہ اذان دے کراپنی جماعت کرلیا کریں یا پھرکچھ لوگ اعتکاف کرلیں اورتمام احتیاطی تدابیر اور ہدایات کواپناتے ہوئے اذان اورنماز کااہتمام کرتے رہیں،تاکہ مسجد بالکل معطل ہوکرنہ رہ جائیں،مسجدکی انتظامیہ کواس حدتک اجازت دیناچاہیئے تاہم کہیں کرفیو کی وجہ سے اجازت نہ مل سکےتواس پراصرار بھی نہ کیاجائے۔(۲)

جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کا فتوی

شریعتِ مطہرہ میں مسجد میں باجماعت نماز نہ پڑھنے کاایک عذر یہ بھی ہےکہ آدمی ایسی حالت میں ہوجس سے انسانوں کو یافرشتوں کواس سے اذیت ہو،اسی وجہ سے جس نے نماز

---

(۱)الموسوعةالكويتية : ۱۹۱ـ۱۸۶ـ۲۷ـ

(۲)مستفاداز: کروناوائرس میں نماز باجماعت کاحکم،عزیزالرحمان عفی عنہ

سے پہلے بدبودار چیز کھالی ہو تو اسے اس حالت میں مسجد نہیں جانا چاہیے، بلکہ منہ سے بدبو دور کر کے مسجد جانا چاہیے، فقہاءِ کرام نے ایسے مریض کو بھی اس میں شمار کیا ہے جس سے لوگوں کو طبعی طور پر کراہت ونفرت ہوتی ہو، جیسے جذامی۔ مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یقینی طور پر کرونا وائرس میں مبتلا مریض کو مسجد میں نماز نہ پڑھنے کے سلسلے میں معذور سمجھا جائے گا۔

البتہ ایسے مریض کے لیے جمعہ کی نماز کے حوالے سے کیا حکم ہوگا؟ ''سحنون مالکی'' کے بقول ایسے شخص کا لوگوں کی ایذا کا سبب بننا یقینی ہو تو اس سے جمعہ کا وجوب ساقط ہو جائے گا (بحوالہ عمدۃ القاری)، اور ''قاضی عیاض مالکی'' کے بقول صرف جمعہ کی نماز میں یہ شرکت کرے گا، (الکامل للنووی علی صحیح مسلم)، البتہ پنج وقتہ نمازوں کی جماعت میں لوگوں کو ایذا سے محفوظ رکھنے کے لیے ایسے شخص کو جماعت میں شامل نہیں ہونا چاہیے، اور ایسے مریض کو دیگر اجتماعی جگہوں سے بدرجہ اولیٰ دور رہنا چاہیے۔

عمدۃ القاری اور شرح نووی کی عبارت میں تضاد نہیں ہے، بلکہ عمدۃ القاری کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس سے جمعہ کا وجوب ساقط ہو جائے گا، تاہم اگر وہ شرکت کرنا چاہے تو منع نہیں کیا جائے گا، اور شرح نووی کا حاصل بھی یہی ہے کہ جمعہ سے منع نہیں کیا جائے گا، یعنی اگر مرض کی وجہ سے وہ شریک نہ ہو تو ایسا کرسکتا ہے، کیوں کہ اس پر جمعہ واجب نہیں ہوگا۔

وائرس میں صحت مند افراد کا نمازِ باجماعت میں شریک نہ ہونا

جو افراد صحت مند ہیں اور یقینی طور پر کرونا وائرس کا شکار نہیں ہیں، یا صرف کسی مریض کے بارے میں وائرس لگنے کا محض گمان ہو، ایسے افراد کے لیے جمعہ اور جماعات میں حاضری ضروری ہے، موہوم اندیشے کے پیشِ نظر صحت مند کے لیے جماعت چھوڑنا جائز نہیں ہے، چہ جائے کہ جمعہ ترک کیا جائے، جس خوف کی وجہ سے جماعت چھوڑنے کی اجازت ہے شریعت میں ایسے تمام مواقع کے اَحکام اور تفصیلات موجود ہیں، ان میں یہ صورت داخل نہیں ہے، بلکہ شرح صحیح مسلم کے حوالے کی روشنی میں علامہ نووی رحمہ اللہ اور قاضی عیاض

مالکی رحمہ اللہ کی تحقیق وفتویٰ یہ ہے کہ جذامی (یعنی ایسے مرض میں مبتلا شخص جس کا مرض اسباب کے تحت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے متعدی ہوتا ہو) کو بھی جمعہ کی نماز سے نہیں روکا جائے گا، البتہ دیگر نمازوں کی جماعت سے روکا جائے گا، لہٰذا صحت مند شخص یا موہوم اندیشے کی بنیاد پر اس مرض کے علاوہ کسی دوسرے مریض کو جمعہ اور جماعت سے روکنا قطعاً جائز نہیں ہوگا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرعی اَحکام میں وہ خوف معتبر ہوتا ہے جو ظن غالب کا فائدہ دے، مثلاً کسی مرگی کے مریض کو تجربہ سے یہ بات معلوم ہو کہ روزہ رکھنے سے اسے مرگی کے دورے پڑتے ہیں تو اب اس کے لیے مرگی کے دورے پڑنے کے خوف سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہوگی؛ عام طور پر ایسا خوف کسی علامت سے، تجربے سے، یا ماہر مسلمان دِین دار طبیب کے قول سے معلوم ہوتا ہے۔ باقی جو خوف کسی علامت، تجربہ یا ماہر دِین دار طبیب کے قول کے بغیر ہی دل میں پیدا ہو یا کسی غیر مسلم کے کہنے سے پیدا ہو جس کی تصدیق مسلمان دین دار ڈاکٹر نہ کریں تو اس اندیشے کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، بلکہ وہ خوف توہم پرستی اور بدشگونی کے اعتقاد میں مبتلا کر دیتا ہے، جس کی شریعت میں سخت ممانعت ہے۔

"(قوله :بغلبة الظن) تنازعه خاف الذي في المتن وخاف وخافت اللتان في الشرح ط (قوله :بأمارة) أي علامة (قوله : أو تجربة) ولو كانت من غير المريض عند اتحاد المرض ط عن أبي السعود (قوله :حاذق) أي له معرفة تامة في الطب، فلايجوز تقليد من له أدنى معرفة فيه ط (قوله :مسلم) أما الكافر فلايعتمد على قوله: لاحتمال أن غرضه إفساد العبادة كمسلم شرع في الصلاة بالتيمم فوعده بإعطاء الماء فإنه لا يقطع الصلاة لما قلنا بحر (قوله مستور) وقيل عدالته شرط وجزم به الزيلعي وظاهر ما في البحر والنهر ضعفه ط. قلت : وإذا أخذ بقول طبيب ليس فيه هذه الشروط وأفطر فالظاهر

لزوم الکفارۃ کما لو أفطر بدون أمارۃ ولا تجربۃ لعدم غلبۃ الظن والناس عنہ غافلون"(۱)

رہا یہ اشکال کہ ماہر اطباء کے بقول کرونا وائرس میں مبتلا شخص پر اس بیماری کے آثار کچھ دنوں بعد ظاہر ہوتے ہیں؛ لہذا جو شخص ظاہری طور پر صحیح ہے اس سے بھی میل ملاپ کرنا، مصافحہ کرنا وغیرہ سے احتیاط کیا جائے؛ کیوں کہ وہ بھی کرونا وائرس میں مبتلا ہونے کا ایک گونہ احتمال رکھتا ہے

تو اس کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ اطباء کا قول صرف مکلف کی کیفیت کی تعیین کے لیے حجت ہے، نہ کہ فقہی اَحکام کی تبدیلی کے لیے حجت ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ شریعت نے اس مریض کے لیے تیمم کی رخصت دی ہے جس کے لیے پانی مضر ہو، کسی مکلف کے لیے پانی مضر ہوگا یا نہیں؟ ان دو پہلوؤں میں سے ایک کی تعیین کے لیے تو اطباء کا قول معتبر ہے کہ اگر کسی طبیب حاذق نے کہہ دیا کہ پانی کا استعمال اس کے لیے مضر ہے تو اس کے لیے تیمم جائز ہوجائے گا، لیکن کسی مکلف کے بارے میں طبیب تعیین نہ کرے، بلکہ صرف یہ کہہ دے کہ پانی کا استعمال اس کے لیے مضر ہونے کا غیر یقینی احتمال ہے؛ لہذا یہ تیمم کرلے تو طبیب کے اس قول کی وجہ سے فقہی حکم تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد اشکال کا جواب یہ ہے کہ اگر کرونا وائرس کی واضح علامات کے ذریعے یا کسی معتبر ٹیسٹ کے ذریعے کسی کا اس وائرس میں مبتلا ہوجانا معلوم ہو تو ایسے شخص سے احتیاطی تدبیر کے طور پر دور رہنا تو جائز ہے، لیکن اگر کسی علامت، تجربہ یا ماہر دِین دار طبیب کے قول سے اس کا بیماری میں مبتلا ہونے کی جہت متعین نہ ہو تو اطباء کے قول کو لے کر اس سے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا تو ہم پرستی شمار ہوگا، نہ کہ احتیاطی تدبیر؛ کیوں کہ فقہی نکتہ نظر سے ظاہری صحت مند آدمی کا صحت مند ہونا یقینی ہے، اور وہم یا شک سے یقین زائل نہیں

(۱) الدر المختار و حاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) (۲/۴۲۲)

ہوتا۔"وهذا من باب الطب ليس من الفقه في شيء فلم نقل به لهذا"(۱)

"والثابت باليقين لا يزول بالشك"(۲)

ترکِ جماعت کے اعذار کی فہرست

شریعت نے جہاں بلا جواز ترکِ جماعت پر وعید فرمائی ہے وہی پر شفقت و رحمت فرماتے ہوئے بامرِ مجبوری ترکِ جماعت کی اجازت بھی دی ہے؛ وہ خاص حالات یا اعذار جن کی بناء پر نماز کو باجماعت چھوڑ کر انفرادی طور پر ادا کیا جاسکتا ہے یہ ہیں:

۱۔ مریض یعنی ایسا بیمار ہونا کہ مسجد تک جانا مشکل ہو۔

۲۔ اپاہج ہونا۔

۳۔ لنگڑا ہونا۔

۴۔ بڑھاپے کی وجہ سے اتنا ضعیف ہونا کہ مسجد تک جانے میں دشواری ہو۔

۵۔ نابینا ہونا۔

۶۔ سخت بارش، ژالہ باری یا برف باری کا ہونا۔

۷۔ راستے میں زیادہ کیچڑ یا برف کا پڑا ہوا ہونا جس میں چل کے جانا مشقت طلب ہو۔

۸۔ سخت سردی ہونا۔

۹۔ بہت زیادہ اندھیرا ہونا جس میں راستہ دیکھائی نہ دیتا ہو۔

۱۰۔ آندھی یا تیز ہوا کا چلنا۔

۱۱۔ چور ڈاکوں یا کسی دوسری وجہ سے مال ہلاک ہونے کا خدشہ ہونا۔

۱۲۔ دشمن یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے جان کا خطرہ ہونا۔

۱۳۔ شدت سے طبعی تقاضا درپیش ہونا۔

۱۴۔ سفر پر جانے کا ارادہ ہو، اور بوقتِ جماعت گاڑی نکلنے لگے۔

---

(۱) المبسوط للسرخسي (۳/۲۱۳)

(۲) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (۵/۱۴۷)

۱۵۔ مریض کی عیادت کے لیے ٹھہرنا ضروری ہو بایں طور کہ بصورتِ غیبوبت مریض کو مشقت یا وحشت درپیش ہو۔

۱۶۔ کھانا حاضر ہو اور اتنی اشتہا ہو کہ نماز میں بھی کھانے کی طرف دھیان رہے۔

۱۷۔ مفتی یا کسی بھی عالم دین کا اتفاقاً (اس کی عادت ڈالنا جائز نہیں ہے) کسی دینی مسئلہ میں ایسا مشغول ہونا کہ جماعت میں شامل ہونے میں دشواری ہو۔

صاحبِ ''اعلاء السنن'' کی صراحت کے مطابق مذکورہ بالا اعذار کے علاوہ ہر وہ عذر جس کے باعث جماعت سے ادا کرنے میں سخت مشقت کا تحمل کرنا پڑے یا نماز میں دھیان اسی کی طرف رہے اس کی وجہ سے بھی جماعت ترک کرنا یا مؤخر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

''وتسقط الجماعة بالأعذار حتى لا تجب على المريض والمقعد والزمن ومقطوع اليد والرجل من خلاف ومقطوع الرجل والمفلوج الذي لا يستطيع المشي والشيخ الكبير العاجز والأعمى عند أبي حنيفة -صلى الله عليه وآله وسلم- والصحيح أنها تسقط بالمطر والطين والبرد الشديد والظلمة الشديدة. كذا في التبيين وتسقط بالريح في الليلة المظلمة وأما بالنهار فليست الريح عذرا وكذا إذا كان يدافع الأخبثين أو أحدهما أو كان إذا خرج يخاف أن يحبسه غريمه في الدين أو يريد سفرا وأقيمت الصلاة فيخشى أن تفوته القافلة أو كان قيما لمريض أو يخاف ضياع ماله وكذا إذا حضر العشاء وأقيمت صلاته ونفسه تتوق إليه''(۱) ''فلا تجب على مريض ومقعد وزمن ومقطوع يد ورجل من خلاف) أو رجل فقط، ذكره الحدادي (ومفلوج وشيخ كبير عاجز وأعمى)

(۱) فتاویٰ ہندیہ: کتاب الصلاۃ، الفصل الاول فی الجماعۃ، ۸۳، ۸۴/ ۱؛ ط، دار الفکر

وإن وجد قائدا (ولا على من حال بينه وبينها مطر وطين) ...قوله (ولا على من حال بينه وبينها مطر وطين) أشار بالحيلولة إلى أن المراد المطر الكثير كما قيده به في صلاة الجمعة. وكذا الطين وفي الحلية، وعن أبي يوسف :سألت أبا حنيفة عن الجماعة في طين وردغة، فقال: لا أحب تركها. وقال محمد في الموطأ :الحديث رخصة، يعني قوله صلى الله عليه وسلم إذا ابتلت النعال فالصلاة في الرحال"(۱)

اعلاء السنن میں ہے:

"والأمر الجامع في جميع الأعذار هو كونها بحيث يشق على المصلي الحضور في المسجد والجماعة، أو لا يحضر قلبه في الصلاة بها، وهو ظاهر غير خفي، فيدخل فيها ما يكون بمعناها مما لا ذكر له في الأحاديث"(۲)

نوکری کی وجہ سے جماعت سے نماز ادا نہ کرنے کا حکم

آفس میں نوکری، ڈرائیوری، چوکیداری، وغیرہ کے سبب مستقل جماعت ترک کرنا جائز نہ ہوگا، جماعت میں حاضری کی گاہ بگاہے کوشش کرتے رہنا چاہیے، البتہ جن نمازوں میں جماعت میں شرکت ممکن نہ ہوسکے تو جائے ملازمت پر دو تین افراد کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز ادا کرلی جائے، اور دل سے جماعت میں حاضر ہونے کی نیت وخواہش رکھی جائے، اور ایسی نوکری تلاش کی جائے، جہاں نماز با جماعت ادا، کرنے کی اجازت ہو، اور جب تک ایسی نوکری نہ ملے موجودہ نوکری جاری رکھی جائے۔(۳)

---

(۱) شامی :کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ۵۵۵/۱ ط، دار الفکر)

(۲) باب الأعذار في ترك الجماعة، ج :۴، ص ۱۹۱، ط:إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي

(۳) فتوی نمبر 144508101150 :۔ دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

جماعتِ ثانیہ حقیقت کے آئینہ میں

جماعتِ ثانیہ کاحکم

جس مسجد کا امام اورمقتدی متعین ہوں وہاں جب ایک مرتبہ اذان واقامت سے جماعت ہوجائے تو پھراس مسجد میں دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگرمسجد طریق (راستہ کی مسجد) ہوتو اس میں دوبارہ جماعت کروانے کی گنجائش ہے، چناں چہ علامہ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ علیہ امام ابوحنیفہؒ کے حوالے سے یہی نقل فرماتے ہیں۔

"وَنَقَلَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ قَالَ:لَا يَجُوزُ إعَادَةُ الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ لَهُ إمَامٌ رَاتِبٌ"۔(۱)

جماعتِ ثانیہ اوراشارات قرآنیہ

جماعتِ ثانیہ سے متعلق نصوص شرعیہ میں مذکورتفصیل ملاحظہ فرمالیں،جس سے مسئلہ کی سنگینی کا بخوبی اندازہ ہوجائیگا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اورجن لوگوں نے ایک مسجد ضرار،کفر،تفریق بین المؤمنین اور اللہ ورسول کے دشمنوں کو پناہ دینے کے لئے بنائی ہے،اورقسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا مقصد اچھاہے، جبکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں،اے نبی! آپ اس میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

"والذین اتخذو امسجدا ضراراً وکفرا وتفریقا بین المؤمنین وارصاداً لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی واللہ یشھد انھم لکاذبون لاتقم فیہ ابداً"۔(۲)

اس آیت کے تحت میں مفسرین کرام نے جوکچھ ذکرکیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ

---

(۱) (نصب الرایة، باب الإمامة: ۵۸/۲،مؤسسة الریان للطباعة والنشر، بیروت، لبنان، الطبعة الأولی: ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷م

(۲) سورہ التوبة:۱۰۷

جماعت ثانیہ امت کی اجتماعیت ختم کرنے کا بہت آسان راستہ ہے، چنانچہ (۱) ابن العربی فرماتے ہیں ”مسلمان ایک جماعت تھے، ایک مسجد کے مصلی تھے، منافقین نے اس مسجد کے ذریعہ چاہا کہ ان کی اجتماعیت کو توڑ دیں، تاکہ وہ ان سے علاحدہ ہو جائیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کے نظام کا حقیقی مقصد مسلمانوں کے قلوب کو جوڑنا، عبادت کے نظام کو مستحکم کرنا اور ان کے درمیان مودت و محبت پیدا کرنا ہے۔(۱)

(۲) امام قرطبیؒ اپنی شہر آفاق تفسیر ”الجامع لاحکام القرآن“ میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے ارشاد: ”تفريقا بين المؤمنين“ سے معلوم ہوگیا کہ منافقین کی مسجدِ ضرار بنانے سے ایک غرض یہ بھی تھی کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے اور مسجدِ نبوی کی جماعت گھٹ جائے (جس پر اللہ تعالیٰ نے سخت ناراضگی ظاہر فرمائی) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں نماز باجماعت کے نظام کا سب سے بڑا مقصد اور اسکی واضح غرض و غایت مسلمانوں کو ظاہراً و باطناً اطاعتِ الٰہی پر جوڑنا، اور دین کے ایک اہم عمل کے ذریعہ ان میں اجتماعیت اور باہمی محبت پیدا کرنا، اور قلوب کو ”کینہ و کدورت“ کی گندگی سے پاک کرنا ہے۔

”أَيْ يُفَرِّقُونَ بِهِ جَمَاعَتَهُمْ لِيَتَخَلَّفَ أَقْوَامٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهَذَا يَدُلُّك عَلَى أَنَّ الْمَقْصِدَ الْأَكْبَرَ وَالْغَرَضَ الْأَظْهَرَ مِنْ وَضْعِ الْجَمَاعَةِ تَأْلِيفُ الْقُلُوبِ وَالْكَلِمَةِ عَلَى الطَّاعَةِ، وَعَقْدُ الذِّمَامِ وَالْحُرْمَةِ بِفِعْلِ الدِّيَانَةِ حَتَّى يَقَعَ الْأُنْسُ بِالْمُخَالَطَةِ، وَتَصْفُوَ الْقُلُوبُ مِنْ وَضَرِ الْأَحْقَادِ“(۲)

(۳) امام مالکؒ نے اس آیتِ شریفہ میں اس ”دقیق و لطیف نکتہ“ کو بھانپتے ہوئے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ایک مسجد میں ہی نماز کی دو جماعتیں نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ

---

(۱) القول المبين فى أخطاء المصلين: ۲۷۰، دار ابن القيم، المملكة العربية السعودية، دار ابن احزم، لبنان، الطبعة الرابعة: ۱۴۱۶ھ-۱۹۹۶ء

(۲) تفسير القرطبى، سورة التوبة، ۲۵۷/۸، دار الكتب المصرية، القاهرة، الطبعة الثانية، ۱۳۸۴ھ-۱۹۶۴ء

جماعت کا مقصد مسلمانوں کو جوڑ نا ہے اور اس جوڑ میں رخنہ ڈالنا منافقوں کا کام ہے، جبکہ ''جماعت ثانیہ'' اتحاد ملی کے اس عظیم مقصد کو ضائع کرتی اور اس نظام کی برکت کو ختم کر دیتی ہے، اس کی وجہ سے غافلوں کو بہانہ مل جاتا ہے کہ جماعت چھوٹ جائے گی تو دوسری جماعت کرلیں گے،(اس لئے وہ بھی ''تفريقا بين المؤمنين'' میں داخل ہو کر ممنوع ومکروہ قرار پائیگی)

''تَفطَّنَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ فَقَالَ: لَا تُصَلَّى جَمَاعَتَانِ فِي مَسْجِدٍ وَاحِدٍ بِإِمَامَيْنِ، خِلَافًا لِسَائِرِ الْعُلَمَاءِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ الشَّافِعِيِّ الْمَنْعُ، حَيْثُ كَانَ تَشْتِيتًا لِلْكَلِمَةِ وَإِبْطَالًا لِهَذِهِ الْحِكْمَةِ وَذَرِيعَةً إِلَى أَنْ نَقُولَ :مَنْ يُرِيدُ الِانْفِرَادَ عَنِ الْجَمَاعَةِ كَانَ لَهُ عُذْرٌ فَيُقِيمُ جَمَاعَتَهُ وَيُقَدِّمُ إِمَامَتَهُ فَيَقَعُ الْخِلَافُ وَيَبْطُلُ النِّظَامُ، وَخَفِيَ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ''(۱)

جماعتِ ثانیہ اور اسوۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرا جی یوں چاہتا ہے کہ ایندھن اکھٹا کرواؤں، پھر نماز کے لئے حکم دوں پس اذان کہہ دی جائے پھر کسی سے کہوں کہ وہ جماعت کی امامت کرے، پھر میں ان مردوں کی جانب جاؤں (جو مسجد کی جماعت میں نہیں پہونچے) اور ان کے اوپر ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔

''عن ابی هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: والذى نفسى بيده لقد هممت ان آمر بحطب ليحطب ،ثم أمر بالصلوة فيؤذن لها، ثم أمر رجلافيؤم الناس ثم اخالف الى رجالٍ

(۱)تفسير القرطبى، سورة التوبة، ۲۵۷/۸،دار الكتب المصرية، القاهرة، الطبعة الثانية، ۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴م

فاحرق علیھم بیوتھم“۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بستی میں اذان ہو جانے کے بعد بلا عذر شرعی مسجد کی جماعت میں حاضر اور شریک نہ ہونا اتنا سنگین گناہ ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ”زندہ درنار“ (زندہ آگ میں ڈالنا) کردینے کی وعید سنا رہے ہیں، اور وہ بھی ”قسم“ کی تاکید کے ساتھ! چنانچہ بعض دیگر روایات سے صحابہؓ کا یہ تاثر معلوم ہوتا ہے کہ اگر بے قصور عورتوں اور بچوں کی رعایت مدنظر نہ ہوتی تو آپؐ اپنے اس اردہ پر عمل بھی فرما دیتے۔ اس کے باوجود بھی بعض لوگوں کو مسجدوں میں دیر سے پہونچ کر بالقصد ”جماعتِ ثانیہ“ کرنا ”جماعتِ اولیٰ“ میں شرکت کے اہتمام سے بھی زیادہ نہ معلوم کیا پسند ہے؟ اور کیسے اس کو حصولِ فضیلت اور ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں؟ کیونکہ ”اذان“ متفرق اور متعدد جماعتیں بنا کر نماز پڑھنے کیلئے نہیں دی جاتی، ایک جگہ اکھٹے ہو کر شرکتِ اتحاد کے مظاہرہ کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے دی جاتی ہے، جیسا کہ تمام علماء نے ”مقاصد جماعت“ میں اس کی وضاحت کی ہے، نیز غور کرنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اگر ”جماعت ثانیہ“ کی گنجائش ہوتی تو آپؐ یہ کیسے ارشاد فرماسکتے تھے کہ ”زندہ درنار کردوں“ کیونکہ جماعت اولیٰ میں نہ آنے والوں کے لئے جماعتِ ثانیہ کی گنجائش ہے کہ وہ جماعت ثانیہ کرلیتے پھر اسقدر تنبیہ کا کیا معنیٰ؟ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ اگر دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے پر اتنی سختی کا اظہار نہ فرماتے۔

نکتہ : حدیث مذکور میں ”ثم اخالف الی رجال“ سے اور دیگر روایات میں مذکور عورتوں اور بچوں کی رعایت میں ایسا نہ کرنے کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت مردوں کے لئے مشروع ہوئی ہے، عورتوں کے لئے نہیں، ورنہ وہ عدمِ شرکت میں معذور نہ سمجھی جاتیں۔(۲)

---

(۱) صحیح البخاری، باب وجو صلاۃ الجماعۃ، حدیث: ٦٤٤

(۲) (ملخص، جماعت اولی کی اہمیت اور جماعت ثانیہ کے مفسدات، ص ١٣:)

جماعت فوت ہو جانے پر آنحضرت ﷺ کا عمل

حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی محلہ سے مسجدِ نبوی کو واپس آئے، نماز کا ارادہ فرمایا تو دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں، یعنی مسجد میں نماز ہو چکی ہے، تو آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو لے کر جماعت بنائی۔

”عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ،أَنَّ رَسُولَ اللهِ - ﷺ - أَقْبَلَ مِنْ نَوَاحِي الْمَدِينَةِ يُرِيدُ الصَّلَاةَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا فَمَالَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ فَصَلَّى بِهِمْ“۔(۱)

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں ”جماعتِ ثانیہ“ کو پسند نہیں فرماتے تھے، کیونکہ اگر پسند فرماتے تو گھر جا کر جماعت کرنے کے بجائے مسجد میں ہی جماعت فرما لیتے اور مسجد کی فضیلت کو ترک نہ فرماتے۔

جماعتِ ثانیہ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم

[۱] عبدالرزاق نے سندِ حسن کے ساتھ ابراہیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ وہ نماز کے لئے مسجد پہونچے تو لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس ہو رہے تھے، ان کے ساتھ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسود بھی تھے حضرت ابن مسعودؓ گھر لوٹ آئے اور ان دونوں کو ساتھ لے کر گھر گئے اور ایک کو دائیں جانب اور ایک کو بائیں جانب کھڑا کیا اور جماعت بنا کر نماز ادا فرمائی۔غور کرنے کی بات ہے کہ جب وہ مسجد

---

(۱) (المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ عبدان، حدیث ۱۶۰۱: امام حاکم فرماتے ہیں، یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے، علامہ ذہبی نے ان کی توثیق کی ہے، المستدرک، کتاب الإمامۃ: ۱/۳۲۷، حدیث: ۷۵۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۰م۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔

پہنچ ہی گئے تھے وہاں پر بھی ان لوگوں کیساتھ جماعت کر سکتے تھے،ایسی صورت میں کچھ اور لوگ بھی جماعت میں شریک ہوجاتے،لیکن چونکہ یہ حضرات مسجد میں جماعتِ ثانیہ کو پسند نہیں فرماتے تھے،اسلئے گھرواپس آ کر جماعت بنالی،اس جگہ یہ بھی یادرہیکہ حضرت ابن مسعودؓ فقہاءِ صحابہؓ میں اونچامقام رکھتے ہیں۔

”عَنْ إِبْرَاهِيمَ:أَنَّ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدَ، أَقْبَلَا مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ إِلَى مَسْجِدٍ، فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّاسُ قَدْ صَلُّوا، فَرَفَعَ بِهِمَا إِلَى الْبَيْتِ، فَجَعَلَ أَحَدَهُمَا عَنْ يَمِينِهِ، وَالْآخَرَ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمَا“(۱)

فائدہ:ناصر الدین البانی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں :اگر جماعت ثانیہ مسجد محلہ میں مطلقا جائز ہوتی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر میں جماعت نہ کرواتے کیونکہ سب کومعلوم ہے کہ مسجد میں فرض ادا کرنا افضل ہے اور مجھے ایک حدیث ایسی ملی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ موقوف حدیث حکماً مرفوع ہے۔

”فلو كانت الجماعة الثانية فى المسجد جائزة مطلقا لما جمع ابن مسعود فى البيت مع ان الفريضة فى المسجد افضل كماهو معلوم ثم وجدت مايدل على ان هذا الاثر فى حكم المرفوع الخ“(۲)

[۲]حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک نماز کے بعد اس جیسی نماز نہ پڑھی جائے۔

”عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ:قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ:لَا يُصَلِّي بَعْدَ

---

(۱) مصنف عبدالرزاق،باب الرجل يؤم الرجلين والمرأة،حديث:۳۸۸۳،المعجم الكبير ، باب ، حديث:۹۳۸۰،

(۲)(دیکھئے: تمام المنة فی التعليق على فقه السنة ۱۵۵ :،دارالراية،الطبعة الخامسة)

الصَّلاَةِ"۔(۱)

"لا یصلی بعد صلوۃ مثلھا" کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں ورنہ اس سے لازم آئے گا کہ فجر کی دو سنتیں پڑھنے کے بعد دو فرض نہ پڑھیں جائیں، کیونکہ بعد والی دو رکعتیں پہلی دو رکعتوں جیسی ہیں، اسی طرح ظہر کی چار رکعتیں پڑھ کر چار فرض نہ پڑھی جائیں کیونکہ وہ بھی سنتوں جیسی ہیں، اس لئے اس حدیث کے تحت فقہاء کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ: یہ حدیث محمول ہے مسجد میں پہلی ہیئت کے مطابق دوبارہ جماعت کروانے پر یا فرض نماز کو کسی خلل پڑ جانے کے اندیشے کی وجہ سے لوٹانے سے روکنے پر کیونکہ یہ دونوں مکروہ ہیں۔

"أَوْ هُوَ مَحمُولٌ عَلَى تَكْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى هَيْئَتِهِ الْأُولَى، أَوْ عَلَى النَّهْيِ عَنْ قَضَاءِ الْفَرَائِضِ مَخَافَةَ الْخَلَلِ فِي الْمُؤَدَّى فَإِنَّهُ مَكْرُوهٌ"(۲)

[۳] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا جس آدمی نے اچھی طرح سے وضو کیا پھر مسجد کی طرف آیا دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ عزوجل اس کو بھی اتنا اجر عطاء فرمائیں گے جتنا نماز باجماعت پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور اس نماز پڑھنے والے کے اجر میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی، اگر جماعت ثانیہ پسندیدہ ہوتی تو آپ یوں فرماتے کہ "وہ شخص اگر جماعت کا ثواب پانا چاہتا ہے تو مسجد کی جماعت مکمل ہو جانے پر دوسری جماعت کرلے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں جماعت کا ثواب مل گیا (جماعت ثانیہ کرنے کی ضرورت نہیں)۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللهُ جَلَّ وَعَزَّ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجْرِهِمْ

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کرہ أن یصلی بعد الصلاۃ مثلھا، حدیث: ۵۹۹۷

(۲) فتح القدیر لابن الھمام، فصل فی القراءۃ: ۱/۴۵۹، دار الفکر، بیروت

شَيْئًا"(۱)

جماعتِ ثانیہ اور تابعین کا عمل

[۱] حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہ جب مسجد میں داخل ہوتے اور اس میں نماز ہو چکی ہوتی تو اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے۔

"عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ، إِذَا دَخَلُوا الْمَسْجِدَ وَقَدْ صُلِّيَ فِيهِ صَلَّوْا فُرَادَى"(۲)

[۲] حضرت عبدالرحمن مجبرؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت سالم بن عبداللہ کے ساتھ مسجد جحفہ میں داخل ہوا اور لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، لوگوں نے کہا کیا آپ جماعت نہیں کرا سکتے؟ تو حضرت سالم نے فرمایا ایک نماز کی ایک ہی مسجد میں دوبارہ جماعت نہیں ہو سکتی، اور ابن وہبؒ کہتے ہیں کہ مجھے اہل علم نے ابن شہابؒ اور یحیی بن سعیدؒ اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمانؒ اور لیثؒ سے اسی طرح خبر دی ہے۔

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمُجَبِّرِ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَسْجِدَ الْجُحْفَةِ وَقَدْ فَرَغُوا مِنَ الصَّلَاةِ فَقَالُوا: أَلَا تَجْمَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ: لَا تُجْمَعُ صَلَاةٌ وَاحِدَةٌ فِي مَسْجِدٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ. قَالَ ابْنُ وَهْبٍ وَأَخْبَرَنِي رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَرَبِيعَةَ وَاللَّيْثِ مِثْلَهُ."(۳)

---

(۱) سنن ابی داؤد، فیمن خرج یرید الصلاۃ، حدیث ۵۶۴: علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: اس کو ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے، اس کی سند قوی ہے، فتح الباری ۶: ۱۳۷/، دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۷۹ھ

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، باب من قال یصلون فرادی، ولا یجمعون، حدیث: ۷۱۱۱

(۳) المدونة الكبرى للإمام مالک رحمه الله، ۱/۱۸۱، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۵ھ=۱۹۹۴م

فائدہ: یاد رہے کہ سالمؒ بن عبداللہؓ مشہور تابعی اور عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے ہیں نیز امام مالکؒ نے مدوّنۃ الکبریٰ میں ابن وہبؒ سے قابل اعتماد سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جماعت ثانیہ کے بارے میں یہی رائے ابن شہاب زہریؒ یحییٰ بن سعیدؒ، ربیعہؒ، اور لیث بن سعدؒ کی بھی ہے، جماعتِ ثانیہ کی کراہت پر اس سے زیادہ صریح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے، بالخصوص جب کہ متعدد تابعین اس کی تائید وتصویب بھی کر رہے ہوں۔

"اخبر نی رجال من أهل العلم عن ابن شهاب ويحى بن سعيد وربيعه وليث بن سعد مثله" (۱)

[۳] سفیان ثوری نے ربیع بن ابی راشد سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے سعید بن جبیرؒ کو دیکھا کہ وہ ہماری مسجد میں اس وقت تشریف لائے جبکہ جماعت ہو چکی تھی اتنے میں دوسری مسجد کی اذان سنائی دی تو آپ اس مسجد کی طرف چلدئے۔

" رَأَيْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، جَاءَنَا وَقَدْ صَلَّيْنَا فَسَمِعَ مُؤَذِّنًا، فَخَرَجَ لَهُ" (۲)

[۴] امام وکیعؒ نے افلحؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ہم امام قاسمؒ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد گئے جبکہ نماز ہو چکی تھی، تو امام قاسمؒ (ہم کو لے لیکر جماعت بنانے کے بجائے) تنہا ءنماز پڑھلی "فَصَلَّى الْقَاسِمُ وَحْدَهُ" (۳)

[۵] جو حضرات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں، وہ خیر القرون کے اہل مدینہ کا تعامل دیکھ لیں، موجودہ بے علم یا کم علم عامیوں کو نمونہ و دلیل بنانے کے

(۱) االمدونة الكبرى للإمام مالک رحمه الله، ۱/۱۸۱، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۵ھ=۱۹۹۴م

(۲) مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال: يصلون فرادى، ولا يجمعون، حديث: ۷۱۱۲)

(۳) مصنف عبد الرزاق، باب الرجل يدخل المسجد فيسمع الإقامة في غيره، حديث: ۱۹۷۳)

بجائے ان اہل علم کو دیکھیں جن کا عمل اہل علم کے نزدیک دلیل ہوتا تھا، چناں ''الحجۃ علی اہل المدینۃ'' میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص امام راتب کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں داخل ہوتو چاہئے کہ وہ تنہاء نماز ادا کرلے۔

''قال هل الْمَدِينَة:وَمن جاءَ بعد انْصِرَافه فَليصل لنَفسِهِ (وحدة)''(۱)

[۶] حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ جماعت ثانیہ کو مکروہ قرار دیا ہے

''وَعَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ كَرِهَهُ''(۲)

جماعت ثانیہ اور ائمہ اربعہ کا مسلک

جماعت ثانیہ پر ائمہ اربعہ کا مسلک نقل کئے جانے سے قبل یہ معلوم ہو جائے کہ جماعت ثانیہ میں محل نزاع کونسی صورت ہے؟ اور کس کے لئے ہے؟ سو واضح رہے کہ جس مسجد میں امام وموذن متعین ہو اور وہ محلہ کی مسجد ہو، مسجد طریق نہ ہو جسکا کوئی امام متعین نہ ہو، نیز جماعت ثانیہ کرنے والا مقیم ہو مسافر نہ ہو تو یہ صورت محل نزاع ہے، اب آپ ائمہ اربعہ کا مسلک ملاحظہ فرمائیں۔

مسلک احناف

امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جس مؤذن نے اذان دی اور لوگوں کے آنے کا انتظار کیا جب کوئی نہ آیا تو اس نے اقامت دی اور نماز پڑھلی اسکے نماز پڑھنے کے بعد لوگ آئے تو وہ مؤذن نہ ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے گا اور نہ اس مسجد میں دوبارہ

(۱) الحجة على اهل المدينة لمحمد بن حسن الشيباني : ۱/۸۳، عالم الكتب بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۰۳ھ)

(۲) السنن الكبرى للبيهقي، باب الجماعة في مسجد قد صلى فيه إذا لم يكن فيها تفرق الكلمة، حديث: ۵۰۱۶۷)

جماعت بنائی جائے گی۔

”قال ابو حنیفة علیہ الرحمۃ: مؤذن اذن لقوم ثم انتظر هل یاتیه احد، فاقام وصلی وحده ثم جاء الناس بعد ان فرغ، ایعید الصلاة معهم؟ قال: لا یعید الصلاة معهم ولا یجمع فی مسجد مرتین“(۱)

علامہ ابن جوزیؒ بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جماعت ثانیہ درست نہیں ہے۔

”قَالَهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي "التَّحْقِيقِ"، وَنَقَلَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَجُوزُ إعَادَةُ الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ لَهُ إمَامٌ رَاتِبٌ“(۲)

امام شافعیؒ کا مسلک

اما شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں اہل محلہ کیلئے تکرار جماعت کو اس وجہ سے ناپسند کرتا ہوں کہ یہ ایسا کام ہے جو ہمارے اسلاف (صحابہؓ، تابعین، وتبع تابعین،) نے نہیں کیا، حالانکہ بعض نے تو اسے معیوب سمجھا ہے۔

”وَإِذَا كَانَ لِلْمَسْجِدِ إمَامٌ رَاتِبٌ فَفَاتَتْ رَجُلًا، أَوْ رِجَالًا فِيهِ الصَّلَاةُ صَلَّوا فُرَادَى وَلَا أُحِبُّ أَنْ يُصَلُّوا فِيهِ جَمَاعَةً فَإِنْ فَعَلُوا أَجْزَأَتْهُمُ الْجَمَاعَةُ فِيهِ وَإِنَّمَا كَرِهْتُ ذَلِكَ لَهُمْ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِمَّا فَعَلَ السَّلَفُ قَبْلَنَا بَلْ قَدْ عَابَهُ بَعْضُهُمْ“(۳)

---

(۱)إعلام العابد بحكم تكرار الجماعة فی المسجد الواحد، أبو عبيده مشهور بن حسن آل سلمان: ۲۷، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الثالثة، ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹ء

(۲) نصب الراية للزيلعی، باب الإمامة: ۲/۵۸، مؤسسة الريان للطباعة والنشر، بيروت، لبيان، الطبعة الاولی: ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

(۳)كتاب الأم للشافعی، العذر فی ترك الجماعة: ۱/۱۸۰، دار المعرفة، بيروت، عام ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

پھر ایک جگہ امام شافعیؒ نے جماعت ثانیہ کی کراہت کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ اس میں اجتماعیت اور مسلمانوں کا اتحاد مفقود ہو جاتا ہے، جو جماعت کے ساتھ نماز کا اصلی مقصود ہے، جان بوجھ کر لوگ امام مسجد کے ساتھ باجماعت نماز کی ادائیگی کو چھوڑ کر بعد میں آ کر دوسری جماعت سے نماز پڑھنے لگیں گے۔

قال الشافعی علیہ الرحمۃ: وَإِنَّا قَدْ حَفِظْنَا أَنْ قَدْ فَاتَتْ رِجَالًا مَعَهُ الصَّلَاةُ فَصَلُّوا بِعِلْمِهِ مُنْفَرِدِينَ وَقَدْ كَانُوا قَادِرِينَ عَلَى أَنْ يَجْمَعُوا وَأَنْ قَدْ فَاتَتْ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ قَوْمًا فَجَاءُوا الْمَسْجِدَ فَصَلَّى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُتَفَرِّدًا وَقَدْ كَانُوا قَادِرِينَ عَلَى أَنْ يَجْمَعُوا فِي الْمَسْجِدِ الخ ذکر الشافعی علیہ الرحمۃ فی الأم تعليقا وجزم به فلابد أن يكون حجة(۱)

وقال "وَإِنَّمَا كَرِهْت ذَلِكَ لَهُمْ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِمَّا فَعَلَ السَّلَفُ قَبْلَنَا بَلْ قَدْ عَابَهُ بَعْضُهُمْ"(۲)

امام مالکؒ کا مسلک

امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی مسجد کا امام یا مؤذن ہو، اذان و اقامت کہنے کے بعد لوگوں کے نہ آنے پر تنہا نماز پڑھ لی، نماز کے بعد محلہ کے لوگ آئے تو کیا ان لوگوں کو مسجد میں جماعت بنانے کی اجازت ہے؟ آپؒ نے فرمایا: وہ لوگ تنہا نماز ادا کریں انہیں جماعت بنانے کی اجازت نہیں؛ کیونکہ امام نے اذان دی اور نماز ادا کر لی۔

"قلت: فلو كان رجل هو امام مسجد قوم موذنهم اذن واقام فلم ياته احد فصلى وحده ثم اتى اهل المسجد الذين كانوا

---

(۱) کتاب الأم للشافعی، العذر فی ترک الجماعة: ۱/۱۸۰، دار المعرفة، بیروت، عام ۱۴۱۰/۱۹۹۰م)

(۲) کتاب الأم للشافعی، العذر فی ترک الجماعة: ۱/۱۸۰، دار المعرفة، بیروت، عام ۱۴۱۰/۱۹۹۰م)

یصلون فیه؟قال : فلیصلو افذاذا ولایجمعوا ،لان امامهم قد اذن وصلی"(۱)

مالکیہ میں سے امام صاویؒ نے بھی جماعت ثانیہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔

"وقال الصاوی المالکی فی منع اقامة الجماعة فی مسجد قدصلی فیه مرة"

علامہ صاوی نے کراہت سے کراہت تحریمی مراد لیا ہے،اور ابن حاجب نے بھی جماعت ثانیہ مطلقا مکروہ کہا ہے "وحمله التادلی علی التحریم، وعبر ابن الحاجب بالکراهة ایضا"(۲)

امام طحاویؒ نے فقہاء کوفہ اور امام مالکؒ کے متعلق نقل کیا ہے کہ: اگر کسی شخص کی جماعت کی نماز چھوٹ جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو اسی مسجد میں تنہاء نماز ادا کرلے اور چاہے تو جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے اگر کسی مسجد میں جماعت مل سکتی ہو تو وہاں جاکر جماعت سے ادا کرلے،البتہ امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ اگر مسجد حرام یا مسجد نبوی میں جماعت فوت ہو جائے تو وہیں تنہاء نماز ادا کرلے جماعت کے حصول کے لئے کسی اور مسجد کا رخ نہ کرے کیوں کہ حرمین کی تنہاء نماز دوسری مسجد کی باجماعت نماز سے افضل ہے۔

"وَذكر الطَّحَاوِيّ عَن الْكُوفِيين وَمَالك إِن شَاءَ صلى فِي مَسْجده وَحده، وَإِن شَاءَ أَتَى مَسْجِدا آخر تطلب فِيهِ الْجَمَاعَة، إلاَّأَن مَالِكًا قَالَ :إلاَّأَن يكون فِي الْمَسْجِد الْحَرَام أَو فِي مَسْجِد رَسُول الله ﷺ فَلَا يخرج مِنْهُ وَيُصلي فِيهِ

(۱)المدونة الکبری للإمام مالک رحمه الله، ۱/ ۱۸۱،دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی : ۱۴۱۵ھ=۱۹۹۴م

(۲) شرح ابن ناجی التنوخی علی متن الرسالة لابن ابی زید القیروانی ۱/ ۱۷۷، دار الکتب العلمیة، بیروت،لبنان،الطبعةالاولی :۱۴۲۸ھ۔۲۰۰۷م

وَحده، لِأَن الصَّلَاة فِي هذَيْن المسجدين أعظم أجرا مِمَّن صلى فِي جمَاعَة"۔(١)

امام احمد حنبلؒ کا مسلک

امام احمد بن حنبلؒ کی ایک غیر مشہور روایت تو یہی ہے کہ محلہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ نہ کی جائیگی چنانچہ علامہ عینی نے یہی نقل کیا ہے

"وتكره الجماعة في مسجد بأذان وإقامة بعدما صلى أهله بجماعة، وبه قال الشافعي وأحمد ومالك"(٢)

امام احمد بن حنبلؒ کے خاص شاگرد ابوداؤد سجستانیؒ اپنی کتاب "مسائل الامام احمد" میں نقل کیا ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے "ان تكرار الجماعة فى المسجدين الحرمين اشد كرهة" اشد کراہت کے لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ عام مساجد میں جماعت ثانیہ کی کراہت تو ہے ہی البتہ حرمین میں کراہت زیادہ ہوجاتی ہے۔(۳)

البتہ امام احمد بن حنبلؒ کے متبعین سے آپ کا قول مشہور یہ نقل کیا ہے کہ عام مساجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے: صاحب مغنی حنبلی مسلک کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَلَا يُكْرَهُ إعَادَةُ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ, وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ إذَا صَلَّى إمَامُ الْحَيِّ، وَحَضَرَ جَمَاعَةٌ أُخْرَى، اُسْتُحِبَّ لَهُمْ أَنْ يُصَلُّوا

---

(١) عمدة القارى شرح صحيح البخارى، باب فضل صلاة الجماعة:١٦٥/٥، دار احياء التراث العربى، بيروت

(٢) البناية شرح الهداية للعلامة العينى، حكم صلاة الجماعة، ٣٢٥/٢، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى:١٤٢٠هـ-٢٠٠٠م

(٣) إعلام العابد بحكم تكرار الجماعة فى المسجد الواحد، أبو عبيده مشهور بن حسن آل سلمان:٢٢، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الثالثة، ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م

جَمَاعَةً، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعَطَاءٍ، وَالْحَسَنِ، وَالنَّخَعِيِّ، وَقَتَادَةَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ سَالِمٌ، وَأَبُو قِلَابَةَ، وَأَيُّوبُ، وَابْنُ عَوْنٍ، وَاللَّيْثُ، وَالْبَتِّيُّ، وَالثَّوْرِيُّ، وَمَالِكٌ، وَأَبُو حَنِيفَةَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ :لَا تُعَادُ الْجَمَاعَةُ فِي مَسْجِدٍ لَهُ إمَامٌ رَاتِبٌ، فِي غَيْرِ مَمَرِّ النَّاسِ"(۱)

انہوں نے انہیں روایات سے استدلال کیا ہے، جس میں باجماعت نماز کی فضیلت مذکور ہے، اور ایک شخص سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا، "ایکم یتجر علی ھذا" تم میں سے کون اس کے ساتھ تجارت کریگا؟ ایک شخص کھڑا ہوئے، انہوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھی (سنن الترمذی، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے)۔

امام ابو یوسفؒ کا قول غیر ظاہر الروایہ ہے

فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ: اہل محلہ کی مسجد میں نماز ادا کر لینے کے بعد اگر کوئی شخص یا چند لوگ مسجد آئیں تو وہ تنہا ء نماز پڑھ لیں گے، جماعت ثانیہ نہیں بنائیگے، اس روایت سے واضح ہوگیا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول غیر ظاہر الروایہ ہے۔

جب ظاہر الروایہ اور مفتی بہ قول کے مقابلہ میں غیر ظاہر الروایہ ہو، تو غیر ظاہر الروایۃ پر نہ فتوی دیا جائے گا اور نہ ہی اس پر عمل کیا جائے گا، اور نیز جب کہ کراہت وعدم کراہت میں تعارض ہو تو کراہت کو ترجیح ہوتی ہے۔

کما بین موضعہ "وَيُؤَيِّدُهُ مَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ :لَوْ دَخَلَ جَمَاعَةٌ الْمَسْجِدَ بَعْدَ مَا صَلَّى فِيهِ أَهْلُهُ يُصَلُّونَ وُحْدَانًا وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ"(۲)

---

(۱) (المغنی لابن قدامۃ، یؤم القوم أقراوھم لکتاب اللہ، ۲/۱۳۳، مکتبۃ القاھرۃ، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸م)

(۲) حاشیۃ ابن عابدین، باب الإمامۃ، ۱/۵۵۳، دار الفکر، بیروت

ائمہ اربعہ کے موقف کا حاصل

شیخ عبدالرحمن الجزائری اس سلسلہ میں ''ائمہ اربعہ'' کا موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''یکرہ تکرار الجماعة فی المسجد الواحد ان تصلی فیہ جماعة بعد اخریٰ: ایک مسجد میں یکے بعد دیگرے جماعت کرنا فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے۔(۱)

مفتی محمد رضوان صاحب راولپنڈی لکھتے ہیں'' حنابلہ ومالکیہ کا ایک قول بھی سنتِ مؤکدہ کفایہ ہونے کا ہے۔حنفیہ میں سے امام کرخیؒ اور امام طحاویؒ کا قول بھی شافعیہ وغیرہ کے مطابق یہی ہے کہ فرض نماز باجماعت کی فرضیت یا وجوبیت اور تاکید تو کفایہ درجہ کی ہے، اس کے بعد بقیہ لوگوں کے لیے باعث فضیلت ہے،جس کی رُو سے اگر علاقہ کے کچھ لوگ جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرلیں،تو اس علاقہ کے دوسرے لوگ صرف ترکِ جماعت کی وجہ سے گناہ گار نہیں ٹھہرتے ، بشرطیکہ اس علاقہ کی مسجد میں کچھ لوگ باجماعت نماز ادا کریں،اور مساجد کا بالکلیہ معطل کرنا لازم نہ آئے،اور اس علاقہ میں اسلام کا شعار ظاہر ہو۔

وذهب الشافعيه۔فی الاصح عندهم۔الی انها فرض كفاية، وهو قول بعض فقهاء الحنفيه، كالكرخی والطحاوی، وهو مانقله المازی عن بعض المالكيه۔۔۔ واستدلوا بقول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :مامن ثلاثة فی قرية ولا بدو لاتقام فيهم الصلاة الاقد استحوذ عليهم الشيطان ۔ فعليک بالجماعة فانما ياكل ذئب القاصية۔

وقد فصل بعض المالكيه فقالوا :انها فرض كفاية من حيث الجملة ای بالبلد، فيقاتل اهلها عليهااذا تركوها ، وسنة فی

(۱) الفقه علی المذاهب الأربعة، تكرار الجماعة فی المسجد الواحد: ۱/۳۹۵،دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳م

كل مسجد وفضيلة للرجل فى خاصة نفسه ۔ وذهب الحنابلة ، وهو قول للحنفية والشافعية الى انها واجبة وجوب عين وليست شرطا لصحة الصلاة۔ خلافا لابن عقيل من الحنابلة، الذى ذهب الى انها شرط فى صحتها قيا ساً على سائر واجبات الصلاة“(۱)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ کا نظریہ

برصغیر کی معروف ومشہور علمی شخصیت، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ نے بھی فرض علی الکفایہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

چناں چہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ مؤطا امام مالک ؒ کی فارسی شرح ”مصفیٰ“ میں فرماتے ہیں کہ : مسئلہ :اقویٰ اقوال آنست کہ جماعت بالکفایہ است بوجہی کہ شعارِ اسلام ظاہر شود مثلاً در قریہ صغیرہ یکجا ودر کبیرہ چند جا۔(۲)

ترجمہ: سب اقول میں سب سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ فرض نماز باجماعت پڑھنا فرض علی الکفایہ ہے، اس طور پر کہ اسلام کا شعار ظاہر ہو جائے، مثلاً چھوٹے گاؤں میں ایک جگہ اور بڑے گاؤں میں چند جگہ باجماعت نماز پڑھ لی جائے۔ (تو اس علاقہ کے دوسرے لوگ ترکِ فرض کے گناہ گار نہیں ہوتے، جیسا کہ نماز جنازہ کا حکم ہے۔)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں باجماعت نماز کا جو حکم بیان فرمایا ہے، بعض فقہاء مثلاً شافعیہ وغیرہ، اس کے قائل ہیں، اور بعض حنفیہ کا بھی یہی قول ہے، اس لیے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ کے قول پر شاذ ہونے کا حکم لگانا درست نہیں۔(۳)

---

(۱) الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص، ۱۶۶، ماده، صلاة الجماعة)

(۲) المصفیٰ، ج۱، ۱۲۸، باب التاكيد فى حضور الجماعة، مطبوعه فاروق، دهلى۔

(۳) باجماعت نماز کا شرعی حکم :۱۰

جماعت ثانیہ اور اکابر امت کے فتاوی

قاضی عبدالوہاب کا فتوی

آپؒ فرماتے ہیں کہ جن مساجد میں امام متعین ہو اور وقتِ جماعت متعین ہو وہاں جماعت ہوجانے کے بعد دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے ''تکرہ اعادۃ الجماعۃ فی المساجد التی لھا ائمۃ مرتبون''(۱)

علامہ ابن فرحونؒ کا فتوی

آپ فرماتے ہیں کہ: جس مسجد میں جس نماز کے لئے امام اور جماعت کا وقت متعین ہو تو جماعت ختم ہوجانے کے بعد کسی اور کو اس نماز کے لئے جماعت ثانیہ کرنا جائز نہیں ہے، اور علامہ ابن بشیر فرماتے ہیں کہ جماعت ثانیہ کے منع ہونے میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔

''إذَا كَانَ لِلْمَسْجِدِ إمَامٌ رَاتِبٌ فِي بَعْضِ الصَّلَاةِ، فَلَا تَجُوزُ الْجَمَاعَةُ لِغَيْرِهِ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ، قَالَ ابْنُ بَشِيرٍ وَلَا خِلَافَ فِي مَنْعِ ذَلِكَ''(۲)

علامہ ابن عابدینؒ کا فتوی

آپ فرماتے ہیں کہ جس مسجد کا امام اور جماعت کا وقت متعین ہو وہاں جماعت سے نماز ادا ہوجانے کے بعد دوبارہ جماعت بنانے درست نہیں ہے، بلکہ وہ لوگ تنہا نماز ادا

---

(۱)إعلام العابد بحكم تكرار الجماعة فى المسجد الواحد،أبو عبيده مشهور بن حسن آل سلمان:۲۷، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الثالثة، ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹م

(۲) تبصرة الحكام فى أصول الأقضية و مناهج الأحكام، مسألة فى صلاة الجمعة :۱۹۰/۲، الطبعة الأولى :۱۴۰۶ھ۔۱۹۹۶م

کریں گے ۔(۱)

سید مہدی حسن گیلانیؒ کا فتوی

جس مسجد میں امام اور جماعت کا وقت متعین ہو وہاں جماعت ہو جانے کے بعد جماعت ثانیہ کے جواز پر پوری ذخیرہ احادیث میں کوئی حدیث ایسی نہیں جس سے جواز ثابت ہوتا ہو، اور جو شخص حدیث کا دعوی کرتا ہو وہ شخص اللہ اور اسکے رسول پر صاف اور صریح جھوٹ باندھنے والا ہے ۔

”ولم یرد فی ذخیرۃ الحدیث نص خاص یدل علی الجماعة الثانیة فی مسجد المحلة الذی امام و موذن راتب جماعة معلومة“(۲).

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا فتوی

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ : اگر کسی کی جماعت یا کچھ رکعتیں فوت ہو جائے تو اس کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ امام کے قعدہ اخیرہ کا انتظار کرے اور جماعت ثانیہ بنائے، اس طرح کا عمل اسلاف سے منقول نہیں ہے، البتہ اس کے لئے یہ درست ہے کہ وہ جماعت کو پانے کے لئے دوسری مسجد چلی جائے جس مسجد میں امام اور جماعت کا وقت متعین نہ ہوتا ہو اذان کے بعد باجماعت نماز ادا کرنے کا فریضہ امام راتب کی جماعت سے ادا ہو جاتا ہے اسلئے دوسری جماعت بنانے کی اجازت نہیں ہے ۔

”فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الْوَاحِدِ إِمَامَانِ رَاتِبَانِ،

---

(۱) حاشیة ابن عابدین، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲

(۲) التعلیق علی الحجة علی اهل المدینه ۱: ۱/۸

وَكَانَتِ الْجَمَاعَةُ تَتَوَفَّرُ مَعَ الْإِمَامِ الرَّاتِبِ"(۱)

امام بخاریؒ کا فتوی

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسودؒ سے جب جماعت فوت ہو جاتی تو دوسری مسجد کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔

"وَكَانَ الأَسْوَدُ: إِذَا فَاتَتْهُ الجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ"۔(۲)

علامہ شامیؒ کا فتوی

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دفعہ لوگوں کے درمیان صلح کرنے کے لئے تشریف لے گئے، پھر لوٹ کر مسجد تشریف لائے، مسجد والوں نے نماز ادا کرلی تھی، آپ ﷺ اپنے گھر لوٹ گئے، اپنے اہل وعیال کو جمع فرمایا اور پھر نماز پڑھی، اگر اس کی اجازت ہوتی تو آپ ﷺ نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے پر ترجیح کیوں دی، چونکہ اس طرح معنوی اعتبار سے تقلیل جماعت لازم آتی، اس لئے کہ اگر ان کو یہ بات معلوم ہو جائے اس طرح جماعت تو فوت ہی نہیں ہوتی تو پھر ایک دفعہ اکٹھے نہ ہوں۔

البتہ راستے کی مسجد تو تمام لوگ اس مسجد کے سلسلے میں برابر ہیں، ان میں کسی جماعت کو کسی جماعت پر کوئی وجہ ترجیح حاصل نہیں، یہ بات بدائع الصنائع میں بھی موجود ہے، اس استدلال کا تقاضا یہ ہے محلہ کی مسجد میں تکرار جماعت مکروہ ہو، گرچہ یہ جماعت بغیر اذان واقامت کے ہی کیوں نہ ہو، اس کی تائید فتاوی ظہیریہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے :

---

(۱) الفتاوی الكبير لابن تيمية، مسألة إعادة الصلاة من غير سبب: ۲۸۲/۲، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۷م

(۲) صحيح البخاری، صلاة الجماعة: ۱۳۱/۱، تعليقا، دار طوق النجاة، الطبعة الاولى: ۱۴۲۲ھ

اگر کوئی جماعت مسجد میں ایسے وقت داخل ہو جب کہ مسجد والے نماز پڑھ چکے ہوں تو یہ لوگ تنہا نماز پڑھیں گے۔

”قال المحقق الشامی ”وَلَنَا ”أَنَّهُ - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - كَانَ خَرَجَ لِيُصْلِحَ بَيْنَ قَوْمٍ فَعَادَ إلَى الْمَسْجِدِ وَقَدْ صَلَّى أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَرَجَعَ إلَى مَنْزِلِهِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَصَلَّى“ وَلَوْ جَازَ ذَلِكَ لَمَا اخْتَارَ الصَّلَاةَ فِي بَيْتِهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَلِأَنَّ فِي الْإِطْلَاقِ هَكَذَا تَقْلِيلَ الْجَمَاعَةِ مَعْنًى، فَإِنَّهُمْ لَا يَجْتَمِعُونَ إذَا عَلِمُوا أَنَّهُمْ لَا تَفُوتُهُمْ، وَأَمَّا مَسْجِدُ الشَّارِعِ فَالنَّاسُ فِيهِ سَوَاءٌ لَا اخْتِصَاصَ لَهُ بِفَرِيقٍ دُونَ فَرِيقٍ اهـ وَمِثْلُهُ فِي الْبَدَائِعِ وَغَيْرِهَا، وَمُقْتَضَى هَذَا الِاسْتِدْلَالِ كَرَاهَةُ التَّكْرَارِ فِي مَسْجِدِ الْمَحَلَّةِ وَلَوْ بِدُونِ أَذَانٍ؛ وَيُؤَيِّدُهُ مَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ :لَوْ دَخَلَ جَمَاعَةٌ الْمَسْجِدَ بَعْدَ مَا صَلَّى فِيهِ أَهْلُهُ يُصَلُّونَ وُحْدَانًا“(۱)

حجۃ الاسلام قاسم نانوتویؒ کا فتوی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے اس بارہ میں ایک امر فیصلہ کن ارشاد فرمایا ہے، انھوں نے فرمایا کہ عدم جواز جماعت ثانیہ میں ایک دلیل مجھکو ظاہر ہوئی۔ اور ایک حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کو جوکہ استاذ ہیں حضرت مولانا نوتویؒ کے۔ وہ دلیل جو حضرت مولانا ناتویؒ کو معلوم ہوئی وہ قصہ صلوۃ خوف کا ہے کہ باجود ایسی کشاکشی کے کہ جنگ کا موقع ہے ایک ہی جماعت کی گئی اور نمازیوں کے دو طائفہ کئے گئے اور اس قدر حرکات اور ذہاب وایاب نماز کے اندر جائز کیا گیا؛ مگر جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی حالانکہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک طائفہ کو پوری نماز پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد

---

(۱) حاشیۃ ابن عابدین، باب الإمامۃ: ۱/۵۵۳، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲

دوسرے طائفہ کو پوری نماز باجماعت پڑھا دیتا اس کو فرمایا کہ یہ دلیل ظاہر تر ہے اور چونکہ یہ نماز آں حضرت ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تھی؛ بلکہ اب بھی اسی طرح پڑھنے کا حکم ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لئے تھا کہ سب کو ان کی اقتداء کی فضیلت حاصل ہو۔(۱)

محدث سہارنپوریؒ کا فتویٰ

محدث سہارنپوی حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری قدس سرہ نے بہت دقیق دلیل بیان فرمائی ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہو تو اس مسجد میں پھر جمعہ کی جماعت درست نہیں ہے۔ چنانچہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے کواڑ بند کر دیئے جاویں کہ ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی آ کر جماعت ثانیہ کرلیں، تو اس کی وجہ میں غور کیا کہ کیا وجہ اس عدم جواز کی ہے؟ حالانکہ شرائط جمعہ سبب علت حالہا موجود ہیں۔ مصر بھی ہے، اذن عام بھی ہے۔ نمازی بھی موجود ہیں۔ ایک مصر میں متعدد جمعہ بھی درست ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعت جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہو تو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لئے وہ جماعت معتبرہ نہ ہوئی تو ایک۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے۔ وہو کما قال رحمہ اللہ۔(۲)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا فتویٰ

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں حنابلہ اور اہل ظاہر جماعت ثانیہ کے جواز کے قائل ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام

---

(۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند ۳: ۷۲/ ، نماز باجماعت کی اہمیت واحکام، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، سن اشاعت : ربیع الاول، ۱۴۳۹ھ۔ مطابق دسمبر ۲۰۱۷م۔

(۲) فتاوی دارالعلوم دیوبند ۳: ۷۲/ ، نماز باجماعت کی اہمیت واحکام، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، سن اشاعت : ربیع الاول، ۱۴۳۹ھ۔ مطابق دسمبر ۲۰۱۷م۔

شافعیؒ) اور جمہور (یعنی علماء کی اکثریت) کا مسلک یہی ہے کہ جس مسجد میں امام وموذن مقرر ہوں اور اس میں ایک مرتبہ محلہ والے نماز پڑھ چکے ہوں وہاں تکرار جماعت مکروہ تحریمی ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ ایسی صورت میں محراب سے ہٹ کر بغیر اذان واقامت اور بغیر تداعی (لوگوں کو جمع کئے بغیر کسی جگہ) نماز ادا کی جائے تو جائز ہے، مگر احناف کا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ اس طرح بھی "جماعت ثانیہ" کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی مسجد میں غیر اہل محلہ نے آ کر اپنی جماعت کر لی ہو تو اہل محلہ کو دوبارہ جماعت کرنے کا حق ہے، یا اگر بعض محلہ والوں نے چپکے سے اذان کہہ کر جماعت کر لی ہو اسطرح کہ اس کی اطلاع اہل محلہ کو نہ ہو سکی ہو تو ان کے لئے تکرار جماعت جائز ہے، یا اگر مسجد طریق ہو جس کے امام وموذن مقرر نہ ہوں تو اس میں بھی تکرار جماعت جائز ہے، ان صورتوں کے سوا کسی صورت میں بھی جمہور (یعنی علماء امامت کی اکثریت) کے نزدیک تکرارِ جماعت جائز نہیں ہے۔(۱)

ناصر الدین البانیؒ کا فتویٰ

بہت سے حضرات اپنے کئی مسائل میں البانی صاحب کا حوالہ بڑی دلچسپی سے پیش کرتے ہیں، ان حضرات کی چشم کشائی کے لئے یہ فتویٰ ملاحظہ ہو، آپ لکھتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے کہ جمہور (فقہاء کرام اور دیگر ائمہ عظام) شرطِ سابق کے ساتھ (کہ مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہو) مسجدِ محلہ میں دوبارہ جماعت کرانے کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور یہی بات حق بھی ہے اور اس موقف کے خلاف وہ مشہور حدیث پیش نہ کی جائے جس میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو اس پر صدقہ کرے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لے۔

"وبالجملة فالجمهور على كراهية اعادة الجماعة فى المسجدبالشرط السابق وهوالحق ولايعارض هذا الحديث

(۱) درس ترمذی، افادات مفتی تقی عثمانی صاحب ۱:۴۸۳، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۴۳۱ھ۔ ۲۰۱۰م

المشهور إلا رجل يتصدق على هذا فيصلى معه"(۱)

سعودی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات وافتاء

نماز باجماعت تو یہ واجب عین ہے، جیسا کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہے۔(۲) علماء کا صحیح قول یہ ہے کہ نماز پنج گانہ باجماعت ادا کرنا ان مردوں پر واجب ہے، جو اسے باجماعت ادا کرنے کی قدرت رکھتے ہوں۔ لہذا جو آدمی بغیر کسی عذر کے مسجد میں باجماعت نماز ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کا نافرمان ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے، کہ نماز باجماعت ادا کرنا، تو اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کے وقت بھی واجب قرار دیا ہے، حالانکہ یہ بہت مشکل وقت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں صحتِ نماز کی بعض شرطوں پر عمل نہیں ہوسکتا، جیسا کہ نماز خوف کی بعض صورتوں میں ہوتا ہے، لیکن باجماعت نماز ادا کرنا (اس حالت میں بھی) ضروری ہے۔

اسی مجلس سے سوال کیا گیا: کیا مسلمان کے لیے پڑھائی کی مشغولیت اور اسباق کے اوقات کی بنا پر باجماعت نماز چھوڑنا جائز ہے؟"

ان کی طرف سے حسب ذیل جواب دیا گیا:

"يجب على المسلم ان يؤدى الصلاة المفروضة مع الجماعة مع المسلمين فى المساجد ولا يجوز له ان يتخلف عنها الا لعذر شرعي كمرض اوخوف اما الاشتغال بالدراسة فلا يسوغ ترك الجماعة"۔(۳)

"مسلمان پر واجب ہے، کہ وہ فرض نماز مسلمانوں کے ساتھ مسجدوں میں باجماعت ادا

---

(۱) تمام المنة فى التعليق على فقه السنة: ۱۵۷، دار الراية، الطبعة الخامسة

(۲) فتاویٰ اسلامیہ، ۱/۴۷۴

(۳) فتاویٰ اللجنة الدائمة الفتویٰ نمبر: ۷/۵۷۱۳

کرے۔ شرعی عذر، جیسے بیماری یا خوف ، کے سوا اس سے پیچھے نہ رہے ۔ پڑھائی میں مشغولیت ترک جماعت کے لیے عذر شرعی نہیں ہے“۔

اسی مجلس سے سوال کیا گیا :

”میری دکان ہے، نماز کے وقت میں با جماعت نماز ادا کرنے کی غرض سے مسجد جاتا ہوں۔ میرے والد کہتے ہیں : ”دکان میں نماز پڑھو اور مسجد میں نہ جاؤ۔

کیا اس بارے میں والد کی اطاعت واجب ہے؟

مجلس دائمی نے اپنے جواب میں تحریر فرمایا : فرض نماز با جماعت ادا کرنے کی غرض سے آپ ک مسجد میں جانا درست ہے ۔ والد کے دکان میں نماز کرنے کے حکم کی تعمیل نہ کیجئے، کیونکہ خالق کی نافرمانی کی صورت میں مخلوق کی اطاعت میں ۔

لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔

اپنے والد صاحب کو نرمی سے نصیحت کیجئے اور یہ فتویٰ انہیں اسی امید کے ساتھ سنایئے، کہ شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دیں۔

شیخ عبدالرحمٰن السعدی (۱) لکھتے ہیں: ”وھی فرض عین للصلوات الخمس علی الرجال حضرا و سفراً۔ (۲) وہ یعنی با جماعت نماز مردوں پر حضر و سفر میں پانچوں نمازوں کے لیے فرض عین ہے۔“

شیخ عبداللہ بن محمد بن حمید (۳) کا فتویٰ

شیخ ؒ سے سوال کیا گیا : ”من سمع الاذان، ولم یشھد صلاۃ الجماعة بدون

(۱) شیخ عبدالرحمن السعدی؛ ابوعبداللہ، عبدالرحمن بن ناصر آل سعدی ۱۳۰۷ھ میں پیدا اور ۱۳۷۶ھ میں فوت ہوئے۔ تفسیر السعدی اور دیگر چالیس سے زیادہ کتابوں کے مصنف اور سعودی عرب کے کبار علماء کے استاذ۔

(۲) منہج السالکین وتوضیح الفقہ فی الدین۔ ۷۷

(۳) شیخ عبداللہ بن محمد بن حمید : المسجد الحرام کے دینی وانتظامی امور، سعودی مجلس قضاء اعلی اور رابطہ عالم اسلامی کے مجمع فقہ اسلامی کے سابق رئیس، ۱۴۰۲ھ میں فوت ہوئے۔

عذر فما حکمه۔

جو شخص اذان سننے کے بعد بلا عذر نمازِ باجماعت میں حاضر نہ ہو، اس کا حکم کیا ہے؟

انہوں نے جواب میں فرمایا : یہ ایسا شخص مجرم اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صفوں میں لڑتے ہوئے مجاہدین کو (اسے قائم کرنا کا) حکم دیا ہے۔

هذا مجرم و عاص لله تعالیٰ ، فان الله سبحانه و تعالیٰ قال فی حق المجاهدین الذین یقاتلون فی الصوف ولو کنت تقاتل العدو، بیدک الرشاش او البندوقیة ، و حل وقت الصلاة ، ماجاز لک تترک الجماعة اذا امکن، قال تعالیٰ "و اذا کنت ۔۔۔ لم یمسح لهم فی ترک المجاعة فی حال القتال و ضرب الرؤوس بالسیوف، ممایدل علی ان الجماعة لابدمنها۔ (۱)

اور اگر تم دشمن کے ساتھ لڑ رہو اور تمہارے ہاتھ میں خود کار (ہتیار) یا بندوق ہو اور نماز کا وقت آجائے، تو استطاعت ہوتے ہوئے، تمہارے لیے جماعت ترک کرنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : لڑائی اور تلواروں کے ساتھ سروں کو مارنے کے وقت بھی انہیں جماعت چھوڑنے کی جازت نہ دی گئی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت سے مفر نہیں۔ (یعنی اس کا قائم کرنا ضروری اور لازمی ہے۔)

شیخ ابن بازؒ (۲) کے فتاویٰ

ایسی احادیث بہت زیادہ ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ نماز باجماعت اللہ تعالیٰ کے ان گھروں میں ادا کرنا واجب ہے، جن کے بلند کرنے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر

(۱) الفتاویٰ والدروس فی المساجد الحرام ص۔ ۳۱۰

(۲) ابوعبداللہ، بعدالعزیز بن عبداللہ آل باز، ۱۳۳۰ھ میں پیدا اور ۱۴۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ مدینہ یونیورسٹی کے سابق چانسلر، سعودی عرب کے مفتی اعظم، ادارہ البحوث العلمیۃ والافتاء اور رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے سابق رئیس تھے۔

کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے، کہ وہ اس کا (خود) اہتمام کرے اور اپنے بیٹوں، اہل خانہ، پڑسیوں اور دیگر تمام مسلمان بھائیوں کو بھی اس کی تلقین کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل ہو اور اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم ﷺ کی ممنوعہ باتوں سے اجتناب ہو اور ان منافقوں کی مشابہت سے دوری ہو، جن کا اللہ تعالیٰ نے ان کی بُری عادتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان میں سے خبیث ترین عادت ان کا نماز کے بارے میں سستی کرنا ہے۔(۱)

"بلا شک وشبہ بغیر کسی عذر کے نماز باجماعت ترک کرنا، ان منکرات میں سے ہے، جس نے منع کرنا ضروری ہے، کیونکہ مردوں پر واجب ہے، کہ وہ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کریں اور یہ بات بہت سے دلائل سے ثابت ہے۔"(۲)

کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں، کہ وہ رات بھر اس قدر بیدار رہے کہ نماز فجر باجماعت یا بروقت ادا نہ کر سکے، خواہ رات کی یہ بیداری قرآن مجید کی تلاوت یا طلب علم کی وجہ سے کیوں نہ ہو، تو اس سے اندازہ لگایئے، کہ اس بات کی کس طرح اجازت ہو سکتی ہے، کہ آدمی شب بھر ٹیلی ویژن دیکھے یا تاش کھیلنے میں مشغول رہے اور نماز فجر ضائع کر دے؟

اپنے اس طرز عمل کی وجہ سے یہ شخص گناہ گار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کا مستحق ہے۔

حکمرانوں کی طرف سے بھی یہ سزا کا مستحق ہے۔ حکمرانوں پر فرض ہے، کہ وہ اسے اور اس جیسے لوگوں کو سزا دے کر نماز ضائع کرنے سے روکیں۔

اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک عمداً نماز فجر کو طلوع آفتاب کے بعد تک مؤخر کرنا (کفر اکبر) ہے، کیوں کہ نبی کریم کا ارشاد ہے:

"بین الرجل و الکفر و الشرک ترک الصلوۃ"

---

(۱) مقالات وفتاویٰ سماحۃ الشیخ ابن باز (اردو ترجمہ) ۲۱۹

(۲) فتاویٰ اسلامیہ، ۴۶۰/۱

آدمی اور کفر وشرک کے درمیان فرق ترک نماز ہے۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین (۱) کا فتویٰ

باجماعت نماز کے حکم کے متعلق گفتگو کے بعد شیخؒ نے تحریر کیا ہے۔

"وعلی کل حال فیجب علی کل مسلم عاقل ذکر بالغ ان یشھد صلاۃ الجماعۃ سواءً کان ذلک فی السفر ام فی الحضر"۔(۲)

ہر بالغ عاقل مرد مسلمان پر واجب ہے، کہ وہ سفر وحضر میں باجماعت نماز میں حاضر ہو۔

شیخ ابن جبرینؒ کا فتویٰ

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، کہ وہ تمام نمازوں کو باجماعت مسجد میں ادا کرے ، اس کا خاص اہتمام کرے اور ہر اس بات سے دور رہے، جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کی بجا آوری میں رکاوٹ بنے۔ ان فرائض میں سے اہم ترین نماز فجر ہے۔

ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان کا قول

باجماعت نماز مردوں پر حضرت وسفر، امن وخوف میں (واجب عینی) ہے۔
کتاب وسنت اور سلف سے لے کر خلف تک صدیوں میں پھیلا ہوا عمل اس بات کی دلیل ہے۔

"فصلاۃ الجماعۃ فرض علی الرجال فی الحضر والسفر، وفی حال المان والخوف وجوباً عینیا، والدلیل علی ذلک

---

(۱) شیخ محمد بن صالح العثیمین ۱۳۴۷ ھ میں پیدا اور ۱۴۲۱ھ میں فوت ہوئے، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے سابق پروفیسر اور سعودی مجلس کبار العلماء کے تاوفات رکن ہے۔

(۲) شیخ ابن جبرین: سعودی عرب کے چوٹی کے علماء میں سے اور سعودی دائمی مجلس افتاء کے سابق رکن۔

الکتاب والسنة وعمل المسلمین قرناً بعد قرنٍ خلفاً عن سلف۔(۱)

جماعت ثانیہ جمہور امت کی مخالفت ہے

جماعت اولیٰ سے پیچھے رہ جانے والوں کی یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مسجد کی جماعت ہوجانے کے بعد جماعت ثانیہ کرتے ہیں، جبکہ علماء وفقہاء کی ایک بڑی جماعت نے اس کو منع کیا ہے، اور ایسی صورت میں انفراداً نماز پڑھ لینے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ سلف صالحین کرتے تھے، امام ابن قاسم نے ''مدونۃ الامام مالک'' میں نقل کیا ہے کہ: چناں چہ سفیان ثوریؒ، عبداللہ ابن المبارکؒ، امام مالک بن انسؒ، امام محمد بن ادریس شافعیؒ، لیث ابن سعدؒ، اما اوزاعیؒ، امام زہریؒ، عثمان بتی، ربیعہؒ امام ابوحنیفہؒ، اوران کے دونوں اصحاب یعنی امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، یحیٰ بن سعیدؒ، سالم بن عبداللہؒ، ابو قلابہؒ، عبدالرزاق صنعانیؒ، ایوب سختیانیؒ، حسن بصریؒ علقمہؒ، اسودؒ، ابراہیم نخعیؒ، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اکابرِ علماء دین وائمہ مجتہدین نے احادیث وآثار کی روشنی میں ''جماعتِ ثانیہ'' کی مخالفت فرمائی ہے۔(۲)

جماعت ثانیہ کی کراہت کے وجوہاتِ عقلیہ

[۱] جماعت ثانیہ کی وجہ سے پہلی جماعت کی تقلیل لازم آئے گی اور پہلی جماعت کی تقلیل عندالشرع ایک مکروہ امر ہے اور ضابطہ ہے کہ جو چیز امر مکروہ کا سبب بنتی ہے، وہ بھی مکروہ ہوتی ہے، لہٰذا جماعت ثانیہ جو جماعت اولیٰ کی تقلیل کا سبب ہے وہ بھی مکروہ ہوگی۔

---

(۱) الملخص الفقهی: ۱/۱۹۳

(۲) القول المبین فی أخطاء المصلین: ۲۷۹، دار ابن القیم، المملکة العربیة السعودیة، دار ابن احزم، لبنان، الطبعة الرابعة: ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶م

[۲] جماعت ثانیہ درست ہوتو جماعت ثالثہ اور جماعت رابعہ کی ممانعت کی بھی کوئی دلیل نہ ہوگی اور یوں سلسلہ غیر متناہی حد تک چل پڑے گااور جماعت کا صرف نام رہ جائے گا جیسا کہ عرب علاقوں میں اور جہاں بھی لوگ اس کے قائل ہیں ان مسجدوں میں روز روز کا مشاہدہ ہے، اجتماعیت ختم اورانفرادیت پیدا ہو جائے گی، جبکہ شریعت میں اجتماعیت مطلوب ہے۔

[۳] جماعت ثانیہ کی وجہ سے جن نمازوں کے بعد سنن اورنوافل ہیں ان میں مشغول ہونے میں خلل لازم آتا ہے؛ کیونکہ جب جہری نماز میں امام تکبیرات اورقراءت کریگا تولازمی امر ہے کہ اس سے باقی نماز پڑھنے والے حضرات کی نماز میں خلل پیدا ہوتا ہے اورکسی کی نماز میں شرعاوعقلاخلل اندازی اورتشویش پیدا کرنا جائز نہیں ہے۔لہذا جماعت ثانیہ کی گنجائش نہیں۔

[۴] امامت جو ایک باوقار ذمہ دارانہ منصب ہے اور اسکے لئے متدین ومتشرع، احکام سے واقف اورصحیح التلاوت آدمی کاانتخاب ہونا چاہیے،اس کے بجائے کوئی بھی احکام سے واقف وناواقف صالح وفاسق امام بن جاتا ہے، بسا اوقات انشرٹ کیا ہوا ،برہنہ سر، قرآن کریم صحیح نہ پڑھ سکنے والا شخص بھی امام ہوجاتا ہے،جس سے دیکھنے والوں کی نگاہ میں ’’منصب امامت‘‘ بے حیثیت ہو کر رہ جاتا ہے۔

[۵] لوگ مسلکوں کی بنیاد پر قصداً جماعتِ مقررہ سے رک کرعلاحدہ جماعت کرنے پر جری ہوجاتے ہیں۔جو باہمی نزاع واختلاف کو ہوادینے کا سبب ہوجاتا ہے۔جب کہ مسجد ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں پہونچ کرسب اختلافات ختم ہوجاتے ہیں۔

[۶] جماعت ثانیہ کی وجہ سے جماعت اولی کی عظمت واہمیت ختم ہوجاتی ہے،جب کہ جتنے فضائل اوروعیدات بیان کئے گئے ہیں وہ سب جماعت اولی سے متعلق ہیں ،اسلئے جماعت ثانیہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔

مسٹر ہینی سنس کا تبصرہ

ایک امریکی ماہر اجتماعیات ونفسیات مسٹر ہینی سنس اپنی کتاب ''ایموشن آف دی ہیسنز سیویلزیشن ۲۷۵'' پر رقم طراز ہے کہ تمام مورخین کہتے ہیں کہ اسلام کو جو حیرت انگیز کامیابی دنیا کو مسخر کرنے میں ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے دائرے میں زبردست اتفاق واتحاد پیدا کردیا تھا، مگر خود یہ معجزہ کیونکر ممکن ہوا اسکو کوئی حل نہ کرسکا، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اس کا بڑا اور نہایت مؤثر ذریعہ نماز باجماعت بھی ہے ہر روز پنج وقتہ نمازیں مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، چاہے جنگل وبیابان میں ہوں، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہلے شخص ہیں جنہوں نے اتفاق پیدا کرنے اور متحد بننے کے لئے باجماعت نماز کی حیرت انگیز طاقت کا احساس کیا اور اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ اسلام کی طاقت پنج وقتہ نماز باجماعت کی سخت پابندی کا ثمرہ ہے۔''(۱)

جماعت ثانیہ کے جواز کے دلائل کی حقیقت

غیر مقلد حضرات کا کہنا ہے کہ: ایک مسجد میں جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ ورابعہ بھی جائز ہے تکرار جماعت فی مسجد واحد حدیث صحیح سے ثابت ہے اور کراہت بھی اسکی کسی حدیث سے ثابت نہیں۔(۲)

پورے ذخیرۂ احادیث میں سے کوئی صریح حدیث یا کوئی صریح عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منقول نہیں جو بھی روایت پیش کی جاتی وہ صحیح، صریح، مرفوع اور غیر معارض نہیں ہے چنانچہ خالی الذہن ہو کر طلب حق کی نیت سے جو بھی ان روایات کا ملاحظہ کرے اسے حق تک رسائی آسان ہے۔

---

(۱) ایموشن آف دی ہیسنز سیویلزیشن: ۲۷۵

(۲) فتاوی ثنائیہ ج:۱ص: ۶۳۵، فتاوی علماء حدیث ج: ۳ص: ۵۰

پہلی دلیل

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص (مسجد میں) اس وقت آیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون شخص اس پر صدقہ کر کے ثواب حاصل کرے گا؟ تو ایک شخص (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلَى هَذَا؟ فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلَّى مَعَهُ" (۱)

استدلال کی حقیقت

[۱] اس واقعہ کا جماعت ثانیہ سے تعلق ہی نہیں ہے کیونکہ عرف میں جماعت ثانیہ اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں امام اور مقتدی دونوں فرض پڑھنے والے ہوں اور مذکورہ واقعہ میں امام مفترض جبکہ مقتدی متنفل ہے۔ چناں چہ خود صاحب خانہ اہل حدیث حضرات کے پیشوا ناصر الدین البانی لکھتے ہیں: اور اس موقف کے خلاف وہ مشہور حدیث پیش نہ کی جائے جس میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو اس پر صدقہ کرے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لے؟! کیونکہ اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں میں سے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پہلی جماعت میں شرکت کی تھی ایک شخص کو اس پر ابھارا ہے کہ وہ اس آنے والے کے پیچھے نفل نماز پڑھ لے۔ پس یہ تو یہ صورت ہوئی کہ ایک نفل نماز پڑھنے والا فرض نماز پڑھنے والے کی اقتداء میں نماز پڑھے جبکہ ہمارے بحث تو اس میں ہے کہ ایک فرض نماز پڑھنے والا دوسرے فرض نماز

---

(۱) سنن الترمذی، باب ما جاء فی الجماعۃ فی مسجد قد صلی فیه مرۃ، حدیث ۲۲۰: امام ترمذی فرماتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن درجے کی ہے۔)

پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے اور وہ دونوں ایسے ہوں جن سے پہلے جماعت رہ گئی ہو اور اس دوسرے مسئلہ کو پہلے مسئلہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ متعدد وجوہ سے قیاس مع الفارق ہے۔

”فان غاية مافيه حض الرسول ﷺ احد الذين كانوا صلوا معه ﷺ فی الجماعة الاولیٰ ان يصلی وراءه تطوعا فهی صلوة متنفل وراء مفترض وبحثنا انما هو فی صلوة مفترض وراء المفترض فاتتهم الجماعة الاولیٰ ولا يجوز قياس هذه علی تلك؛ لانه قياس مع الفارق من وجوه“(۱)

[۲] اس حدیث کے الفاظ ہی جماعت ثانیہ کی ناپسندیدگی پر دلالت کرتے ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایکم یتحیر۔ (وفی روایة) یتصدق ”یعنی یہ شخص تاخیر کیوجہ سے جماعت کے ثواب کا مستحق تو نہیں تھا؛ لیکن جیسے کسی کو صدقہ دیکر اس پر احسان کیا جاتا ہے ایسے ہی کوئی شخص اس کے ساتھ شریک ہو کر اس پر جماعت کے ثواب کا صدقہ اور احسان کر دے، اگر جماعت ثانیہ پسندیدہ ہوتی تو آپ ﷺ کا ارشاد مبارک کچھ اس طرح ہوتا جب جماعت سے پیچھے رہ جاؤ تو دوسری جماعت کرلیا کرو یا کوئی اور ایسا کلمہ ہوتا جس سے جماعت ثانیہ کی پسندیدگی ظاہر ہوتی؛ لیکن یہاں تو اس کے ہم معنیٰ کوئی لفظ بھی نہیں فرمایا؛ بلکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”ایکم“ تم میں سے کوئی ایک اس پر صدقہ کرے گویا زیادہ کی شرکت بھی ناپسند تھی اور صحابہ کرامؓ نے بھی اس بات کو سمجھا اور ان میں سے صرف ایک ہی شخص نے شرکت کی ورنہ سب دوڑ پڑتے۔

[۳] علاوہ ازیں یہ ایک خاص اور جزوی واقعہ ہے اس سے ہر ایک کیلئے جماعت ثانیہ پر استدلال درست نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ اگر یہ واقعہ اذن عام کی حیثیت رکھتا تو یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس کے مطابق ہوتا؛ حالانکہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں

---

(۱) تمام المنة فی التعليق علی فقه السنة :۱۵۷، دار الراية، الطبعة الخامسة

کہ وہ تکرار جماعت پر کاربند رہے ہوں، یہی وجہ ہے کہ اس ایک واقعہ کے علاوہ پورے ذخیرہ احادیث میں کوئی ایک ایسی مثال نہیں ملتی کہ مسجد نبوی میں دوسری جماعت کی گئی ہو، جبکہ جماعت ثانیہ کے قائلین جماعت اولی سے بھی زیادہ ثانیہ کا اہتمام کرتے ہیں۔(۱)

واضح رہے کہ یہ توجیہات فرضی نہیں ہیں بلکہ یہ سب اس لئے بھی ضروری ہے کہ خود حضرت انسؓ نے ہی صحابہ کرامؓ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ "جب ان کی جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں تنہا پڑھ لیا کرتے تھے۔

"أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ -ﷺ- كَانُوا إِذَا فَاتَتْهُمُ الْجَمَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ صَلَّوْا فِي الْمَسْجِدِ فُرَادَى"(۲)

دوسری دلیل

[۲] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کی غرض سے ایک مسجد میں تشریف لائے، وہاں نماز ہو چکی تھی، آپ کے اذان واقامت کہہ کر جماعت سے نماز پڑھی۔

"وَجَاءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيهِ، فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً"(۳)

استدلال کی حقیقت

[۱] یہ حدیث متناً مضطرب ہے، لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ السنن الکبری للبیہقی کی روایت میں مسجد بنی رفاعۃ کا ذکر ہے اور مسند ابی یعلی موصلی کی روایت میں مسجد بنی ثعلبہ،، کا ذکر ہے نیز مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا امامت

(۱) ملخص: بحوالہ: مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم از افادات متکلم الاسلام الیاس گھمن دامت برکاتہم: ۶

(۲) حاشیۃ ابن عابدین، إفادۃ التسلیم بعد الأذان، ۱/ ۳۹۵،، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲

(۳) صحیح البخاری، صلاۃ الجماعۃ: ۱/ ۱۳۱، تعلیقا، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الاولی: ۱۴۲۲ھ

کیلئے مقتدیوں کے درمیان کھڑے ہونے کا ذکر ہے اور بیہقی کی روایت میں کہ انہوں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی تفصیل ملاحظہ فرمائیں،، سنن کبری بیہقی کی روایت کہ: حضرت جعد ابوعثمان یشکری فرماتے ہیں: ہم مسجد بنو رفاعہ میں صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے ہی تھے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیس نوجوانوں کے ساتھ حاضر ہوئے، فرمانے لگے: کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں!! تو آپ نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا، اس نے اذان واقامت کہی، پھر آپ آگے بڑھے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔

"عن لُجعْدُ أَبُو عُثْمَانَ الْيَشْكُرِيُّ قَالَ : صَلَّيْنَا الْغَدَاةَ فِي مَسْجِدِ بَنِي رِفَاعَةَ وَجَلَسْنَا، فَجَاءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فِي نَحْوٍ مِنْ عِشْرِينَ مِنْ فِتْيَانِهِ، فَقَالَ : "أَصَلَّيْتُمْ؟" قُلْنَا : نَعَمْ، فَأَمَرَ بَعْضَ فِتْيَانِهِ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلَّى بِهِمْ"(۱)

اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ: حضرت یحییٰ فرماتے ہیں: ہمارے پاس حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس وقت تشریف لائے جب ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تھے۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کے درمیان کھڑے ہو کر ان کو نماز پڑھائی۔

"يَحْيَى، قَالَ: جَاءَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَقَدْ صَلَّيْنَا الْغَدَاةَ، فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ فَقَامَ وَسَطَهُمْ"۔(۲)

[۲] اس حدیث میں جس مسجد کا ذکر ہے اس میں یہ احتمال غالب ہے کہ یہ مسجد طریق تھی، اس احتمال پر کئی قرائن موجود ہیں (۱) سجد بنی ثعلبہ اور مسجد بنی رفاعہ عہد نبوت میں معروف مساجد میں سے نہیں تھی، علامہ عینی اور علامہ سمہودی کی تحقیق کے مطابق عہد نبوت میں

(۱) السنن الکبری للبیهقی، باب الجماعة فی مسجد قد صلی فیه إذا لم یکن فیها تفرق الکلمة، حدیث: ۵۰۱۵۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبه، فی القوم یجیئون إلی المسجد وقد صلی فیه، من قال : لا باس أن یجمعوا، حدیث: ۷۱۰۴۔

چالیس مساجد کا تذکرہ آتا ہے ان چالیس میں نہ مسجد بنی ثعلبہ کا ذکر ہے اور نہ ہی مسجد بنی رفاعہ کا ذکر ہے، لہٰذا غالب گمان یہی ہے کہ وہ مسجد طریق تھی اور مسجد طریق میں جماعت ثانیہ پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔(۲) بیہقی کی روایت میں ہے کہ ''آپ بیس افراد کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے''اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کہیں جارہے ہوں گے اور مسجد طریق میں آپ نے جماعت کروائی ہو؛ کیونکہ مسجد محلہ میں بیک وقت بیس آدمی جماعت سے رہ جائیں اور زمانہ بھی خیر القرون کا ہو سمجھ میں نہیں آتا، اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد طریق تھی۔ ''فَجَاءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فِي نَحْوٍ مِنْ عِشْرِينَ مِنْ فِتْيَانِهِ''(۱)

(۳)اس روایت میں صراحت ہے کہ آپ نے باقاعدہ اذان واقامت کے ساتھ جماعت کروائی تھی اور مسجد محلہ میں اذان واقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔لہٰذا اس سے بھی یہی معلوم وثابت ہوا کہ یہ مسجد محلہ نہ تھی بلکہ مسجد طریق تھی۔(۲)

تیسری دلیل

[۳] حضرت سلمہ بن کھیل سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے، آپ نے حضرت علقمہ، حضرت مسروق اور حضرت اسود کے ساتھ جماعت کروائی۔ ''عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا فَجَمَعَ بِعَلْقَمَةَ، وَمَسْرُوقٍ، وَالْأَسْوَدِ''(۳)

استدلال کی حقیقت

[۱]اس روایت سے بھی جماعت ثانیہ کے جواز پر استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اس

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الجماعۃ فی مسجد قد صلی فیہ إذا لم یکن فیہا تفرق الکلمۃ، حدیث ۵۰۱۵:۔)

(۲) بحوالہ : مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم از افادات متکلم الاسلام ۶:)

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، فی القوم یجیئون إلی المسجد وقد صلی فیہ، من قال : لاباس أن یجمعوا، حدیث ۷۱۰۷:۔)

روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علقمہ، حضرت مسروق اور حضرت اسود رضی اللہ عنھم بھی مفترض تھے، بلکہ الفاظ روایت "ان ابن مسعود دخل" سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ حضرات نماز پڑھ چکے تھے، صرف حضرت عبداللہ بن مسعود کی نماز رہ گئی تھی چنانچہ یہ صورت بھی متنفل کی مفترض کے پیچھے اقتداء والی بنتی ہے جبکہ مسئلہ یہ ہے کہ مفترض کی اقتداء مفترض کے پیچھے ہو اور وہ اس روایت سے ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

[۲] یہ حدیث موقوف ہے اور غیر مقلد حضرات کا ضابطہ ہے کہ موقوفاتِ صحابہ حجت نہیں ہیں۔ موقوفاتِ صحابہ کے متعلق نظریہ ملاحظہ فرمالیں (۱)

"افعال الصحابة رضی الله عنهم لا تنتهض للاحتجاج بها" (۱)

(۲) "صحابہ کا قول حجت نہیں"۔ "صحابی کا کردار کوئی دلیل نہیں اگر چہ وہ صحیح طور پر ثابت ہوں"۔ "آثار صحابہ سے حجیت قائم نہیں ہوتی"۔ "خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو صحابہ کرام کے آثار کا غلام نہیں بنایا ہے"۔ "موقوفات صحابہ حجت نہیں"۔ (۲)

اس قدر صاف طور پر صحابی کے قول و عمل کی حجیت کا انکار کرنے کے بعد پتہ نہیں جماعتِ ثانیہ کے سلسلے میں صحابی کا عمل نبی کے عمل سے بھی زیادہ حجت و دلیل کیسے ہوگیا ہے۔(۳)

---

(۱) فتاوی نذیریہ بحوالہ مظالم روپڑی : ص58)

(۲) عرف الجادی: ۱/۸۰،۲۸، ۱۰۱، بدور الاہلہ ۱۲۹ :

(۳) افادات متکلم الاسلام، مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم، ص ۹:)

جماعت ثانیہ کی جائز شکلیں

یہاں جماعت ثانیہ سے متعلق مختلف جزئیات کے احکام بیان کئے جاتے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائیگا کہ کہاں جماعت ثانیہ درست ہے اور کہاں درست نہیں۔

جماعتِ ثانیہ افضل ہے یا قعدہ اخیرہ میں شمولیت

امام صاحب آخری رکعت یا قعدۂ اخیرہ میں ہوں اس وقت اگر کچھ لوگ مسجد میں آئیں اور جلدی وضو کر کے قعدۂ اخیرہ یا آخری رکعت میں شریک ہو سکتے ہوں تو ان کے لئے حکم شرعی یہی ہے کہ اپنی جماعت الگ کرنے کے بجائے مسجد کی جماعت میں شامل ہو جائیں کیونکہ اس صورت میں بھی جماعت کی فضلیت حاصل ہو جائیگی، اب اگر دوسری جماعت اسی مسجد میں کریں گے تو فعل مکروہ کا ارتکاب لازم آئیگا، اور اگر مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ کریں گے تو مسجد کا ثواب ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوگا، اسلئے بہتر یہی ہے کہ جلدی جلدی وضو کر کے آخری رکعت یا قعدۂ اخیرہ میں شریک ہو جائیں، ہاں البتہ اگر کسی دوسری مسجد میں تاخیر سے جماعت ہوتی ہے اور وہاں مکمل نماز تکبیر اولیٰ کیساتھ پڑھنے کا ارادہ ہے تو پھر توازن اور تقابل کے اعتبار سے بہتر یہی ہے کہ دوسری مسجد میں ہو رہی نماز باجماعت پڑھ لی جائے۔

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ, قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم:مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ جَالِسًا قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ“(۱)

”وكذا الو فاتت أحدهم تكبيرة الافتتاح أو ركعة أو ركعتان، ويمكنه إدراكها في غيره لا يذهب إليه؛ لأنه صار محرزا فضيلة الجماعة في مسجده، فلا يترك حقه“(۲)

---

(۱) سنن الدار قطنی، باب فیمن یدرک من الجمعۃ رکعۃ أولم یدرکہا، حدیث ۱۶۰۵: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۴م، صاحب دار قطنی فرماتے ہیں: اس روایت کو اسطرح نوح بن مریم کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے، اور وہ ضعیف اور متروک الحدیث ہیں)

(۲) الحلبی الكبير لإبراهيم الحلبی، ۶۱۳، دار سعادت، عارف أفندی مطبع، ۱۳۲۵ھ) ”وَلَوْ فَاتَتْهُ نُدِبَ طَلَبُهَا فِي مَسْجِدٍ آخَرَ“ (حاشية ابن عابدين، باب الإمامة: ۵۵۵/۱، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲

جس ہال میں پنج گانہ نماز ہوتی ہو اس میں جماعت ثانیہ کرنا

ہال میں عیدگاہ کا حکم ثابت ہوگا کہ وہاں جنبی وحائضہ کا داخل ہونا جائز ہے، اسلئے کہ وہ شرعی مسجد نہیں ہے؛ البتہ جماعت ثانیہ ممنوع اور ناجائز ہے، اسلئے کہ جماعت ثانیہ کی کراہت کی علت مسجد شرعی ہونے پر نہیں ورنہ اسٹیشن اور مسافر خانہ کی مسجد میں بھی مکروہ ہونی چاہیے تھی، کیونکہ وہ بھی مسجد شرعی ہے بلکہ جماعت ثانیہ کی ممانعت وکراہت کی علت تکثیر جماعت کا متاثر ہونا ہے اور کراہت کی یہ علت مذکورہ ہال میں بھی موجود ہے اسلئے وہاں کے رہنے والوں کیلئے اس ہال میں جماعت ثانیہ مکروہ ہوگی۔(خواہ ہال اسکول، کالج، ہسپتال، یا مدرسہ کا ہو)

”وَلِأَنَّ التَّكْرَارَ يُؤَدِّي إِلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَةِ؛ لِأَنَّ النَّاسَ إِذَا عَلِمُوا أَنَّهُمْ تَفُوتُهُمُ الْجَمَاعَةُ فَيَسْتَعْجِلُونَ فَتَكْثُرُ الْجَمَاعَةُ، وَإِذَا عَلِمُوا أَنَّهَا لَا تَفُوتُهُمْ يَتَأَخَّرُونَ فَتَقِلُّ الْجَمَاعَةُ، وَتَقْلِيلُ الْجَمَاعَةِ مَكْرُوهٌ“(۱)

مسجد تنگ ہونے کی وجہ سے جماعت ثانیہ قائم کرنا

جس مسجد میں امام ومؤذن اور محلہ کے لوگوں نے وقت پر نماز ادا کرلی ہے، اسمیں دوبارہ سہ بارہ جماعت کی گنجائش نہیں ہے، البتہ مسجد تنگ ہے تو وسعت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے یا قریب کی دوسری مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کریں، نیز اس خیال سے جماعت ترک کرنا کہ دوسری یا تیسری جماعت میں شریک ہوجائیں گے یا امامت کا موقع مل جائیگا، یہ قطعاً جائز نہیں ہے، ایسا کرنے والے سخت ترین گناہ گار ہیں، حدیث شریف میں

---

(۱) بدائع الصنائع، فصل بیان محل وجوب الأذان: ۱/۱۵۳، دار الکتب العلمیة، الطبعة الثانیة: ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م

اس پر سخت ترین وعید آئی ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی کو کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں خود ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں شریک نہیں ہیں اور ان کے متعلق کسی کو حکم دوں کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر جمع کر کے ان کے گھروں کو جلا دیں۔(الحدیث) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ لوگوں پر پہلی جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے، اسلئے کہ اگر دوسری یا تیسری جماعت کی اجازت ہوتی تو آنحضرت ﷺ پہلی جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے پر اتنی سختی نہ فرماتے، کیونکہ تیسری جماعت کی اجازت کی صورت میں ان کیلئے عذر ہوتا اور یہ وعید نہ ہوتی لہٰذا معلوم ہوا کہ پہلی جماعت ہی میں شرکت ضروری ہے دوسری یا تیسری جماعت کی اجازت نہیں ہے۔

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ :أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ، فَيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلاةِ، فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ“ (۱)

ایک ہی مسجد میں متعدد بار نماز جمعہ قائم کرنا

ایک ہی مسجد میں جگہ کی تنگی اور دوسری جگہ میسر نہ ہونے کی صورت میں متعدد بار جمعہ کی نماز خطبہ کے ساتھ ادا کرنے کی گنجائش ہے، اس لئے کہ تکرار جماعت کی ممانعت کی اصل علت تقلیل جماعت ہے جو یہاں پر مفقود ہے اور چوں کہ یہاں پر جگہ کی قلت اور انسانوں کی تکثیر کی وجہ سے تکرار جماعت کی ضرورت پڑی ہے جو اصل جماعت کی تقلیل کا سبب نہیں ہے، جیسا کہ مسافروں کی جماعت ثانیہ تقلیل کا سبب نہیں ہے، اور ان کے لئے جماعت ثانیہ کے وقت اقامت کی گنجائش ہوتی ہے، اسی طرح یہاں بھی دوسری تیسری

(۱) صحیح البخاری، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، حدیث:۶۴۴، صحیح المسلم، باب صلاۃ الجماعۃ، وبیان التشدید فی التخلف عنہا، حدیث: ۶۵۱

جماعت کے لئے اقامت کی گنجائش ہوگی۔

”أَنَّا أُمِرْنَا بِتَكْثِيرِ الْجَمَاعَةِ وَفِي تَكْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ وَاحِدٍ تَقْلِيلُهَا لِأَنَّ النَّاسَ إِذَا عَرَفُوا أَنَّهُمْ تَفُوتُهُمُ الْجَمَاعَةُ يُعَجِّلُونَ لِلْحُضُورِ فَتَكْثُرُ الْجَمَاعَةُ وَإِذَا عَلِمُوا أَنَّهُ لَا تَفُوتُهُمْ يُؤَخِّرُونَ فَيُؤَدِّي إِلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَاتِ وَبِهَذَا فَارَقَ الْمَسْجِدَ الَّذِي عَلَى قَارِعَةِ وَبِهَذَا فَارَقَ الْمَسْجِدَ الَّذِي عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ قَوْمٌ مَعْلُومُونَ فَكُلُّ مَنْ حَضَرَ يُصَلِّي فِيهِ فَإِعَادَةُ الْجَمَاعَةِ فِيهِ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ لَا تُؤَدِّي إِلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَاتِ“(۱)

”وَإِذَا عَلِمُوا أَنَّهَا لَا تَفُوتُهُمْ يَتَأَخَّرُونَ فَتَقِلُّ الْجَمَاعَةُ، وَتَقْلِيلُ الْجَمَاعَةِ مَكْرُوهٌ، بِخِلَافِ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى قَوَارِعِ الطُّرُقِ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ لَهَا أَهْلٌ مَعْرُوفُونَ، فَأَدَاءُ الْجَمَاعَةِ فِيهَا مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى لَا يُؤَدِّي إِلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَاتِ“(۲)

بازار کی مسجد میں متعدد جماعت کرنا

جماعت ثانیہ یا متعدد بار ایک مسجد میں جماعت کرنے کی ممانعت کی علت تقلیل جماعت ہے، یعنی جب سب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ متعدد بار جماعت کی جاسکتی ہے تو وقت مقررہ پر پہونچنے کی کوشش نہیں کریں گے، جس کی بناء پر مقتدیوں کی تعداد کم ہوگی، جبکہ شریعت نے ہمیں تکثیر جماعت کا حکم دیا ہے، لہذا تقلیل جماعت کے سبب جماعت ثانیہ سے روکا گیا ہے، لیکن بازار کی مسجد میں چوں کہ مصلیان دیگر محلوں کے ہوتے ہیں اور ایک

---

(۱) المبسوط للسرخسی، باب أذان المراة، ۱/۱۳۵، دار المعرفة، بیروت، النشر: ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳م

(۲) بدائع الصنائع، فصل بیان محل وجوب الأذان: ۱/۱۵۳، دار الکتب العلمیة، الطبعة الثانیة: ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م

وقت میں سب کا مسجد میں سمانا بھی مشکل ہے تو تقلیل جماعت کا سبب نہ ہونے کی وجہ سے بازار کے دنوں میں حسب ضرورت دو بار سہ بار جماعت کرنے کی گنجائش ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

”أَنَّا أُمِرْنَا بِتَكْثِيرِ الْجَمَاعَةِ وَفِي تَكْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ وَاحِدٍ تَقْلِيلُهَا لِأَنَّ النَّاسَ إِذَا عَرَفُوا أَنَّهُمْ تَفُوتُهُمُ الْجَمَاعَةُ يُعَجِّلُونَ لِلْحُضُورِ فَتَكْثُرُ الْجَمَاعَةُ وَإِذَا عَلِمُوا أَنَّهُ لَا تَفُوتُهُمْ يُؤَخِّرُونَ فَيُؤَدِّي إِلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَاتِ“ (۱)

ہاں اگر بازار کی مساجد جن میں جماعت کا وقت مقرر ہو اور امام ومقتدی حضرات بھی متعین ہوں، تو ان میں جماعت ثانیہ ہیئت اولیٰ کے ساتھ مکروہ ہے، اور جن مساجد میں نہ تو جماعت کا وقت مقرر ہے اور نہ امام ومقتدی متعین ہیں، بلکہ جو بھی آتا ہے وہ اپنی نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے، تو ان میں متعدد جماعتیں کرنا مکروہ نہیں ہے۔

”كَمَا فِي مَسْجِدٍ لَيْسَ لَهُ إِمَامٌ وَلَا مُؤَذِّنٌ وَيُصَلِّي النَّاسُ فِيهِ فَوْجًا فَوْجًا، فَإِنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ يُصَلِّيَ كُلُّ فَرِيقٍ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ عَلَى حِدَةٍ“ (۲)

بازاری لوگوں کا مسجد میں باری باری جماعت کرنا؟

سوال: ایک جگہ ہفتہ میں دو مرتبہ بازار لگتا ہے اور چوں کہ مسلمانوں کی کثیر آبادی ہے، اس لئے مسلمان عام طور پر عصر اور مغرب کی نماز ادا کرتے ہیں اس میں جماعت ثانیہ ثالثہ

رابعہ خامسہ اسی طرح جتنی مرتبہ دل چاہیے جماعت کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) المبسوط للسرخسی، باب أذان المراۃ، ۱/ ۱۳۵، دارالمعرفۃ، بیروت، النشر ۱۴۱۴ھ ـ ۱۹۹۳م)

(۲) حاشیۃ ابن عابدین، باب ال اِمامۃ: ۱/ ۵۵۳، دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ ـ ۱۹۹۲)

جواب: اگر نماز مسجد میں پڑھی جارہی ہے، اور اس مسجد کے امام اور مصلیان متعین ہیں تو وہاں دوسری مرتبہ جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر مسجد ایسی واقع ہے جہاں نہ تو امام متعین ہے اور نہ نمازی ہی متعین ہیں، بلکہ لوگ آتے ہیں اور خود جماعت کر کے چلے جاتے ہیں تو وہاں متعدد جماعت کرنا جائز ہے، اسی طرح مسجد کے علاوہ کسی خاص جگہ یا مکان وغیرہ میں باجماعت متعدد مرتبہ پڑھی جاتی ہے، تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں۔(۱)

"يُكْرَهُ تكْرَارُ الْجمَاعَةِ فِي مَسْجِدِ مَحلّةٍ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، إلّا إذَا صَلّى بِهِمَا فِيهِ أَوّلًا غيرُ أَهْلِهِ، لَوْ أَهْلُهُ لكِنْ بِمُخَافَتَةِ الْأَذَانِ، وَلَوْ كرّرَ أَهْلُهُ بِدُونِهِمَا أَوْ كَانَ مَسْجِدَ طَرِيقٍ جَازَ إجْمَاعًا؛ كَمَا فِي مَسْجِدٍ لَيْسَ لَهُ إمَامٌ وَلَا مُؤَذّنٌ وَيُصَلِّي النّاسُ فِيهِ فَوْجًا فَوْجًا، فَإِنّ الْأَفْضَلَ أَنْ يُصَلِّيَ كُلُّ فَرِيقٍ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ عَلَى حِدَةٍ كَمَا فِي أَمَالِي قَاضِي خَانْ اهـ وَنَحْوُهُ فِي الدُّرَرِ، وَالْمُرَادُ بِمَسْجِدِ الْمَحلّةِ مَا لَهُ إمَامٌ وَجَمَاعَةٌ مَعْلُومُونَ"(۲)

"بِخِلَافِ الْمَسَاجِدِ الّتِي عَلَى قَوَارِعِ الطُّرُقِ؛ لِأَنّهَا لَيْسَتْ لَهَا أَهْلٌ مَعْرُوفُونَ، فَأَدَاءُ الْجَمَاعَةِ فِيهَا مَرّةً بَعْدَ أُخْرَى لَا يُؤَدّي إلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَاتِ"(۳)

کن صوروں میں جماعت ثانیہ جائز اور کن صورتوں میں ممنوع

مسجد کے اندر تکرار جماعت کا حکم مختلف ہے ہر صورت کا حکم الگ الگ درج ہے

---

(۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۷۲، نماز باجماعت کی اہمیت واحکام، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، سن اشاعت: ربیع الاول، ۱۴۳۹ھ۔ مطابق دسمبر ۲۰۱۷م ۷۲

(۲) حاشیۃ ابن عابدین، باب ال إمامۃ: ۱/ ۵۵۳، دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲

(۳) بدائع الصنائع، فصل بیان محل وجوب الأذان: ۱/ ۱۵۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶م

(۱)مسجد طریق ہو جس کے نمازی معین نہ ہوں۔

(۲)امام ومؤذن معین نہ ہوں۔

(۳)مسجد محلہ میں اہل محلہ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جماعت کی ہو۔

(۴)مسجد محلہ میں اہل محلہ نے بلا اعلان اذان یا بلا اذان جماعت کی ہو ان تمام صورتوں میں جماعت ثانیہ بالاجماع جائز ہے۔

(۵)مسجد محلہ میں اہل محلہ نے اعلان اذان سے جماعت کی ہو اور تکرار جماعت بھی بالاتفاق اذان سے ہو تو تکرار جماعت بلا اذان ہو اور جماعت ثانیہ ہیئت اولیٰ ہی پر ہو یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں، اہل محلہ نے محراب سے عدول کر کے جماعت ثانیہ کی ہو تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، اور یہی مفتی بہ قول ہے۔(۱)

”عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، »نَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَقْبَلَ مِنْ بَعْضِ نَوَاحِي الْمَدِينَةِ يُرِيدُ الصَّلَاةَ، فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، فَذَهَبَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَجَمَعَ أَهْلَهُ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ“(۲)

”وَيُكْرَهُ تَكْرَارُ الْجَمَاعَةِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ فِي مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ لَا فِي مَسْجِدِ طَرِيقٍ أَوْ مَسْجِدٍ لَا إمَامَ لَهُ وَلَا مُؤَذِّنَ (تحته فى الشاميه) (قَوْلُهُ وَيُكْرَهُ) أَيْ تَحْرِيمًا يُكْرَهُ تَكْرَارُ الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، إلَّا إذَا صَلَّى بِهِمَا فِيهِ أَوَّلًا غَيْرُ أَهْلِهِ، لَوْ أَهْلُهُ لَكِنْ بِمُخَافَتَةِ الْأَذَانِ، وَلَوْ كَرَّرَ أَهْلُهُ بِدُونِهِمَا أَوْ كَانَ مَسْجِدَ طَرِيقٍ جَازَ إجْمَاعًا؛ كَمَا فِي مَسْجِدٍ لَيْسَ لَهُ إمَامٌ

---

(۱) احسن الفتاوی ۳/ ۳۲۲، ۳۲۶، مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲) المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۷/ ۵۰، حدیث ۶۸۲۰: دارالحرمین، القاہرۃ۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس روایت کو طبرانی نے اوسط اور کبیر میں روایت کیا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں، مجمع الزائد، باب فیمن جاء إلی المسجد فوجد الناس قد صلوا، حدیث ۲۱۷۷: مکتبۃ القدسی، القاہرۃ عام النشر ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴م۔

وَلَا مُؤَذِّنٌ وَيُصَلِّي النَّاسُ فِيهِ فَوْجًا فَوْجًا.... أَنَّهُ إِذَا لَمْ تَكُنْ الْجَمَاعَةُ عَلَى الْهَيْئَةِ الْأُولَى لَا تُكْرَهُ وَإِلَّا تُكْرَهُ، وَهُوَ الصَّحِيحُ، وَبِالْعُدُولِ عَنْ الْمِحْرَابِ تَخْتَلِفُ الْهَيْئَةُ كَذَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ انْتَهَى. وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ عَنْ الْوَلْوَالِجِيَّةِ: وَبِهِ نَأْخُذُ"(۱)

بریلوی امام ہونے کی وجہ سے جماعت ثانیہ کرنا

سوال: ہمارے یہاں دو عقیدہ کے لوگ ہیں (دیوبندی، بریلوی) بریلوی والے جہلاء لوگ ہیں اور مسجد پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں، امامت کرتے ہیں، دیوبندی علماء کو کافر اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں علاوہ ازیں دیوبندی علماء تنازع اور تصادم کی وجہ سے جماعت میں شریک ہونے سے گریز کرتے ہیں۔ اس حالت میں ہم چند عوام جو جماعت سے محروم رہ جاتے ہیں حالانکہ دیوبندی علماء بھی موجود ہیں اس لئے ہم جماعت اولی ترک کر کے جماعت ثانیہ سے نماز ادا کرتے ہیں ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً بریلوی لوگوں کے اس تشدد کے باجود یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ وہ لوگ وہاں جماعت سے نماز پڑھیں اور آپ لوگ بیٹھے رہیں پھر ان کے بعد اپنے امام کے پیچھے جماعت ثانیہ کریں یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے یا تو ان کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں یا دوسری مسجد میں پڑھیں اور اعلی بات یہ ہے کہ ان کے امام کی اصلاح کریں کہ وہ فتنہ کی بات نہ کہے اور عقیدہ صحیح کرلے اور اس کو جو غلط فہمی ہو اس کو اہل علم سے حل کرے۔

مسجد سے متصل خارجی حصہ میں جماعت ثانیہ کرنا

اہل محلہ اگر مسجد سے متصل خارجی حصہ میں روزانہ جماعت کا معمول بنائیں گے، تو اس سے اصل جماعت میں یقیناً فرق پڑنے لگے گا، اسلئے خارجی حصہ میں تکرار جماعت کا معمول

(۱) حاشیۃ ابن عابدین، باب الإمامۃ: ۱/ ۵۵۳، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲ء

بنانا جائز نہیں؛ البتہ اتفاقاً اگر کبھی کسی ضرورت سے وہاں جماعت کر لی جائے تو منع نہیں۔

"وَلِأَنَّ التَّكْرَارَ يُؤَدِّي إِلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَةِ؛ لِأَنَّ النَّاسَ إِذَا عَلِمُوا أَنَّهُمْ تَفُوتُهُمُ الْجَمَاعَةُ فَيَسْتَعْجِلُونَ فَتَكْثُرُ الْجَمَاعَةُ، وَإِذَا عَلِمُوا أَنَّهَا لَا تَفُوتُهُمْ يَتَأَخَّرُونَ فَتَقِلُّ الْجَمَاعَةُ، وَتَقْلِيلُ الْجَمَاعَةِ مَكْرُوهٌ" (۱) "وفناء المسجد له حكم المسجد حتى لو اقتدى بالامام منه يصح اقتدائه، وان لم تتصل الصفوف، ولا المسجد ملآن، وينبغي أن يختص بهذا الحكم دون حرمة المرور الجنب ونحوه" (۲)

جس مسجد میں امام ومؤذن متعین ہوں وہاں جماعت ثانیہ

جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر ہوں تو ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے، اور جس مسجد میں امام مؤذن مقرر نہیں تو اس میں محراب سے ہٹ کر جماعت ثانیہ کرنے کی گنجائش ہے۔

اور وہ جگہ جو مسجد سے خارج ومگر مسجد کے متعلقات سے مثلاً وضوء خانہ حوضِ جوتے نکالنے کی جگہ ہو وہاں دوبارہ جماعت کرنا جائز ہے، جب کہ احیاناً (کبھی کبھی) ہو عادتاً نہ ہو۔ (۳)

"وَيُكْرَهُ تَكْرَارُ الْجَمَاعَةِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ فِي مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ لَا فِي

---

(۱) بدائع الصنائع، فصل بيان محل وجوب الأذان: ۱/۱۵۳، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶م

(۲) الحلبی الكبير لإبراهيم الحلبی، ۶۱۳، دار سعادت، عارف أفندی مطبع، ۱۳۲۵ھ

(۳) فتاوی دارالعلوم دیوبند ۳: /۷۴، ۷۵، نماز با جماعت کی اہمیت واحکام، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، سن اشاعت: ربیع الاول، ۱۴۳۹ھ۔ مطابق دسمبر ۲۰۱۷م

مَسْجِدِ طَرِيقٍ أَوْ مَسْجِدٍ لَا إِمَامَ لَهُ وَلَا مُؤَذِّنَ"۔(۱)

"عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ إِذَا لَمْ تَكُنِ الْجَمَاعَةُ عَلَى الْهَيْئَةِ الْأُولَى لَا تُكْرَهُ وَإِلَّا تُكْرَهُ، وَهُوَ الصَّحِيحُ"۔(۲)

مسجد کی چھت یا احاطہ میں جماعت کرنا

اگر محلہ والوں نے وقت مقررہ پر جماعت کرلی ہے تو بعد میں آنے والوں کو ایسی مسجد میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے خواہ مسجد کی چھت پر ہو یا احاطہ مسجد میں اور اس طرح تکرار جماعت کی عادت بنالینا اشد درجہ کراہت ہے، اور اس کا ترک واجب ہے، البتہ دوران سفر اگر مسافر حضرات ایسے وقت میں مسجد پہنچیں کہ جماعت ہو چکی تھی تو ان کے لئے دوبارہ جماعت کرنے کی اجازت ہے۔

"وَيُكْرَهُ تَكْرَارُ الْجَمَاعَةِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ فِي مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ لَا فِي مَسْجِدِ طَرِيقٍ"(۳)

روى البخاری تعليقا: "وَجَاءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ :إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيهِ، فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً"(۴)

اسٹیشن کی مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم

اسٹیشن کی مسجد میں اگر باقاعدہ امام اور نمازی مقرر نہ ہوں، تو وہاں جماعت ثانیہ مطلقاً جائز ہے، اور اگر باقاعدہ امام اور نمازی مقرر ہوں، تو اس کے پاس رہنے والوں کے لئے جماعت ثانیہ مطلقاً مکروہ ہے، لیکن جو مسافر وہاں آتے جاتے ہیں ان کے لئے تکرار جماعت

---

(۱) حاشية ابن عابدين، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲

(۲) حاشية ابن عابدين، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲

(۳) شامی: ۲/۲۸۸ زکریا

(۴) صحيح البخاری، صلاة الجماعة: ۱/۱۳۱، تعليقا، دار طوق النجاة، الطبعة الاولى: ۱۴۲۲ھ

مکروہ نہیں ہے۔

”وَلَوْ كَرَّرَ أَهْلُهُ بِدُونِهِمَا أَوْ كَانَ مَسْجِدَ طَرِيقٍ جَازَ إجْمَاعًا؛ كَمَا فِي مَسْجِدٍ لَيْسَ لَهُ إمَامٌ وَلَا مُؤَذِّنٌ وَيُصَلِّي النَّاسُ فِيهِ فَوْجًا فَوْجًا، فَإِنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ يُصَلِّيَ كُلُّ فَرِيقٍ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ عَلَى حِدَةٍ ..وَأَمَّا مَسْجِدُ الشَّارِعِ فَالنَّاسُ فِيهِ سَوَاءٌ لَا اخْتِصَاصَ لَهُ بِفَرِيقٍ دُونَ فَرِيقٍ اهـ وَمِثْلُهُ فِي الْبَدَائِعِ وَغَيْرِهَا“(۱)

”بِخِلَافِ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى قَوَارِعِ الطُّرُقِ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ لَهَا أَهْلٌ مَعْرُوفُونَ، فَأَدَاءُ الْجَمَاعَةِ فِيهَا مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى لَا يُؤَدِّي إلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَاتِ“(۲)

مسافر حضرات کا محلہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ کرنا؟

اگر مسافر حضرات محلہ کی مسجد میں تداعی اور اذان کے بغیر باجماعت نماز پڑھ لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ان کے لئے مسجد کی حدود میں رہ کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

”عن الجعد أبی عثمان قال مر بنا أنس بن مالک فی مسجد بنی ثعلبة فقال أصليتم؟قال قلنا نعم وذاک صلاة الصبح فأمر رجلاً فأذن وأقام ثم صلى بأصحابه“(۳)

---

(۱) حاشية ابن عابدين، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲

(۲) بدائع الصنائع، فصل بيان محل وجوب الأذان: ۱/۱۵۳، دار الكتب العلمية، الطبعة الثانية: ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶م

(۳) مسند ابی یعلی، باب من فاتته صلاة أذن لكل صلاة، حدیث ۲۲۰: ، دار الكتب العلمية، بیروت، لبنان، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ مجمع الزائد، باب ما جاء فيمن صلى بغير اذان ولا إقامة، مكتبة القدسی، القاهرة عام النشر: ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴م۔

”قال العلامة ظفر أحمد العثمانی بعد نقل هذا الحديث فهو يحتمل أن يكون المسجد مسجد الطريق او نحوه مما لا يكرهون التكرار فيه، ويرجح هذا الاحتمال تكراره رضى الله عنه الأذان والاقامة الذى لا يجوزه من جوز تكرار الجماعة فى مسجد المحلة“(۱) ”وَرُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ إنَّمَا يُكْرَهُ إذَا كَانَتْ الثَّانِيَةُ عَلَى سَبِيلِ التَّدَاعِي وَالِاجْتِمَاعِ“(۲) ”(وَكُرِهَ تَرْكُهُمَا) مَعًا (لِمُسَافِرٍ) وَلَوْ مُنْفَرِدًا (وَكَذَا تَرْكُهَا) لَا تَرْكُهُ لِحُضُورِ الرُّفْقَةِ (بِخِلَافِ مُصَلٍّ) وَلَوْ بِجَمَاعَةٍ ..وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: لَوْ اكْتَفَوْا بِأَذَانِ النَّاسِ أَجْزَأَهُمْ وَقَدْ أَسَاءُوا فَفَرَّقَ بَيْنَ الْوَاحِدِ وَالْجَمَاعَةِ فِي هَذِهِ الرِّوَايَةِ(۳)

فَإِنْ صَلَّى فِيهِ قَوْمٌ مِنْ الْغُرَبَاءِ بِالْجَمَاعَةِ فَلِأَهْلِ الْمَسْجِدِ أَنْ يُصَلُّوا بَعْدَهُمْ بِجَمَاعَةٍ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ لِأَنَّ إقَامَةَ الْجَمَاعَةِ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ حَقُّهُمْ“(۴)

عازمین سفر کا مصلی پر اذان اقامت کہہ کر جماعت کرنا؟

ظہر کی جماعت دو بجے ہوری ہے، چند ساتھیوں کی ایک جماعت سفر پر جارہی ہے،

---

(۱)اعلاء السنن للعلامة ظفر احمد العثمانی ، کراهة تکرار الجماعة فی مسجد المحلة، ۲۸۰/۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراتشی۔)

(۲) بدائع الصنائع، فصل بيان محل وجوب الأذان: ۱۵۳/۱،دارالکتب العلمية، بیروت، الطبعة الثانية :۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م

(۳)حاشية ابن عابدين،باب فائدة التسليم بعد الاذان، ۳۹۴/۱،،دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲

(۴) البحر الرائق شرح کنز الدقائق،صفة الإمامة فی الصلاة : ۳۶۲/۱،دار الكتاب الإسلامی

ڈیڑھ بجے گاڑی ہے، یہ جماعت مسجد میں آہستہ سے ایک بجے اذان پڑھ کر اور مسجد میں اسی مصلی پر جہاں امام نماز پڑھاتا ہے، باقاعدہ اقامت سے جماعت کر کے ایک بجے اپنے سفر پر روانہ ہو جائے تو واضح رہیکہ نماز کے طے شدہ وقت سے پہلے محلہ کے چند لوگوں کا مل کر اذان و اقامت کے ساتھ امام کے مصلی پر باجماعت نماز ادا کرنا مکروہ ہے، اور متعینہ وقت ہو جانے پر معمول کے مطابق جو نماز جماعت سے ادا کی جائے گی وہ بلا کراہت جائز اور درست ہوگی، اور آئندہ اگر اس طرح کی ضرورت پڑ جائے تو عازمین سفر اہل محلہ کو مسجد کی حدود سے باہر جماعت کرنی چاہیے۔

”وَلَوْ صَلّٰى بَعْضُ أَهْلِ الْمَسْجِدِ بِإِقَامَةٍ وَجَمَاعَةٍ ثُمَّ دَخَلَ الْمُؤَذِّنُ وَالْإِمَامُ وَبَقِيَّةُ الْجَمَاعَةِ فَالْجَمَاعَةُ الْمُسْتَحَبَّةُ لَهُمْ وَالْكَرَاهَةُ لِلْأَوْلَى“(۱) وفی ”المدونة“ قلت لابن القاسم أرأيت مسجد اله امام راتب ان مربه قوم فجمعوا فيه صلوة من الصلوات للامام أن يعيد تلك الصلاة فيه بجماعة؟ قال: نعم (۲) ”فَإِنْ صَلّٰى فِيهِ قَوْمٌ مِنَ الْغُرَبَاءِ بِالْجَمَاعَةِ فَلِأَهْلِ الْمَسْجِدِ أَنْ يُصَلُّوا بَعْدَهُمْ بِجَمَاعَةٍ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ لِأَنَّ إِقَامَةَ الْجَمَاعَةِ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ حَقُّهُمْ“ (۳)

بارش کی وجہ سے تکرار جماعت؟

اگر کوئی اور جگہ دستیاب نہ ہو، تو بارش کی شدت کی وجہ سے ایک ہی مسجد میں تکرار

(۱) الفتاوى الهندية، الأول في صفة الأذان: ۵۴/۱، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية: ۱۳۱۰ھ

(۲) اعلاء السنن للعلامة ظفر احمد العثمانى، كراهة تكرار الجماعة فى مسجد المحلة، ۲۸۴/۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى۔

(۳) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، صفة الإمامة في الصلاة: ۳۶۶/۱، دار الكتاب الإسلامي

جماعت کی گنجائش ہے۔

”وَاخْتُلِفَ فِي كَوْنِ الْأَمْطَارِ وَالثُّلُوجِ وَالْأَوْحَالِ وَالْبَرْدِ الشَّدِيدِ عُذْرًا وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ :إنْ اشْتَدَّ التَّأَذِّي بِعُذْرٍ قَالَ الْحَسَنُ : أَفَادَتْ هَذِهِ الرِّوَايَةُ أَنَّ الْجُمُعَةَ وَالْجَمَاعَةَ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ لَيْسَ عَلَى مَا ظَنَّهُ الْبَعْضُ أَنَّ ذَلِكَ عُذْرٌ فِي الْجَمَاعَةِ لِأَنَّهَا سُنَّةٌ لَا فِي الْجُمُعَةِ لِأَنَّهَا مِنْ آكَدِ الْفَرَائِضِ“(۱)

جماعت ثانیہ کے لئے اذان وتکبیر کہنا

دوسری مرتبہ جو جماعت ادا کی جارہی ہے اس کے لئے اذان و اقامت نہیں کہی جائے گی۔

’عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، أَنَّهُ سَأَلَ رَجُلٌ، قَالَ :دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّى أَهْلُهُ، أُؤَذِّنُ؟ قَالَ» :قَدْ كُفِيتَ ذَلِكَ“(۲)

’عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ»:دَخَلْتُ مَعَ إِبْرَاهِيمَ، مَسْجِدَ مُحَارِبٍ، فَأَمَّنِي، وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ“(۳)

”وَإِنْ صَلَّى فِيهِ أَهْلُهُ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ أَوْ بَعْضُ أَهْلِهِ يُكْرَهُ لِغَيْرِ أَهْلِهِ وَلِلْبَاقِينَ مِنْ أَهْلِهِ أَنْ يُعِيدُوا الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ“(۴)

”وَيُكْرَهُ تَكْرَارُ الْجَمَاعَةِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ فِي مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ“(۵)

---

(۱) حاشیۃ ابن عابدین، باب الإمۃ: ۱/۵۵۵، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲

(۲) مصنف ابن شیبہ، من قال لاتؤذن فیہ، و لاتقیم تکفیک إقامتھم، حدیث: ۲۳۰۲

(۳) مصنف ابن شیبہ، من قال لاتؤذن فیہ، و لاتقیم تکفیک إقامتھم، حدیث: ۲۳۰۴۔

(۴) بدائع الصنائع، فصل بیان محل وجوب الأذان : ۱/۱۵۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ: ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶م

(۵) حاشیۃ ابن عابدین، باب الإمامۃ: ۱/۵۵۲، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲

کیا فرائض کی طرح تراویح میں بھی تعداد جماعت مکروہ ہے؟

سوال: رمضان میں کثرت حفاظ کی وجہ سے مساجد میں عموماً تراویح کی کئی جماعتیں ہوتی ہیں۔ جماعت کے بعد کچھ لوگ اپنے گھر چلے جاتے ہیں اور کچھ حفاظ کے پیچھے تراویح پڑھتے ہیں، اور کچھ لوگ مسجد کی دوسری تیسری منزل یا ملحقہ حجروں میں اپنے طور پر تراویح میں قرآن پڑھتے اور سنتے ہیں، اس طرح ایک ہی مسجد میں تراویح کے متعلق سے بلا تصادم و بلا انتشار کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں۔ دلیل دیتے ہیں کہ حفاظ کے حفظ کی حفاظت کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں، ورنہ نہ سنانے سے یہ لوگ بھول جائیں گے اور آگے پیچھے جماعت کرنے والے یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ کاروبار بھی چلتا رہے اور دوکان و فیکٹری کے لوگ آگے پیچھے پڑھتے ہیں؟

جواب: جماعت ثانیہ کے بارے میں جو حکم فرائض کا ہے وہی تراویح کا بھی ہے، جس مسجد میں متعدد تراویح کی جماعتیں ہوتی ہیں، خواہ ایک وقت میں ہوں یا الگ الگ وقتوں میں ہو، خواہ آپس میں آوازیں ٹکراتی ہوں یا نہ ٹکراتی ہوں، خواہ محلہ والے پڑھیں یا انکے علاوہ بہر صورت تکرار مکروہ ہے، البتہ آواز ٹکرانے والی شکل میں کراہت شدید ہوگی اور آواز نہ ٹکرتی ہو تو کراہت میں تخفیف ہوگی، اور یہ کہنا کہ مسجد میں تکرار جماعت نہ ہو تو حفاظ اپنا حفظ بھول جائیں گے، یہ عذر لنگ ہے، اس لئے کہ حفاظ اپنے گھروں میں یا خارج مسجد کسی بھی جگہ تراویح کی جماعت کا اہتمام کرسکتے ہی، اور کاروباری لوگوں کا مختلف اوقات میں ایک ہی مسجد میں الگ الگ تراویح پڑھنے کا عذر بھی غیر معتبر ہے، اس کا حل یہ نہیں ہے کہ تکرار جماعت ہو بلکہ اس کا حل یہ ہے کہ مختلف مساجد میں جماعت کے اوقات ہی میں حسب ضرورت فرق رکھا جائے جیسا کہ بازار کی مساجد میں فرائض کے اوقات میں فرق رکھا جاتا ہے۔ اور جب بھی تعدد جماعت ہوگی اصل جماعت میں تقلیل لازم آئے گی اس لئے فی الجملة تقلیل جماعت علت کراہت جماعت تراویح میں موجود ہے، بریں بنا یہ کراہت مرتفع نہ

ہوگی۔

”لو صلی التراویح مرتین فی مسجد واحد یکرہ“ (۱) ”ان صلوا بالجماعة فی البیت والصحیح أن للجماعة فی البیت فضیلة وللجماعة فی المسجد فضلیة أخری فهذا جاء بأحد الفضیلتین، وترک الفضیلة الزائدة وفی الخانیة والصحیح أن أدائها بالجماعة فی المسجد أفضل“۔ (۲)

”أَنَّا أُمِرْنَا بِتَكْثِيرِ الْجَمَاعَةِ وَفِي تَكْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ وَاحِدٍ تَقْلِيلُهَا لِأَنَّ النَّاسَ إذَا عَرَفُوا أَنَّهُمْ تَفُوتُهُمْ الْجَمَاعَةُ يُعَجِّلُونَ لِلْحُضُورِ فَتَكْثُرُ الْجَمَاعَةُ وَإِذَا عَلِمُوا أَنَّهُ لَا تَفُوتُهُمْ يُؤَخِّرُونَ فَيُؤَدِّي إلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَاتِ“ (۳)

افطاری میں تاخیر سے جماعت ثانیہ

سوال: بعض مساجد میں افطاری کے لئے کھانا لایا جاتا ہے مغرب کی اذان کے ساتھ روزہ افطار کر کے کھانے لگتے ہیں جس میں اکثر لوگ تو نیچے بیٹھ کر روزہ افطار کرتے ہیں۔ اذان ہونے کے بعد دس منٹ کا وقفہ کر کے جماعت کھڑی ہوتی ہے اور بعض حضرات چھت پر روزہ افطار کرتے ہیں۔ ہر مصلی اطمینان سے افطاری سے فارغ ہو کر جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ مگر چھت والے حضرات جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔ جب نیچے جماعت تمام ہوتی ہے تب چھت والے حضرات دوسری جماعت کرتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بہتر یہ ہے کہ جماعت اولیٰ میں شامل ہوں اور جماعت کے ہوتے ہوئے

---

(۱) خانیة علی هامش الهندیة ۱/ ۲۳۴، مکتبہ زکریا دیوبند

(۲) الفتاوی التاتارخانیة ۲/ ۳۲، حدیث ۲۵۳۹: زکریا بک ڈپو، دیوبند

(۳) المبسوط للسرخسی، باب أذان المراة، ۱/ ۱۳۵، دار المعرفة، بیروت، النشر: ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳م

کھانے پینے میں مشغول نہ ہوں۔الابضرورۃ اور نیچے والوں کو یہ چاہیے کہ کچھ اور وقفہ کردیں تاکہ سب بااطمینان کچھ کھا کر شامل جماعت ہوجاویں۔

جماعت ثانیہ میں شرکت کی جائے یا نہیں؟

سوال: جماعت ثانیہ مکروہ ہے اگر بندہ مسجد محلہ میں پہنچے اور جماعت ثانیہ تیار ہو، یا ہورہی ہو تو شریک ہوجائے یا دوسری مسجد میں جہاں جماعت کے ساتھ شریک ہوسکنے کا گمان ہو چلا جاوے؟

الجواب: دوسری مسجد میں چلا جاوے، یا ہوسکے تو اورلوگوں کے ساتھ کسی دوسری جگہ خارج مسجد جماعت کرلیوے۔

”وَإِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الطَّلَبُ فِي مَسْجِدٍ آخَرَ عَلَيْهِ الطَّلَبُ فِي مَسْجِدٍ آخَرَ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ أَصْحَابِنَا لٰكِنْ إِنْ أَتَى مَسْجِدًا آخَرَ لِيُصَلِّيَ بِهِمْ مَعَ الْجَمَاعَةِ فَحَسَنٌ وَإِنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِ حَيِّهِ فَحَسَنٌ وَذَكَرَ الْقُدُورِيُّ أَنَّهُ يَجْمَعُ فِي أَهْلِهِ وَيُصَلِّي بِهِمْ“(۱)

امام پہلے جو شخص نماز پڑھے وہ جماعت کے حکم میں نہیں

ایک مسجد کا امام صبح کے وقت دیر سے آتا ہے۔ایک مقتدی جلدی آتا ہے،اور وہ نماز میں قراءۃ بالجہر پڑھتا ہے اور ایک نمازی اس مقتدی کے ساتھ شامل نہیں ہوتا بلکہ امام کا منتظر رہتا یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: جماعت اولی وہی ہوتی ہے جو امام محلہ کے ساتھ ادا کرتا ہے پس اس نمازی کو انتظار جماعت امام محلہ کرنا چاہیے۔

---

(۱) لفتاوی الهندية، فی بیان من هو أحق بالإمامة: ۱/۸۳، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية: ۱۳۱۰

”وَلَوْ صَلّٰی بَعْضُ أَهْلِ الْمَسْجِدِ بِإِقَامَةٍ وَجَمَاعَةٍ ثُمَّ دَخَلَ الْمُؤَذِّنُ وَالْإِمَامُ وَبَقِيَّةُ الْجَمَاعَةِ فَالْجَمَاعَةُ الْمُسْتَحَبَّةُ لَهُمْ وَالْكَرَاهَةُ لِلْأُوْلٰی“ (۱)

ایک جماعت کے وقت دوسری جماعت جائز ہے یا نہیں؟

مسجد میں جب کہ جماعت اہل حدیث کی ہو رہی ہو اور نماز بھی جہری، اس وقت حنفیوں کو دوسری جماعت کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: غیر مقلد کو امام نہ بنانا چاہیے اور اگر ہوگیا تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے، مگر احتمال کراہت وفساد ہے، علیحدہ جماعت اسی مسجد میں نہ کرنی چاہیے اگر علیحدہ جماعت کرے تو دوسری جگہ کرے، نیز دراصل امام متعین کی جماعت کا اعتبار ہے اگر چہ اہل حدیث امام متعین ہیں اسکی جماعت مکروہ ہوگی۔

”وَلَوْ صَلّٰی بَعْضُ أَهْلِ الْمَسْجِدِ بِإِقَامَةٍ وَجَمَاعَةٍ ثُمَّ دَخَلَ الْمُؤَذِّنُ وَالْإِمَامُ وَبَقِيَّةُ الْجَمَاعَةِ فَالْجَمَاعَةُ الْمُسْتَحَبَّةُ لَهُمْ وَالْكَرَاهَةُ لِلْأُوْلٰی. كَذَافِي الْمُضْمَرَاتِ“ (۲)

امن وامان میں خلل یا فساد کا اندیشہ ہو تو جماعت سے روکنا؟

سوال: اگر کسی نماز کے ذریعہ سے حفظ امن میں خلل واقع ہوتا ہو اور شر وفساد کا اندیشہ ہو یا عام نمازیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور اذیت پہنچتی ہو تو ایسے شخص کو بغرض حفظ امن وانسداد شر وفساد جماعت سے روک دینا کیا شرع کے خلاف ہے؟

الجواب: جو شخص کہ حفظ امن میں خلل انداز ہو اور باعث شر وفساد ہو اور عام نمازیوں کو

---

(۱) الفتاوی الھندیة، فی بیان من هو أحق بالإمامة: ۱/ ۸۳، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة: ۱۳۱۰

(۲) الفتاوی الھندیة، فی بیان من هو أحق بالإمامة: ۱/ ۵۴، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة: ۱۳۱۰

تکلیف دہ اور ایذا رساں ہو اور اس کا فعل موجب اشتعال ہو، اس کو جماعت سے روکنا قانون شرع کے مطابق ہے۔حدیثیں اور آثار اور اقوال فقہاء اس پر صاف دال ہیں۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کچی لہسن پیاز کھانے والوں کو مسجد سے روک دیا۔بلکہ مسجد سے نکال دیا، نیز آپؐ نے عورتوں کو جو خوشبوں لگائے ہوں مسجد میں آنے سے بخوف فتنہ منع کر دیا۔نیز آپؐ نے ان لوگوں کے حق میں جو نمازی کے سامنے سے چلے جائیں جس سے نمازی کے خشوع وخضوع میں فرق آنے کا احتمال ہے۔اگرچہ نماز نہیں جاتی۔فرمایا

”فَلْيَدْفعهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ“(۱)

نیز آپ نے اس شخص کو جس نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا، امامت سے معزول کر دیا اور اس کو خدا اور رسول کا موذی قرار دیا تھا، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان لوگوں کو جو مسجد میں جمع ہو کر بآواز بلند ذکر اور ورد میں مشغول تھے مبتدع قرار دیکر مسجد سے نکلوا دیا اور فقہاء نے بھی تصریح کی ہے کہ کچی لہسن و پیاز کھانے والوں کو اور ایسے ہی گندہ دہن اور جذامی اور برص اور ماہی فروش کا اور کل موذی کو اگرچہ وہ زبان سے ایذہ پہنچاتا ہو مسجد میں آنے سے روک دینا چاہیے۔بطور نمونہ کے چند روایات اور عبارات محدثین وفقہاء ملاحظہ فرمائے

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: انْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، وَلَا يُؤْذِيَنَّا بِرِيحِ الثُّومِ“(۲)

وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: ثُمَّ إِنَّكُمْ، أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ لَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ، هَذَا الْبَصَلَ وَالثُّومَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ صلى الله عليه وآله وسلم إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ، أَمَرَ

---

(۱) صحیح البخاری، باب یرد المصلی من مر بین یدیه، حدیث: ۵۰۹

(۲) مسلم، باب نهی من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها، حدیث: ۵۶۲

بِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ، فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا"(۱)

"امام نووی شریف شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ

"فَلَا يَقْرَبَنَّ الْمَسَاجِدَ هَذَا تَصْرِيحٌ يَنْهَى مَنْ أَكَلَ الثَّوْمَ وَنَحْوَهُ عَنْ دُخُولِ كُلِّ مَسْجِدٍ وَهَذَا مَذْهَبُ الْعُلَمَاءِ كَافَّةً"(۲)

اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"وَأَلْحَقَ بَعْضُهُمْ بِذَلِكَ مَنْ بِفِيهِ بَخرٌ أَوْ بِهِ جُرْحٌ لَهُ رَائِحَةٌ وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَأَلْحَقَ أَصْحَابَ الصَّنَائِعِ كَالسَّمَّاكِ وَالْعَاهَاتِ كَالمجذومِ وَمن يُؤْذِى النَّاسَ بِلِسَانِهِ"(۳)

لِمَا صَحَّ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ أَخْرَجَ جَمَاعَةً مِنَ الْمَسْجِدِ يُهَلِّلُونَ وَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ جَهْرًا وَقَالَ لَهُمْ "مَا أَرَاكُمْ إِلَّا مُبْتَدِعِينَ"(۴)

اور درمختار میں ہے

"وَأَكْلُ نَحْوِ ثُومٍ، وَيُمْنَعُ مِنْهُ؛ وَكَذَا كُلُّ مُؤْذٍ وَلَوْ بِلِسَانِهِ."

اور رد المحتار میں ہے

"وَكَذَلِكَ أَلْحَقَ بَعْضُهُمْ بِذَلِكَ مَنْ بِفِيهِ بَخَرٌ أَوْ بِهِ جُرْحٌ لَهُ رَائِحَةٌ، وَكَذَلِكَ الْقَصَّابُ، وَالسَّمَّاكُ، وَالْمَجْذُومُ وَالْأَبْرَصُ أَوْلَى بِالْإِلْحَاقِ. وَقَالَ سَحْنُونٌ لَا أَرَى الْجُمُعَةَ عَلَيْهِمَا. وَاحْتَجَّ بِالْحَدِيثِ وَأَلْحَقَ بِالْحَدِيثِ كُلَّ مَنْ آذَى النَّاسَ

---

(۱) مسلم، باب نهى من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها، حديث: ۵۶۷

(۲) المنهاج شرح صحيح مسلم للنووى، ۴۷/۵، دار احياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الثانية: ۱۳۸۲

(۳) فتح البارى، قوله باب ماجاء فى الثوم: ۳۴۴/۲، دار المعرفة، بيروت، ۱۳۷۹

(۴) حاشية ابن عابدين، فصل فى البيع: ۳۹۸/۶، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲

بِلِسَانِهِ، وَبِهِ أَفْتَى ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ أَصْلٌ فِي نَفْيِ كُلِّ مَنْ يُتَأَذَّى بِهِ"(۱)

حرم شریف میں جماعت نہ ملنے پر دوسری جماعت

اگر حرم شریف میں صبح کو نماز شافعی نہ ملے تو اپنی نماز مسجد شریف میں علیحدہ پڑھنی اولی ہے یا جماعت مالکی یا حنفی میں شریک ہو جانا افضل ہے، جماعت ثانیہ میں نماز بغیر کراہت جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: خلاصہ سوال یہ ہے کہ اگر کسی کو حرم محترم کی مسجد میں پہلی جماعت نہ ملے تو مالکی یا حنبلی یا حنفی دوسری جماعت میں شریک ہو جاوے یا نہیں۔ اب اس جگہ دو مسلئے پیش ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرے مذہب والے کی اقتداء کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے۔ یا تنہا نماز پڑھنا افضل ہے۔ تو اس مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض جماعت سے نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں، اگرچہ امام دوسرے مذہب کا یعنی شافعی وغیرہ ہو اور بعض تنہا نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں۔ سو اس مسئلے میں راجح یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے۔ تنہا نماز پڑھنے سے جیسا کہ علامہ شامی نے بعد نقل اختلاف فرمایا ہے:

"فَتَحَصَّلَ أَنَّ الاقْتِدَاءَ بِالْمُخَالِفِ الْمُرَاعِى فِي الْفَرَائِضِ أَفْضَلُ مِنَ الانْفِرَادِ إِذْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُ، وَإِلَّا فَالاقْتِدَاءُ بِالْمُوَافِقِ أَفْضَلُ"(۲)

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حرم شریف میں جو متعدد جماعتیں ہوتی ہیں تو اگر کسی کو پہلی جماعت نہ ملے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی جماعت میں شامل ہونا جائز ہے یا نہیں اور جماعت ثانیہ حرم شریف میں جائز ہے یا نہیں اور جماعت ثانیہ وغیرہ میں شریک ہونا

---

(۱) حاشیة ابن عابدين، فروع أفضل المساجد: ۶۶۱/۱، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲

(۲) حاشية ابن عابدين، باب الإمامة: ۵۶۳/۱، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲

افضل ہے یا تنہا نماز پڑھنا افضل ہے تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ اکثر محققین حرم محترم میں بھی جماعت ثانیہ وثالثہ وغیرہ کو مکروہ فرماتے ہیں۔ ان کے نزدیک ظاہر ہے کہ تنہا نماز پڑھنا اولیٰ ہے جماعت ثانیہ میں شریک ہونے سے جیسا کہ دیگر مساجد محلہ کا حکم ہے اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ مسجد حرم شریف کا حکم مسجد محلہ کا سا نہیں بلکہ مسجد شارع کا سا ہے وہاں جماعت ثانیہ درست ہے۔ چنانچہ علامہ شامی نے بعد نقل قول علماء محققین جو کہ دربارۂ انکار جماعت ثانیہ ان سے منقول ہے، نقل کر کے فرمایا ہے:

”لكِنْ يُشْكِلُ عَلَيْهِ أَنَّ نَحوَ الْمَسْجِدِ الْمَكِّيِّ وَ الْمَدَنِيِّ لَيسَ لَهُ جَمَاعَةٌ مَعْلُومُونَ، فَلَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَسْجِدُ مَحَلَّةٍ، بَلْ هُوَ كَمَسْجِدِ شَارِعٍ، وَقَدْ مَرَّ أَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ فِي تَكْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِيهِ إِجْمَاعًا فَلْيُتَأَمَّلْ“(۱)

اور پھر علامہ موصوف نے جواز کو راجح سمجھا ہے لیکن فی الواقع قول محققین جو عدم جواز کے قائل ہیں راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حرمین شریفین میں ائمہ ومؤذنین کا مقرر ہونا معلوم ہے اور ہمیشہ کے نمازیوں کی جماعت بھی معلوم ہے، اگر چہ موسم حج وزیارت میں اضافہ جماعت غیر معلومین کا ہو جاوے۔

”وَعَنْ هَذَا ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ السِّنْدِيُّ تِلْمِيذُ الْمُحَقِّقِ ابْنِ الْهُمَامِ فِي رِسَالَتِهِ أَنَّ مَا يَفْعَلُهُ أَهْلُ الْحَرَمَيْنِ مِنَ الصَّلَاةِ بِأَئِمَّةٍ مُتَعَدِّدَةٍ وَجَمَاعَاتٍ مُتَرَتِّبَةٍ مَكْرُوهٌ اتِّفَاقًا. وَنُقِلَ عَنْ بَعْضِ مَشَايِخِنَا إِنْكَارُهُ صَرِيحًا حِينَ حَضَرَ الْمَوْسِمَ بِمَكَّةَ سَنَةَ ۵۵۱ مِنْهُمُ الشَّرِيفُ الْغَزْنَوِيُّ. وَذَكَرَ أَنَّهُ أَفْتَى بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ بِعَدَمِ جَوَازِ ذَلِكَ عَلَى مَذْهَبِ الْعُلَمَاءِ الْأَرْبَعَةِ. وَنُقِلَ إِنْكَارُ ذَلِكَ أَيْضًا عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ حَضَرُوا

---

(۱) حاشية ابن عابدين، باب الإمامة: ۵۵۳/۱، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲

الْمَوْسِمَ سَنَةَ ۱۵۵ھ"۔(۱)

جماعت چھوٹ جائے تو تنہا مسجد میں نماز پڑھے یا گھر

جس کی جماعت چھوٹ جائے کیا وہ مسجد تنہا نماز پڑھلے یا گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھے؟

"رجل فاتته الصلوة بالجماعة هل يصلى فى المسجد وحده او يصلى فى البيت مع الجماعة"

الجواب: اگر گھر میں نماز با جماعت ممکن ہو تو وہی اولی اور بہتر ہے در مختار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے ہی مروی ہے۔

"ان امكن الصلوة بالجماعة فى البيت فهو اولى واصوب كيف وهو مروى عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فى ردالمحتار"۔

خلاصہ بحث اور اہل علم سے ایک گذارش

خلاصہ یہ کہ مساجد میں جماعتِ ثانیہ کا بڑھتا ہوا رجحان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل، صحابہؓ، تابعین، عظامؒ، تین ائمہ مجتہدینؒ، اور جمہور محدثین وسلف صالحین کے اقوال وآراء کی روشنی میں ایک مکرو اور ناپسندیدہ عمل ہے، اور یہ کہ اس میں زیادہ ثواب سمجھنا احکام سے ناوقفیت کی بناء پر ہے، اور یہ کہ جن چند علماء نے جمہور علماء کے برخلاف اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا ہے ان کے دلائل زیادہ مضبوط نے ہونے کی وجہ مرجوح ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم اس لئے اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں مسئلہ کی صورتحال کو خوب اچھی طرح واضح کر کے اس بدعت کے خلاف جدوجہد کریں۔(۲)

---

(۱) حاشية ابن عابدين، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲

(۲) جماعت اولی کی اہمیت اور جماعت ثانیہ کے مفسدات ص: ۳۶

اجتہادی مسائل میں نکیر کی ممانعت

مشائخ دیوبند کی عظیم فقہی شخصیت، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تحریرات سے چند قیمتی اقتباسات ذکر ونقل کیے جاتے ہیں۔

مفتی صاحب موصوف ایک ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ: ائمہ اربعہ کے متفق علیہ اصول سے یہ ثابت ہے کہ جس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہو، اور ائمہ مجتہدین اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اس کی کوئی خاص صورت تجویز کر کے عمل کریں، تو ان میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی، دونوں جانبیں معروف ہی کی فرد ہوتی ہیں، اس لیے وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خطاب بھی متوجہ نہیں ہوتا، اور اپنے مسلک مختار کے مخالف عمل کرنے والوں پر تارکِ سنت ہونے کا الزام لگانا، یا ان کو فاسق کہنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

امام حدیث حافظ ابن عبد البر مالکیؒ نے اپنی کتاب ''جامع العلم'' میں اس کے متعلق جو مضمون نقل فرمایا ہے، وہ اہل علم کو ہمیشہ مستحضر اور صفحۂ قلب پر نقش رکھنا ضروری ہے، تاکہ ان مفاسد سے بچ سکیں، جن میں آج کل کے بہت سے علماء مبتلا ہیں کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تفسیق وتکفیر تک پہنچ جاتے ہیں، اور اکابر علماء کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں دیندار مسلمان آپس میں ٹکراتے ہیں، اور پھر خدا جانے کتنے صغیرہ، کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔(۱)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ: جس مسئلہ میں صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو، اس کی کوئی جانب شرعی حیثیت سے منکر نہیں کہلائے گی، کیونکہ دونوں آراء کی بنیاد قرآن وسنت اور ان کے مسلمہ اصول پر ہے، اس لیے دونوں جانبین داخل معروف ہیں، زیادہ سے زیادہ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح کہا جاسکتا ہے، اس لیے ان مسائل مجتہد فیہا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی کسی پر عائد نہیں ہوتا،

---

(۱) المصفیٰ، ج:۱،ص:۱۲۸،باب التاکید فی حضور الجماعۃ،مطبوعہ فاروق، دہلی۔

بلکہ غیر منکر پر نکیر کرنا، خود ایک منکر ہے، یہی وجہ ہے کہ سلفِ صالحین کا بے شمار مسائل میں جواز وعدم جواز اور حرمت وحلت کا اختلاف ہونے کے باوجود کہیں منقول نہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے پر اس طرح نکیر کرتا ہو، جیسے منکرات پر کی جاتی ہے، یا ایک دوسرے کو یا اس کے متبعین کو گمراہی یا فسق وفجور کی طرف منسوب کرتا ہو، یا اس کو ترکِ وظیفہ یا ارتکاب حرام کا مجرم قرار دیتا ہو، حافظ ابن عبدالبرؒ نے امام شافعیؒ کا جو قول نقل کیا ہے، وہ بھی اس پر شاہد ہے، جس میں فرمایا ہے کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کا تخطیہ یعنی اس کو خطاوار مجرم کہنا جائز نہیں۔(۱)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ: ”روکنے ٹوکنے کا معاملہ صرف اُن مسائل میں ہوگا، جو اُمت میں مشہور ومعروف ہیں، اور سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں، اجتہادی مسائل، جن میں اُصولِ شرعیہ کے ماتحت رائیں ہوسکتی ہیں، ان میں روٹوک کا سلسلہ نہ ہونا چاہیے۔(۲)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ: ”یہاں سے ایک بہت اہم اصولی بات واضح ہوگئی کہ جو انتہادی اختلاف شرعی اجتہاد کی تعریف میں داخل ہے، اس میں اپنے اپنے اجتہاد سے جس امام نے جو جانب اختیار کرلی، اگر چہ عنداللہ اس میں صواب اور صحیح صرف ایک ہے، دوسرا خطاء ہے، لیکن یہ صواب وخطاء کا فیصلہ صرف حق تعالیٰ کے کرنے کا ہے، وہ محشر میں بذریعہ اجتہاد نے خطاء کی ہے، اس کو ایک ثواب دیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اجتہادی اختلاف میں یہ کہنے کا حق نہیں کہ یقینی طور پر یہ صحیح ہے، دوسرا غلط ہے۔

ہاں اپنی فہم وبصیرت کی حدتک ان دونوں میں جس کو وہ اقرب الی القرآن والسنہ سمجھے، اس کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے نزدیک یہ صواب ہے، مگر احتمال خطاء کا بھی ہے اور

---

(۱) جواہر الفقہ، جلداول، ص ۴۰۸، ۴۰۹، مضمون ”وحدت امت“، مطبوعہ؛ مکتبہ دارالعلوم کراچی طبع جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ، نومبر ۲۰۱۰ء

(۲) معارف القرآن، ج ۲، ۱۴۲، سورہ آل عمران

دوسری جانب خطاء ہے مگر احتمال صواب کا بھی ہے۔ اور وہ یہ بات ہے جو تمام ائمہ فقہاء میں مسلم ہے۔

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ماتحت سے پر نکیر کیا جائے اور جب وہ منکر نہیں تو غیر منکر پر نکیر، خود امرِ منکر ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔

یہ وہ بات ہے جس میں آج کل بہت سے اہل علم بھی غفلت میں مبتلا ہیں، اپنے مخالف نظریہ رکھنے والوں پر تبرا اور سب وشتم سے بھی پرہیز نہیں کرتے، جس کا نتیجہ مسلمانوں میں جنگ وجدل اور انتشار واختلاف کی صورت میں جگہ جگہ مشاہدہ میں آرہا ہے، اجتہادی اختلاف بشرطیکہ اصول اجتہاد کے مطابق ہو، وہ تو ہرگز آیت مذکورہ ولاتفرقوا کے خلاف اور مذموم نہیں۔

البتہ اس اجتہادی اختلاف کے ساتھ جو معاملہ آج کل کیا جارہا ہے کہ اسی کی بحث ومباحثہ کو دین کی بنیاد بنالی گئی اور اس پر باہمی جنگ وجدل اور سب وشتم تک نوبت پہنچادی گئی، یہ طرز عمل بلاشبہ ولاتفرقو کی کھلی مخالفت اور مذموم اور سنت سلف، صحابہ وتابعین کے بالکل خلاف ہے، اسلام امت میں کبھی کہیں نہیں سنا گیا کہ اجتہادی اختلاف کی بنا پر اپنے سے مختلف نظریہ رکھنے والوں پر اس طرح نکیر کیا گیا ہو"۔(۱)

مفتی صاحبؒ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ: استنباط سے جو حکم فقہاء نکالیں گے، اس کے بارے میں قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ کے نزدیک قطعی طور پر یہی حق ہے، بلکہ اس حکم کے خطاب ہونے کا بھی احتمال باقی رہتا ہے، ہاں اس کے صحیح ہونے کا ظن غالب حاصل ہوجاتا ہے، جو عمل کے لیے کافی ہے۔(۲)

اور مفتی صاحب ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ: ائمہ مجتہدین کی شان اجتہاد علماء امت میں مسلم ہے، اگر کسی مسئلہ میں ان کے دو مختلف قول ہوں، تو ان میں سے کسی کو بھی منکر شرعی

---

(۱) معارف القرآن، ج ۲ ص ۱۴۳، سورہ آل عمران

(۲) معارف القرآن، ج ۲ ص ۴۹۴، سورہ نساء

نہیں کہا جاسکتا، بلکہ اس کے دونوں جانبین معروف میں داخل ہیں، ایسے مسائل میں ایک رائے کو راجح سمجھنے والے کے لے یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے پر ایسا انکار کرے، جیسا کہ گناہ پر کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ وتابعین میں بہت سے اجتہادی اختلافات اور متضاد اقوال کے باوجود یہ کہیں منقول نہیں کہ وہ ایک دوسرے پر فاسق یا گنہگار ہونے کا فتویٰ لگاتے ہوں، بحث وتمحیص اور مناظرے ومکالمے سب کچھ ہوتے تھے، اور ہر ایک اپنی رائے کی ترجیح کی وجوہ بیان کرتا اور دوسرے پر اعتراض کرتا تھا، لیکن کوئی کسی کو اس اختلاف کی وجہ سے گناہ گار نہ سمجھتا تھا۔۔

خلاصۃ یہ ہے کہ اجتہادی اختلاف کے موقع پر یہ تو ہر ذی علم کو اختیار ہے کہ جس جانب کو راجح سمجھے اسے اختیار کرے، لیکن دوسرے کے فعل کو منکر سمجھ کر اس پر انکار کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے، اس سے واضح ہوا کہ اجتہادی مسائل میں جنگ وجدل، منافرت پھیلانے والے مقالات ومضامین امر بالمعروف یا نہی عن المنکر میں داخل نہیں، ان مسائل کو محاذ جنگ بنانا، صرف ناواقفیت یا جہالت ہی وجہ سے ہوتا ہے۔

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ: میرے نزدیک اس جنگ وجدل کا ایک بہت بڑا سبب فروعی اور اجتہادی مسائل میں تعصب اور اپنی اختیار کردہ راہ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار دینا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے، جو اہل باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا۔(۱)

مفتی صاحب ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور کی وہ تاریخ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ تعبیر کتاب وسنت کے تحت جو اِن میں اختلاف رائے پیش آیا ہے، اس پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اس نے جنگ وجدال کی صورت اختیار کی ہو، باہمی اختلاف مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات قائم رہنا اس

(۱) جواہر الفقہ، جلد اول ص ۴۱۱، مضمون ’’وحدت امت

پوری تاریخ کا اعلیٰ شہاہکار رہے۔ (۱)

اور مفتی صاحب ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ : خلاصۃ کلام یہ ہے کہ تعبیر کتاب وسنت کے ماتحت اختلاف رائے جو صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتلدین میں رہا ہے، تو بلاشبہ رحمت ہی ہے، اس کا کوئی پہلو نہ مسلمانوں کے لیے مضر ثابت ہوا، اور نہ آج ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وہ انہیں حدود کے اندر رہے، جن میں ان حضرات نے رکھا تھا کہ ان کا اثر نماز، جماعت، امامت اور معاشرت کے کسی معاملے نہ پڑتا تھا۔(۲)

---

(۱) جواہر الفقہ، جلد اول، ص ۲۴۴، مضمون ''اختلاف امر پر ایک نظر''

(۲) جواہر الفقہ، جلدی اول، ۴۴۳)

مصادر و مراجع

عربی کتابیں

کتب التفاسیر

تفسیر الماتریدی، (تاویلات أہل السنۃ)	محمد بن محمود أبو منصور الماتریدی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
زاد المیسر فی علم التفسیر	ابن الجوزی	دار الکتاب العربی، بیروت
تفسیر البیضاوی		دار إحیاء التراث العربی، بیروت
تفسیر ابن کثیر	اسماعیل ابن کثیر الدمشقی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
تفسیر القرطبی		دار الکتب المصریۃ، القاہرۃ
تفسیر روح المعانی	علامہ آلوسی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
تفسیر البغوی		دار احیاء التراث العربی، بیروت
التفسیر الکبیر	علامۃ محمد بن عمر الرازی	دار إحیاء التراث العربی، بیروت

کتب الحدیث

صحیح البخاری،	محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ بخاری	دار طوق النجاۃ،
صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری	دار احیاء التراث العربی بیروت

سنن الترمذی	محمد بن ابوعیسی الترمذی	شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر
سنن ابوداود	أبوداؤد سلیمان بن الأشعث	المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت
سنن النسائی	أبوعبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی	مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ، حلب
سنن ابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی	دار احیاء التراث العربیۃ
مؤطا امام مالک	مالک بن أنس بن مالک بن عامر الأصبحی	مؤسسۃ زائد بن سلطان آل نہیان، أبوظبی
مسند إمام احمد بن حنبل	المحقق عادل مرشد وآخرون	مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
مسند ابی یعلی		دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی	مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، الطبعۃ الثانیۃ۔
المستدرک علی الصحیحین	ابوعبد اللہ الحاکم بن عبد اللہ المحقق مصطفی عبدالقادر	الناشر دار الکتب العلمیۃ، بیروت
مجمع الزوائد	أبوالحسن نورالدین الہیثمی	مکتبۃ القدسی القاہرۃ
مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر بن ابی شیبہ	مکتبۃ الرشد، الریاض
مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	المجلس العلمی، الہند
صحیح ابن خزیمۃ	ابوبکر محمد بن اسحاق النسابوری	المکتب الاسلامی بیروت

السنن الکبری للنسائی	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی	مؤسسة الرسالة، بیروت
السنن الکبری للبیہقی	ابو بکر البیہقی	دار الکتب العلمیة، بیروت
الترغیب والترہیب	عبد العظیم بن عبد القوی المنذری	دار الکتب العلمیة، بیروت
سنن الدارمی	أبو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن، المحقق حسین اسد الدرانی	دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکة العربیة السعودیة
سنن الدارقطنی		مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان
کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی بن حسام الدین، المتقی الہندی	مؤسسة الرسالة، بیروت
خلاصة الاحکام	أبو زکریا محی الدین یحی بن اشرف النووی	مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان
تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین		دار العاصمة للنشر، الریاض
فیض القدیر	عبد الرؤف المناوی	المکتبة التجاریة الکبری، مصر
جامع الأصول	أبو السعادات المبارک بن محمد الجزری	مکتبة الحلوانی، مطبعة الملاح، مکتبة دار البیان
اتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة	أبو شہاب الدین احمد بن ابی بکر البوصیری	دار الوطن للنشر والتوزیع
اعلاء السنن	علامة ظفر احمد العثمانی	إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراتشی

شروح الحدیث

شرح النووی (المنہاج)	امام نووی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
عون المعبود شرح سنن ابی داؤد	محمد اشرف بن امیر الصدیقی العظیم الآبادی	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح	ملا علی القاری	دارالفکر، بیروت
الکاشف عن حقائق السنن شرح مشکاۃ للطیبی		مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ،
عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ عینی	دار اِحیاء التراث العربی، بیروت
فتح الباری	ابن حجر	دارالمعرفۃ، بیروت

کتب الفتاوی والفقہ

الأحکام السلطانیۃ	ماوردی	دارالحدیث
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علاء الدین الکاسانی	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
البحر الرائق شرح کنز الدقائق	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	،دارالکتاب ال إسلامی
کتاب الأم	امام شافعی	دارالمعرفۃ، بیروت
فتح القدیر	ابن الہمام	دارالفکر، بیروت

المدونۃ الکبری	اِمام مالک رحمہ اللہ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
الحجۃ علی اہل المدینۃ	محمد بن حسن الشیبانی	عالم الکتب بیروت
حاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار علی الدر المختار)	محمد امین بن عمر بن عبد العزیز	دار الفکر، بیروت
الصلاۃ وأحکام تارکہا	ابن القیم	مکتبۃ الثقافۃ بالمدینۃ المنورۃ
حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ الدہلوی	دار الجیل، بیروت، لبنان
حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح		،دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
اِحیاء علوم الدین للغزالی،	امام غزالی	دار المعرفۃ، بیروت
الفتاوی الہند	لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی	دار الفکر، بیروت
تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	شہاب الدین احمد بن محمد الشلبی	الطبعۃ الکبری الأمیریۃ، بولاق، القاہرۃ
مختصر خلیل	خلیل بن اسحاق المالکی	دار الحدیث، القاہرۃ
مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل	محمد بن محمد الرعینی المالکی	دار الفکر، بیروت
روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین	یحی بن شرف النووی	المکتبۃ الاسلامی، بیروت، دمشق، عمان
المجموع شرح المذہب	یحی بت شرف النووی	دار الفکر، بیروت
الشرح الکبیر علی متن المقنع	عبد الرحمن بن محمد قدامۃ المقدسی	دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع

مجموع الفتاوی،	لابن تیمیة	مجمع الملک فہد لطباعة المصحف الشریف، المدینة النبویة، المملکة العربیة السعودیة
مجموع فتاوی	ابن باز	رئاسة دارة البحوث العلمیة والافتاء، بالمملکة العربیة السعودیة
الفقہ علی المذاہب الأربعة	عبدالرحمن بن عوض الجزائری	دارالکتب العلمیة، بیروت
الاشباہ والنظائر	لابن نجیم	دارالکتب العلمیة، بیروت
البنایة شرح الھدایة	بدرالدین العینی	دارالکتب العلمیة، بیروت
المیزان الشعرانیة	للشعرانی	دارالتقوی، دمشق الشام
نصب الرایة	جمال الدین الزیعلی،	مؤسسة الریان للطباعة والنشر، بیروت، لبنان
شرح ابن ناجی التنوخی علی متن الرسالة	لابن ابی زید القیروانی	دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان
المغنی	لابن قدامة	مکتبة القاہرة
الحلبی الکبیر	إبراہیم الحلبی	دارسعادت، عارف أفندی
المبسوط	للسرخسی	دارالمعرفة، بیروت
الفتاوی التاتارخانیہ	ابن العلاء الانصاری الاندربتی	زکریا بک ڈپو، دیوبند
القول المبین فی أخطاء المصلین		دارابن القیم، المملکة العربیة السعودیة، دارابن احزم، لبنان
تمام المنة فی التعلیق علی فقہ السنة	محقق اللاآلبانی	دارالرایة

إعلام العابد بحكم تكرار الجماعة في المسجد الواحد	أبو عبيده مشهور بن حسن آل سلمان	دار ابن حزم، بيروت

السير والرجال، والتاريخ واللغة

سير أعلام النبلاء	امام ذہبی	مؤسسة الرسالة، بيروت
الاستذكار	ابن عبدالبر	دار الكتب العلمية، بيروت
تاريخ الطبري (تاريخ الرسل الملوك)		دار التراث، بيروت
اسد الغابة	علي بن ابي الكرم ابن الأثير سعيد بن يربوع	دار الكتب العلمية، بيروت
جم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع،	ابو عبيد الله بن عبد العزيز الاندلسي	عالم الكتب، بيروت
معجم البلدان	شهاب الدين ابو عبد الله ياقوت الحموي	دار صادر، بيروت
الطبقات الكبرى	لابن سعد	دار الكتب العلمية، بيروت
التاريخ الاسلامي	محمود شاكر	المكتب الاسلامي دمشق
تهذيب التهذيب	لابن حجر	مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند
تاج التراجم	لقاسم بن قطلوبغا	دار القلم، دمشق
الأعلام	الزركلي	دار العلم للملائين

اردو کتابیں

قاموس الفقہ		زمزم پبلشرز
تاریخ ہند	مفتی محمد صاحب پالن پوری	ادارہ مرکز ادب دیو بند
جماعت اولی کی اہمیت ، جماعت ثانیہ کے مفسدات	مولانا عبد القوی صاحب	برکات بک ڈپو، حیدر آباد
اسوہ صحابہ	مولانا عبد السلام ندوی	دار القدس ڈسٹری بیوٹر اینڈ پبلی شرز، لاہور
احسن الفتاوی		مکتبہ زکریا دیو بند
درس ترمذی،	افادات مفتی تقی عثمانی صاحب	مکتبہ دار العلوم، کراچی

مرتب کی کتابیں

۱۔رمضان المبارک معروفات ومنکرات

۲۔اصلاحی واقعات دو جلدیں

۳۔اصلاح الرسوم (تسہیل، تعلیق وتخریج)

۴۔عصری خطبات مجلد (زیرِطبع)

۵۔جماعت اولی کی اہمیت وجماعت ثانیہ کی حیثیت

۶۔نیا سال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر

۷۔کرسمس کی حقیقت عقل ونقل کی روشنی میں

۸۔ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینہ میں

۹۔اپریل فول کی تاریخی حیثیت

۱۰۔خیر البیان (مدارس کے طلبہ کے لئے)

۱۱۔ہندوستانی مسلمان آزادیٔ وطن سے تعمیرِ وطن تک (زیرِطبع)

۱۲۔نفع المفتی والسائل (عربی، تحقیق وتخریج، زیرِطبع)

۱۳۔ اللمعة اذا جتمع العید والجمعة

۱۴۔کھیل کود کی تاریخی وشرعی حیثیت

۱۵۔احکام اعتکاف

۱۶۔خواتین رمضان کیسے گذاریں؟

۱۷۔یوم جمہوریہ حقیقت کے آئینہ میں

۱۸۔پتنگ بازی حقائق ونقصانات

۱۹۔وجودِ باری وتوحیدِ باری عقل کی روشنی میں

۲۰۔ضیافت فضائل ومسائل

۲۱۔عظمتِ اہلِ بیت اور مسئلہ زکوۃ
۲۲۔ارطغرل غازی سیریل حقائق اور غلط فہمیاں
۲۳۔یتیمی اور یتیموں کے کارنامے
۲۴۔لون (قرض) کے جدید مسائل (زیرِطبع)
۲۵۔ظالموں کا انجام سچے واقعات کی روشنی میں
۲۶۔کرکٹ کی تاریخی وشرعی حیثیت
۲۷۔فروع الایمان (تسہیل،تخریج وتضمیم)
۲۸۔قربانی ِمنکرات ومسالک کے اختلافات کا حل
۲۹۔عصمت دری اسباب وسدباب
۳۰۔سنتِ فجر فضائل ومسائل
۳۱۔خطباتِ قاسمیہ
۳۲۔برادرانِ وطن سے تعلقات۔حدودوحقوق
۳۳۔کمیشن اور بروکری کے احکام
۳۴۔کرایہ کے جدید مسائل
۳۵۔ٹوپی کی شرعی حیثیت
۳۶۔اسلام میں تجارت کی اہمیت
۳۷۔جبر تبدیلیٔ مذہب کی حقیقت
۳۸۔اسلام میں تقسیمِ میراث کی اہمیت اور ہمارا سماج
۳۹۔مروّجہ مضاربت کے احکام
۴۰۔اولاد کے حقوق شریعت وسماج کی روشنی میں
۴۴۔لو جہاد حقیقت یا فسانہ

۴۵۔صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت وضرورت

۴۶۔تیسیر المبتدی بترتیبِ جدید فارسی (حصہ اوّل، دوم، سوم)

۴۷۔نفقۂ مطلّقہ عقل ونقل کی روشنی میں

۴۸۔تعلیم بالغان و بزرگان ۔اہمیت وضرورت

۴۹۔خواتین کے علمی کارنامے ۔حافظہ وعالمہ بنانے کی ضرورت

۵۰۔مکاتب کی اہمیت وضرورت

۵۱۔منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب

۵۲۔مسنون امامت ۔اصول وآداب

۵۳۔مسنون مساجد۔خادمانِ مساجد کی ذمہ داریاں

۵۴۔قتل کا گناہ اور سماج کی صورتِ حال

۵۵۔زمینات ومکانات

۵۶۔ملٹی لیول مارکیٹنگ ۔اقسام واحکام

۵۷۔ذکرِ حبیب ﷺ کی برکات

۵۸۔ووٹر آئی ڈی ۔ووٹنگ ۔الیکشن

۵۹۔اسلاموفوبیا وفلمی دنیا اور فلم ہمارے ۱۲، کا پوسٹ مارٹم

۶۰۔بھارتی مذاہب کی تاریخِ زوال

۶۱۔ذاتی مکان یا کرایہ کا مکان احکام وآداب

۶۲۔تعلیمِ نسوان ومکاتبِ بالغات کی اہمیت

۶۳۔سادات واہلِ بیت کی عظمت ومسئلہ زکوۃ

۶۴۔عظمتِ حفظِ قرآن ومقامِ حفّاظ

۶۵۔قربانی وگاؤکشی ۔حقائق اور غلط فہمیاں

۶۶۔قصّاب اور قریشی۔احکام ومسائل

۶۷۔میلادالنبی کی حقیقت دلائل کی روشنی میں

۶۸۔حفظِ قرآن کی اہمیت اور حفاظ کا مقام

۶۹۔سونے کی تجارت کے جدید احکام

۷۰۔سرکاری اسکیموں کے احکام

۷۱۔دینی خدمات پر اُجرت عقل ونقل کی روشنی میں

۷۲۔عظماء فی طفولھم۔بڑوں کے بچپن کے تاریخی وسبق آموز واقعات (زیرِ ترتیب)

۷۳۔اسکول وکالج میں دینیات کا نصاب،نظام وطریقۂ کار